بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مضامینِ عابدؔ

از

جناب ابوالفیض سید احمد عابدؔ صاحب

ناشر

ادارۂ تنظیم مہدویہ، چنچل گوڑہ

806 -8 -16 شاداب منزل نیو ملک پیٹ حیدرآباد 500024

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

سلسلۂ اشاعت 105

نام کتاب	:	**مضامین عابد**
مصنف	:	جناب ابوالفیض سید احمد عابدؔ صاحب
طبع	:	اوّل
سن اشاعت	:	2023ء
تعداد	:	500
صفحات	:	196
قیمت	:	Rs.100
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد
طباعت	:	بالاجی پریس عنبرپیٹ، حیدرآباد
ناشر	:	ادارۂ تنظیم مہدویہ، 16-8-806، شاداب منزل نیو ملک پیٹ، حیدرآباد -24 سل نمبر 9885237858

ملنے کا پتہ

(1) ادارۂ تنظیم مہدویہ، 16-8-806، نیو ملک پیٹ، حیدرآباد

(2) مسجد حضرت حافظ سید داؤد میاں صاحب، 16-4-318، چنچل گوڑہ

(3) SAN کمپیوٹر سنٹر، 16-4-686، صوبیدار امیر علی خان روڈ، چنچل گوڑہ، حیدرآباد-24

(4) حضرت سید مصطفیٰ مبارک یداللّٰہی صاحب، یداللّٰہی چوک، تائی واڑہ، بڑودہ، گجرات

(5) حضرت سید منظور حسین عتیق صاحب، حمادی اسٹریٹ، ڈبھوئی، گجرات

(6) جناب سید امجد صاحب، سکریٹری جمعیت مہدویہ، میٹیڈ ہلی، بنگلور

(7) بمکان مصنف ''برتر منزل'' 16-8-34/1 چنچلگوڑہ حیدرآباد

فہرست

☆انتساب 5

☆قطعہ تاریخ جناب سید سمیع اللہ حسینی صاحب سمیعؔ 6

☆تقریظ حضرت مولانا سید محمد سرفراز مہدی تشریف اللّٰہی صاحب قبلہ سرفرازؔ 7

☆پیش لفظ محبّ ملت حضرت مقصود علی خان صاحب قبلہ 14

☆عرض حال جناب ابوالفیض سید احمد صاحب عابدؔ 17

سلسلہ نشان	عنوان	صفحہ نمبر
1	بعثت مہدی کی اہمیت	19
2	عشق مہدی اور اُس کے تقاضے	29
3	القرآن والمہدی امامنا	38
4	ایمان اور متشابہات	44
5	ہدایت اور فکر صحیح کی دعا	52
6	مقصدِ حیات	59
7	مہدویت ہی روحِ اسلام ہے	65
8	معیارِ خلافت الٰہیہ جہتِ بشریت میں	77
9	داعی	83
10	دائروں کی اہمیت	90
11	لمحہ فکر (کیا ہماری فکر کا اغوا ہو گیا؟)	98
12	بدعت کیا ہے اور کیا میلاد منانا بدعت ہے؟	111
13	بدعت اور ایصال ثواب (دسواں، بیسواں چہلم، برسی وغیرہ)	118
14	ایمان و تمدن	123

سلسلہ نشان	عنوان	صفحہ نمبر
15	احادیثِ صحیحہ	130
16	تقلید کی شرعی حیثیت	138
17	وسیلہ۔شعائرِ اسلام	148
18	عظمت خلیفۃ اللہ اور اتباعِ رسول اکرامؐ	156
19	علاماتِ ماثورہ	163
20	مہدویوں کا سماجی نظامِ زندگی	174
21	مقصود حیات فرامین امامناؑ کی روشنی میں	181
22	مومن کہلانے کے لائق کون؟	191

☆☆☆☆☆

انتساب

والد (حضرت سید علی برترؔ صاحب قبلہؒ) و

والدہ (سیدہ چاند بانو صاحبہؒ) کے نام جنہوں نے قلم پکڑنا سکھایا اور اچھی

تعلیم و تربیت دی اور

دادا (حضرت سید قاسم علی صاحب قبلہؒ) کے نام

جن کی دعاوں کا نتیجہ جس کی بدولت کچھ لکھنے کے قابل ہوا

قطعہ تاریخ

مضامینِ عابدؔ کتابِ گہر ہے
قبول اُس کو ہے جو بھی اہلِ نظر ہے
بڑی خوب اُس کی یہ تاریخ نکلی
مضامینِ عابدؔ میں علمی ثمر ہے

2023ء

نتیجہ فکر
عالی جناب سید سمیع اللہ حسینی صاحب سمیعؔ

حضرت مولانا سید محمد سرفراز مہدی تشریف اللّٰہی صاحب سرفرازؔ مدظللہ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حامداً و مصلیاً

زیرِ نظر کتاب عم المحترم جناب ابوالفیض سید احمد عابدؔ صاحب کے منتخب مطبوعہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ ان کی نوازش ہے کہ انہوں نے مجھ طالبِ علم سے تقریظ چاہی۔ اگرچہ کہ کئی اہم حوالوں سے ان کی ہم سے نسبت ہے لیکن کچھ کا ذکر یہاں کر دینا اقتضاءِ علمی دیانت ہے۔ سب سے پہلے تو وہ استاذی حضرت مولانا سید علی برترؔ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزندِ ارجمند ہیں جنہوں نے میرے دورِ یتیمی میں ہر گام پر رہنمائی کی۔ نہ صرف میری بلکہ اس مشکل دور میں میرے دائرہ کی ایک مربی کی حیثیت سے حفاظت و داشت کی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اسکول لے گئے اور داخلہ کروایا اور مسلسل میرے تعلیمی سفر کے نگراں رہے۔ ۱۳ سال کی عمر میں جب میں نے پہلی مرتبہ خطبۂ نکاح پڑھا تب بھی وہی میرا ہاتھ پکڑ کر مجلس نکاح تک لے گئے اور خطبہ نکاح پورا ہونے تک میری ہمت بڑھاتے ہوئے اسٹیج پر موجود رہے۔ جو کچھ بھی انگریزی مجھے آتی ہے وہ میں نے انہی سے سیکھی۔ اسکول میں پہلی مرتبہ جو تقریر میں نے کی وہ بھی انہوں نے ہی لکھی۔ سلسلۂ تقاریر جب آگے بڑھا تو بجائے خود لکھ کر دینے کے تقریر کی تیاری اور تحریر کرنا سکھایا اور روایتی خطابت جسے Classical Oratory کہتے ہیں اس کے اصول اور اسلوب سکھائے میری اور دائرے کی بقا و فلاح کیلئے ان کی امداد و تعاون کا یہ اجمالی ذکر ان کی خدمات بیان کرنے کیلئے ناکافی ہے لیکن برائے تعارف ضروری تھا۔

باپ سے بیٹے کو وراثت میں صرف دولت و منصب ہی نہیں بلکہ کچھ روایات بھی ملتی ہیں جس کی حسب توفیق وہ پاسبانی کرتا ہے۔ تربیت اچھی ہو تو توفیق من اللہ بھی اکثر ہو ہی جاتی ہے۔ پوت سپوت ہو کر روایات کو جاری و ساری رکھتا ہے۔ اپنے دائرے سے وفا اور مرشد سے تعلق جناب ابوالفیض کو اپنے والد کی میراث ہے جس کو انہوں نے ہمیشہ بڑی خوش اسلوبی سے اپنی زندگی میں مروج رکھا۔ اپنے والد ہی کی طرح ہر قدم پر میرا ساتھ دیا اور ہر مشکل وقت میں میرے مدد بنے رہے۔ رشتے میں چچا ہونے کے باوجود بے مثال اخلاقِ ارادتمندی کا مظاہرہ کیا۔ جس تعلق کی بنیاد ابتداء میں روایت پر مبنی تھی وہ گزرتے وقت کے ساتھ شخصی ارادے سے بدل گئی جس میں مہر و وفا کی تمام صفات درجۂ کمال کو پہنچ گئیں۔ وہ نہ صرف میرے قریب رہے بلکہ میرے تمام بزرگوں سے دینی و علمی اور شخصی تعلق رکھا۔ مجھ سے پہلے میرے تایا وحید العصر سعید العلماء حضرت پیر و مرشد مولانا ابوالفتح سید نصرت صاحب سے علاقہ کیا اور ان سے پہلے میرے والد حضرت پیر و مرشد مولانا سید عبدالحئی حافظ میاں صاحبؒ سے اور ان سے پہلے جدی و مرشد المرشدی علامۃ العصر اسعد العلماء حضرت پیر و مرشد مولانا ابوسعید سید محمود عرف مرشد میاں صاحبؒ سے تلقین ہوئے۔ مربی و مرشدی و مولائی حضرت پیر و مرشد مولانا سید فضل اللہ حافظ صاحبؒ سے ان کا تقرب تو یقیناً غیر معمولی رہا۔ یہ تمام بزرگ ان کی علم دوستی کے معترف رہے اور ان کو ان تمام بزرگوں سے شرفِ نیاز مندی حاصل رہا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ان کو تحصیل علمِ دین سے ایسا شغف رہا کہ اپنی عمر کے بالکل ابتدائی دور میں بھی اپنے مرشدِ اعلیٰ کے آگے زانوءِ ادب طے کئے اور ان کی نگاہِ فیض بار سے دل میں چراغِ شوق روشن کیا۔ جب حصولِ معاش کے لیئے ملکِ عرب گئے تب بھی مرشد سے مراسلت بلا انقطاع تسلسل جاری رکھا اور فیضیاب ہوتے رہے۔ ان کے بعد مرشدی حضرت سید فضل

اللہ حافظؔ صاحبؒ سے ان کے تادمِ حیات مربوط رہے۔اس قدر جلیل القدر اصحابِ علم و عمل سے نیاز مند رہنے کے بعد اپنی کتاب پر مجھ طالبِ علم سے تقریظ کا سوال محض میری ہمت افزائی کے اور کچھ نہیں۔ان بزرگوں سے ان کا تعلقِ خاطر ان کے علم، فہم اور قلم کی مستقل سند ہے جس کے بعد انہیں کسی تقریظ یا تائید کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں تو صرف کتاب پر اپنے اجمالی تاثر کو رقم کر رہا ہوں۔

یہ مضامین ماہنامہ نورِ ولایت میں طبع ہوئے ہیں جن کو تنظیم مہدویہ نے یکجا کر کے قوم کے ہاتھ وہ ہتھیار دیا ہے جو عصرِ حاضر کے معترضین کے رد کیلئے نہایت موثر ثابت ہوگا۔ فہرستِ مضامین اگر دیکھیں تو ایسے عنوان ملیں گے کہ کتاب پوری پڑے بغیر نہیں رہا جائیگا۔ یہ مضامین آج کے اکثر اعتراضات پر محیط ملیں گے۔عنوان جہاں دلچسپ ہیں وہیں مضامین پُر مغز، طالبِ استدلال قارء نظر سیر یابی کا احساس پائے گی۔ بالخصوص ثبوتِ مہدی و مہدویت کی متلاشی نظر کے لئے یہ مضامین قرۃ العینین وقلب ثابت ہونگے۔مضامین ہر چند مختصر ضرور ہیں لیکن جامع ہیں۔ چہ جائے کہ تردد، کسی مقام پر بھی بے رغبتی نہیں ہوگی۔کسی غزل کے شعر کے مانند اپنے پیغام رسانی میں کامل ہیں۔زبان بھی سلیس و عام فہم ہے جس سے ہر کوئی استفادہ کر سکے گا۔

کسی اہلِ قلم کی تحریر اس کی شخصیت اور نظریہ کی صحیح ترجمان ہوتی ہے۔اس نوعِ اظہار میں ریا کر جانے کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔کوئی کوشش کر بھی لے تو بین السطور قلم کاغذ پر دل کی تصویر کھینچ ہی دیتا ہے۔اس کتاب کا حال بھی کچھ مختلف نہیں۔اس میں بھی راقم الحروف کی قلبی واعتقادی کیفیت نہ صرف ظاہر ہے بلکہ واضح ہے ساری کتاب میں ہر مضمون کی ہر سطر کے ہر لفظ میں تمام حرف وفا کے دھاگے میں پروئے گئے ہیں۔ یہ وفا کا حصول دل کی دھڑکن

میں خلوص، تعلق اور محبت کے انطلات سے بجنے والی تال کے تسلسل سے ہوتا ہے۔ جس سے کبھی اپنی قوم کی بے راہ روی پر ہوک اٹھتی ہے تو کبھی پرعزم شیر کی دہاڑ دفاعِ دین وملت کے جذبہ سے سرشار ہوکر اٹھتی ہے۔ کبھی امید دلاتی ہوئی نسیمِ صبح کی سرغوشی تو کبھی قوم کی زبوں حالی پر افسردہ نوا سنج فغاں اٹھتی ہے۔ یہ تمام رنگ و کیفیات وفا کی ہیں جس سے پوری کتاب کی کتاب متصف نظر آتی ہے۔ وفا کا مرجع تعلق خاطر ہوتا ہے اور تعلق دل کی اس کیفیت سے پیدا ہوتا ہے جسے ابتدا میں انفس اور ارتقا میں عشق کہتے ہیں۔ ان کا یہ عشق اپنے خدا سے ہے۔ رسول اللہؐ اور مہدی مراداللہؑ سے ہے اور نیازِ عشق خدا کی رضا اور اس کی لقا ہے۔ عشق کو جب مدعائے حقیقی ملجائے تو وہ عاشق کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ کوشاں رکھتا ہے کہ اقتضاء عشق میں کوئی کوتاہی نہ ہوجائے۔ لیکن عشق اگر اپنے تقاضہ محض فطری احساس سے جانے تو وہ کج وکوتاہ ہوسکتے ہیں بلکہ یہ خودساختگی عشق کے لازم حدود کو تجاوز کروادیتی ہے اور مہلک وخطرناک ہوتی ہے۔ اسی لیئے عشق کی رہنمائی ضروری ہے اور جو بیمارِ عشقِ خدا و خاتمینؑ ہو اس کے لیئے قرآن وسنتِ خاتمینؑ کے علاوہ اور کون رہنما ہوسکتا ہے۔ عشق حقیقی کے صحیح تقاضے اور ان کو پورا کرنے کی تدابیر قرآن وسنت کے دامن سے ہی مل سکتے ہیں۔ یہی تو ہمارا عقیدہ ہے جس کا اعلان ہم ہر شب بعد نمازِ عشاء بڑے جذبۂ شوق سے کرتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت، رسول اللہؐ کی نبوت و رسالت اور قرآن و مہدیؑ مراداللہ کی امامت کا اعلان کرتے ہیں، لیکن اس میں روح شامل نہیں ہوتی بلکہ محض اقرار بالسان ہوتا ہے۔ جس دن اس میں روح شامل ہوجائے اس دن دل کو عشق حاصل ہوجائے گا اور عشق کو امام۔

دل ارادا کرتا ہے، ذہن اسے روبہ عمل لانے کی تدبیر سجھاتا ہے اور اعضا تحریک کرتے ہیں۔ پھر اللہ کی مرضی شامل ہو تو عمل ہوجاتا ہے جس کی قبولیت و جہہ ارادۂ عامل یعنی نیت اور خدا

کے فضل پر منحصر ہے۔ دل اگر قرآن وسنت سے مزین ہوجائے تو نیت شیطان کے شر سے محفوظ اور منشاءِ یزدی کے مطابق مخلص ہی ہوتی ہے۔ پھر ذہن بھی وہی تدابیر سجھاتا ہے جو قرآن وسنت کی پابند ہوں اور اعضا تو ویسے ہی ذہن کی سجھائی تدابیر کے غلام ہوتے ہیں۔ یوں بندے کا ہر عمل عشقِ حقیقی کی کامیابی وہ کامرانی کا ضامن ہوجاتا ہے۔ بندۂ خدا کا ہر عمل یوں سراپا عبادت بن جاتا ہے خواہ وہ سربسجود ہو یا رزمِ دفاعِ دین میں یا پھر اپنے قلم سے کاغذ پر علمی وتحقیقی نکات کے جوہر بکھیرے۔ جناب ابوالفیض اظہار عشقِ خدا اور خاتمینؑ کیلئے ان مضامین میں مجاہدہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ارادہ اثبات ودفاعِ دین کا تدبیر تحریر کرکے عمل کتاب کی شکل میں خدا و خلق کی خدمت میں پیش کیا۔ اس سفر میں قرآن وسنت کو اپنا امام رکھا اور کوئی لغو لفاظی سے اجتناب کیا۔ ہر بات صاف اور مربوط اور مطابق بالقرآن وسنت کی۔ قارئین جب پڑھیں گے تو خود بھی اس بات کی گواہی دیں گے۔ اپنے دین کو قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح تناظر میں پیش کرنے کیلئے خوب محنت کی اور استدلال میں کسی مقام پر بخالت کرتے نہیں نظر آئے۔

پہلا مضمون ''بعثت مہدیؑ کی اہمیت'' قارئین پڑھیں گے تو اندازہ ہوگا کہ کس محنت کے ساتھ انہوں ں نے بعثِ مہدیؑ کا ضروریات دین سے ہونا ثابت کیا۔ قرآن وسنت سے سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے اس کے قبول کو فرض اور انکار کو کفر ثابت کیا۔ اگرچہ کہ ہمارے متقدمین نے ہر دور میں اس عنوان پر ناقابلِ فراموش مضامین لکھے لیکن اس مضمون میں آپ مصنف کا منفرد انداز پائیں گے اور عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہوا نئے استدلال بھی ملے گا۔ قرآن اور سنت کے علاوہ اس باب میں اغیار کی کتابوں اور خود ان کے اعتقاد سے بھی معترضین کا موثر جواب دیا۔ اسی طرح ایک مضمون ہے ''دائروں کی اہمیت''۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ کس طرح ہمارے دائرے ضروری ہیں اپنی زندگی عین سنتِ رسولؐ کے قیام کیلئے۔ خدائے تعالیٰ کے

دین کو مسلم کی زندگی سے جو عمل اور روش مقصود ہے اس کے انتظام اور انصرام کیلئے دائرے کا قیام ہی واحد صورت ہونا قرآن، سنت اور منطق سے ثابت کیا۔ ''تقلید کی اہمیت'' کے ذریعہ یہ سمجھایا کہ غیر مقلدین کی بے وقعت تاویلات کے اثر میں اپنے بزرگوں اور ان کی روش سے متنفر ہونے کے بجائے نوجوان اگر قرآنِ حکیم اور سنن خاتمینؑ کی طرف رجوع کریں تو دین میں تقلید کی اہمیت بڑی آسانی سے سمجھ آجائے گی۔ تقلید کا انکار دور اس کے معترض ہونے پر خود اغیار سے مناظر ہوسکیں گے۔ الحمدللہ اس موضوع پر مصنف نے کافی اور شافی ثبوت پیش کیا۔ جو لوگ غیر مقلدین کے باور کرانے سے صراط مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں ان سب میں اک صفت یکساں پائی جاتی ہے۔ ایسے کسی بھی شخص سے بات کرکے دیکھیں آپ خود کہیں گے کہ یہ اپنی ساری صلاحیت اور توانائی سے کوشش کرتا ہے کہ مقامِ رسول اللہؐ کو گھٹا کر ثابت کرے (نعوذ باللہ)۔ کسی صورت دین میں رسولِ مقبولؐ کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کرے گا۔ حضورؐ سے متنفر اور انا و تکبر میں چور نظر آئے گا اور توسل الی اللہ کا بھی منکر ہوجائے گا۔ ایک مضمون ''وسیلہ۔ شعائرِ اسلام'' کے ذریعہ مصنف نے قرآن و محکمات دین سے ثابت کرکے بتایا کہ نہ صرف حضور بلکہ صحابہ۔ اولیاء۔ صالحین۔ عارفین اور اولیٰ الامر منکم کا بھی وسیلہ لینا نہ صرف جائز ہے بلکہ مطلوبات دین سے ہے۔

درمیانِ خلق و خالق آپؐ سے ہے رابطہ
عابد و معبود دونوں کا وسیلہ آپؐ ہیں — سرفرازؔ

جو حضرات دینیات اور سماجیات کو دو الگ چیز سمجھ کر یا تو سماجیات کو دین سے بری سمجھنے لگتے ہیں یا ان کو بدعت سمجھ جاتے ہیں۔ اک مضمون ''مہدویوں کا سماجی نظام'' کے ذریعہ مصنف نے یہ سمجھایا کہ سماجی نظامِ دین سے دور کوئی الگ بات نہیں بلکہ دین ہی کا سکھایا ہوا

طرزِ زندگی ہے۔ بالخصوص مہدویہ سماجی نظام اتباعِ رسولؐ و مہدیؑ کا پابند ہے۔ فرائض ولایت بنیاد ہیں اور سارا نظامِ سماج یا تو دین ہی ہے یا اگر نہیں بھی ہے تو قیامِ دین اور اس کے نفاذ کا مدد و معاون ہے۔ سارا نظام فرائض ولایت کے گرد چلتا ہے اور کچھ بھی دین کے مغائر نہیں اور اگر ہے تو وہ مہدویہ تہذیب کا حصہ نہیں۔

غرض ہر مضمون عصرِ حاضر کے اہم مسائل کو حل کرنے کی کوشش ہے۔ جہاں مہدیؑ و مہدویت کا ثبوت پیش کیا وہیں قوم کے محاسن کو اُجاگر کر کے پیش کیا۔ جہاں پایا کہ قوم اغیار کے اثر میں کتاب و سنن سے غلط استنباط کر رہی ہے وہاں دلائل صحیحہ کے ذریعہ صحیح بات بتانے کی کوشش کی۔ مثلاً میلاد منانے یا نہیں منانے کے مسئلے کو مخاطب کرتے ہوئے غلط مستخرج باتوں کو بتانے اور ان کو درست کرنے کی نصیحت کی ہے۔

دیکھئے ''بدعت کیا ہے اور کیا میلاد منانا بدعت ہے''۔ اس مضمون کے ذریعہ مصنف نے قرآن و احادیث کی روشنی میں غلط اخذ کئے گئے نتائج کا بہت مدلل رد کیا۔ اسی طرح ''مہدویت ہی روحِ اسلام ہے'' کے ذریعہ آیاتِ قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے ثابت کیا کہ صرف فرائض ولایت پر عمل کرنا فرض ہے بلکہ ان کو اسلام از روئے قرآن وہ اہمیت حاصل ہے جو جسم کی حیات کے لیئے روح کو حاصل ہے۔

الغرض اس کتاب کی طبع و اشاعت کے پر مسرت موقع پر میں مصنفِ کتاب اور تنظیمِ مہدویہ کے تمام ارا کین کو پر خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اللہ ان کی اس خدمتِ قوم کو شرف قبولیت بخشے اور قوم کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق۔ (آمین)

☆☆☆

محبّ ملت حضرت مقصود علی خاں صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ساری حمد وثناء اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے جس کے حضور کائنات کا ہر ذرہ سر تسلیم خم کرتا ہے اور ہر ذرہ رب ذوالجلال کی نگاہِ کرم کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وہ واحد ذات ہے جس کے آگے سب سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہؐ و خاتم النبینؐ ہیں اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کے ارشادات کے مطابق حضرت سید محمد جونپوری ہی مہدیٔ موعود ہیں خاتم الاولیاء و مبینِ کلام اللہ ہیں اور اللہ کے خلیفہ ہیں ان دو برگزیدہ ہستیوں پر درود وسلام ہو (آمین)

قوموں کی زندگی میں زبان وقلم کی بہت بڑی اہمیت ہے یعنی تحریر وتقریر کی جس قوم کے افراد ان دو چیزوں سے قاصر ہیں تو وہ قوم گونگی ہے۔ اسکا وجود زمین پر نا کے برابر ہے۔ **الحمد لِلّٰہ** قومِ مہدویہ کے ہر دور میں اعلیٰ سے اعلیٰ قابل افراد نے جنم لیا۔ یہ افراد اپنی خداداد صلاحیتوں سے لسانی اور قلمی خدمت انجام دے ہیں۔ جنکے طفیل آج ہم لکھنے اور کہنے کے قابل بنے ہیں۔ ہم انکے خدمات کو خراج تحسین وخراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے (آمین)

الحمدلِلّٰہ قوم مہدویہ میں بعض ایسے گھرانے ہیں جو ضرورت اور وقت پڑنے پر گھر کے تمام کے تمام ملکر خدمتِ قومی بذریعہ قلم وتقریر انجام دی ہے ان گھرانوں میں ایک گھر حضرت سید علی برترؔ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا ہے یہ گھرانہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے حضرت کے تمام فرزند و دختر کے ساتھ نبیروں نے بھی اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق

خدمتِ قومی کواس وقت انجام دئے رہے ہیں۔ یہ کیفیت گھر میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جہاں عمل کے ساتھ تعلیم وتربیت کا معقول انتظام رہتا ہے اور اولاد پر والدین کی نظریں ہوتی ہیں۔ آج کے دور میں یہ ماحول نظرنہیں آتا ہے فی الوقت کی بات کی جائے تو گھروں میں سے تعلیم وتربیت اُٹھ گی ہے جب ہی چوطرف ہمیں عقیدہ میں کمزوری دیکھائی دے رہی ہے۔ گھر میں دینی تعلیم وتربیت کا نظام عمل کے ساتھ ہونا ضروری ہے اسکی ہی روشنی میں آنے والی نسل میں عقیدہ پکا رہے سکتا ہے

الغرض اس گھر کے روشن چراغ برادرم ابوالفیض سید احمد عابدؔ بھی ہیں جن میں الحمدِللّٰہ بے شمار خوبیوں کے ساتھ کئی صلاحیتں موجود ہیں۔ دنیا کو بہت قریب سے دیکھا ہے مثبت سوچ وفکر رکھتے ہیں۔ مقرر بھی ہیں ادیب بھی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔ میں ان کو بہت قریب سے جانتا ہوں اور یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ان میں جو خوبیاں ہیں اسطرح کی خوبیاں بہت کم افراد میں پائی جاتی ہیں

الحمدِللّٰہ ادارہ تنظیم مہدویہ کی گولڈن جوبلی کے موقع پر آپ کے مضامین جو نورولایت میں شائع ہوے تھے بشکل کتاب بعنوان ''مضامینِ عابدؔ'' شائع ہورہے ہیں ہر مضمون اپنے عنوان کے لحاظ سے قابل اور فکر لیے ہوئے ہے۔ دراصل ان مضامین کے پیچھے ایک پس منظر ہے۔ قاری بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ کس پس منظر میں یہ مضمون تحریر کیا گیا ہے ابوالفیض عابد کے قلم میں ایک کشمکش ہے۔ یہ کیفیت اطراف کے ماحول کو دیکھنے سے ان میں پیدا ہوئی ہے۔ انکا قلم چاہتاہیکہ ایک مشن کے تحت اسکا سدباب کیا جائے اس کیلئے چاہے کسی سے اختلاف ہوجائے لیکن والد کی تربیت نے انکے قلم کوروک رکھا ہے اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت احتیاط اور سلیقے سے اپنی بات کہے جاتے ہیں۔ یہ قابل قلمکاروں کی صفت ہوتی ہے۔ ان مضامین میں خاص بات یہ ہے کہ مقصد اور مقصود جو مضمون کی روح ہے اسکو پیش کرنے کی کامیاب کوشیش کی ہے جس چیز پر زور دیا گیا وہ

اخلاص، نیت، ارادہ ہے۔یقیناً اُسی حساب سے اسکی جزاء ملتی ہے الغرض ابوالفیض عابد کا قلم دائرہ کے حدود میں رہکر ہی اپنی بات قران احادیث اور فرامینِ امامنؑا کی روشنی میں پیش کرتا ہے۔اس زاویہ پر قاری فاضل مضمون نگار کے ساتھ ہو جاتا ہے یہاں پر صرف ایک مضمون ''عشق مہدی اور اس کے تقاضے'' کا اقتباس پیش کررہا ہوں جس سے فاضل مضمون نگار کے علم اور انکی فکر کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔وہ تحریر کرتے ہیں

''حقیقی محبت یہ ہیکہ اسکی اطاعت کی جائے اور ان امور کی رغبت والفت ہو جو اسکے قرب کا سبب بنیں'' یہی دراصل اسلام ہے اور مہدویت ہے **الحمدلِلّٰہ** بہت سارے فکری جملے مضامین میں ملینگے طوالت کی وجہ سے پیش نہیں کیے جارہے ہیں

فاضل مضمون نگار کا یہ پہلا مجموعہ مضامین ہے اسکی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید کہ آگے بھی مضامین کے مجموعہ شائع ہونگے۔اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں مثبت سوچ کے ساتھ فکرِ صحیح سے مطالعہ کا ذوق وشوق پیدا ہو (آمین)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے وہ میرے نور ولایت میں پہلے شائع ہو چکے مضامین کا مجموعہ ہے اسے کتاب کی شکل میں شائع کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن محبّ ملت حضرت مقصود علی خان صاحب اس کے شائع کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ میں اپنی خامیوں، مضمون نگاری کے فن اور اردو ادب سے بے مائیگی کا خود پورا پورا احساس و اعتراف رکھتا ہوں لیکن حضرت مقصود بھائی کے اسرار پر مضامین کو جمع کیا اور پیر و مرشد حضرت مولانا سید محمد سرفراز مہدی صاحب قبلہ افضل العلماء کے حضور پہنچا اور عرض کی کہ یہ میرے مضامین کا مجموعہ ہے آپ دیکھ لیں اور تقریظ لکھ دیں ساتھ میں اگر کوئی بات ہے تو اُس کو بدلنا اور نکال دینا کا آپ کو پورا اختیار ہے حضرت راضی ہوئے اور تقریظ بڑی تفصیل سے لکھی اور مجھے مشورہ بھی دئے اور اس میں جو املے کے غلطیاں تھی اس کی نشان دہی کی بہر حال اس کی پروف ریڈنگ کا کام بھی کر دیا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کے یہ سب میرے دادا حضرت سید قاسم علی صاحبؒ کی دعاوں کا نتیجہ ہے اور والد حضرت سید علی صاحب برترؔ علیہ رحمہ و حضرت سید فضل اللہ حافظؔ علیہ رحمہ سے جو کچھ بھی سیکھا وہی اس مضامین میں لکھا ان دونوں حضرات سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا تھا جس کا آج مجھے بہت افسوس ہے کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اگر کوئی چوک ہوگئی ہو تو معاف کریں اور مطلع کریں کہ اس کو درست کیا جا سکے انسان خطا کا پتلا ہے اور اپنی بے مائیگی کا اوپر ذکر کر چکا ہوں آخر میں میں حضرت مولانا سرفراز میاں صاحب قبلہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس کو دیکھنے کے لئے وقت نکالا اور تقریظ بھی لکھی۔ حضرت مقصود علی خان صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا

بہت ضروری ہے کہ انہی کی ترغیب پر ہی یہ کام ہوسکا اور یہ مضامین کا مجموعہ آپ تک پہنچا اور صدر ِ ادارہ اور اراکین تنظیم مہدویہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کے ادارے سے شائع کئے گے جناب سید عیسیٰ نظامی صاحب کا بھی شکریہ کہ انہوں نے شائع مضامین کی سافٹ کاپی فراہم کی تمام حضرات کے شکریہ کے ساتھ اللہ سے دعا ہے کہ ان تمام کو جزاء خیر دے اور ہم کو اپنی ہدایت میں رکھے آمین

احقر ابوالفیض سید احمد عابدؔ

☆☆☆

بعثت مہدیؑ کی اہمیت

بعثت مہدیؑ کی اہمیت پر غور کریں تو سب سے اہم چیز جو سامنے آتی ہے وہ ہے موعود ہستی کی بعثت کی بات ۔جس کی بعثت کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے جیسے رسول اللہ کی بعثت کا وعدہ انؐ سے پہلے کی کتابوں میں بغیر نام کے فرمایا تھا جس کی تفصیل حضرت رسول مقبولؐ سے معلوم ہوئی اسی طرح کن آیتوں میں حضرت مہدیؑ کا ذکر کیا گیا ہے حضرت مہدی موعودؑ سے معلوم ہوا۔اس کے علاوہ مستقبل میں واقع ہونے والے بعض امور کا علم رسول اکرمؐ سے ہوا جیسا قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

''وہ غیب جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر وہ کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس کے کہ وہ کسی رسول کو مطلع کردے'' ان امور میں بعثت مہدی موعودؑ بھی ہے اس کے علاوہ رسولؐ کی بات کو خود اللہ تعالیٰ نے یہ کہکر واضح بھی کردیا اور اہمیت بھی دی کہ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے بلکہ صرف وحی کی گئی بات ہی وہ بتاتے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو کوئی بھی رسول پر ایمان لے آتا ہے تو اس کے لئے یہ لازم ہوجاتا ہے کہ رسول نے جن جن چیزوں کے مستقبل قریب و بعید میں ظہور میں آنے کی پیشین گوئی فرمائی ہے اس پر ایمان لائے اور جن چیزوں یا ہستی پر ایمان لانا ضروری ہے اس کی بعثت کی اہمیت کا اندازہ ہر کوئی لگا سکتا ہے۔

بعثت مہدیؑ کے تعلق سے اتنی احادیث ہیں جو کہ متواتر کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ احادیث متواتر کیا ہوتے ہیں

حدیث متواتر:۔اس کی تعریف مختلف ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کے پاس ''راویوں کی تعداد اتنی ہو کہ ان کا جھوٹ پر یکجا ہوجانا محال ہو اور ان کی تعداد کا تعین کوئی معنی نہیں رکھتا۔اسی طرح شیخ حسن بن علی ابر بہاری الحنبلی ۳۲۹ھ میں گذرے ہیں ان کا کہنا ہے کہ متواتر حدیث وہ حدیث ہے جسے روایت کرنے والے اتنے لوگ ہوں کہ جن کے صادق و عادل ہونے کی وجہ

سے اس خبر کے بارے میں بالضرور علم ہو جائے اور سند میں ان لوگوں کی تعداد ہر زمانے میں اتنی ہی رہے'' (مقدمہ عقد الدور فی الاخبار المختصر)

جب کہ علامہ ابن خرم نے چار راوی بتایا ہے اور بعض علما نے مختلف العدد کا بیان کیا ہے۔

اس میں تواتر لفظی اور معنوی بھی آتے ہیں اس پر ایک بات بتا دینا ضروری ہے کہ ہمارے بعض نوجوان لوگ جو روزگار کے لئے باہر گئے معمولی لوگوں سے گفتگو اور ان کے عمل کے اوپر بہت سی چیزوں کا انکار کرنے لگے ہیں اس لئے ماضی قریب اور حال کے علماء اہل سنت الجماعت کا عقیدہ جن کتابوں میں ہے اس کے حوالہ سے گفتگو کی جائے گی۔ حال کے عالموں میں سعودی عرب کے سب سے بڑے عالم جنہیں مفتی اعظم بھی کہتے ہیں الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے بعثت مہدی کی احادیث کو تواتر معنوی کی حدود کو پہنچی ہوئی قرار دیا ہے۔ قطر کے ایک عالم نے ان احادیث کے رد میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا جواب سعودی عرب کے ایک عالم شیخ محمود بن عبداللہ التویجری نے کتاب **الاحتجاج بالاثر علی من انکر المہدی المنتظر** لکھا جس کی تقریظ شیخ بن باز نے لکھی۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔

'' علامہ التویجری کی یہ کتاب انتہائی عمدہ اور مفید ہے اس میں انہوں نے اس موضوع سے متعلقہ پائی جانے والی احادیث کی استنادی حالت وحیثیت واضح کرتے ہوئے یہ بات صاف کردی ہے کہ اہل علم کے یہاں ان احادیث میں سے کون سی حدیث صحیح کون سی حسن اور کونسی ضعیف ہے اور اس سلسلہ میں اہل علم کے کلام سے وہ حصے نقل کردیئے ہیں جو کافی وشافی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شیخ عبداللہ بن محمود کا گمان سراسر باطل ہے'' (ماخوذ من ظہور امام مہدی)

جیسا کہ اہل علم حضرات جانتے ہیں جس چیز کے تعلق سے احادیث درجہ تواتر کو پہنچ جائیں ان کا انکار کفر ہے۔

اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے ماضی قریب کے اہلسنت علماء جو ابھی منتظر ہیں ان کے عقیدے کی بات کی جاتی ہے وہ لوگ خود کیا کہتے ہیں۔

علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں '' بلکہ میں تو قطعاً یہ سمجھتا ہوں کہ جو شخص ظہور امام مہدی کا انکار

کرتا ہے وہ نزول مسیح کا بھی انکار کرے گا اور بعض لوگوں کی زبان سے زیرلب بات نکل جاتی ہے اگر چہ وہ کھل کر نہیں کہتے بلکہ میرے نزدیک ان منکرین مہدی کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کردے اور یہ محض اسلئے کہ بعض فرعونوں نے الوہیت (خدا ہونے) کا دعویٰ کیا ہے(سلسلہ الاحادیث الصحیہ علامہ للبانی) (ماخوذ من ظہور امام مہدی ایک اٹل حقیقت)

اس اقتباس میں نزول مسیح کے انکار کی بات آئی ہے وہ اس لئے کہ بعض لوگوں نے بعثت مہدی کے ساتھ ساتھ نزول مسیح کا انکار علانیہ کردیا اس اقتباس شیخ محمد ناصر میں ان کے نام لینے سے احتیاط کی گئی ہے۔ ۱۴۰۰ھ میں جب ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں دعوے مہدیت کیا تب بہت سے اہل قلم نے احادیث امام مہدی کا انکار کردیا اور لکھا کہ سب کی سب ضعیف احادیث ہیں ایسے وقت میں علامہ بن باز نے ان احادیث کا احادیث متواترا ہونا ثابت کیا جس کے تعلق سے مولوی محمد منیر قمر نواب الدین اپنی کتاب میں حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

''اس دور کی مخصوص فضاء میں علامہ ابن باز نے روزنامہ المدینہ میں ایک مقالہ شائع کروایا جس میں ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا اور ثابت بھی کردکھایا کہ احادیث مہدی حدِ تواتر معنوی کو پہنچی ہوئی ہیں اور ان کا انکار کرنا فسوق وگناہ کبیرہ ہے۔ اس طرح ان کے اس نعرہ حق کی گونج میں قلم کے تاجروں کی آوازیں دب گئیں اور امام مہدی سے متعلقہ احادیث کا نعرہ حق بلند ہوگیا'' (ماخوذ من ظہور امام مہدی)

یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ علماء جمہور کا عقیدہ ہے کہ احادیث متواتر کا انکار کفر ہے لیکن نہیں معلوم کیوں یہاں صاحب کتاب نے صرف فسوق کا لفظ استعمال کیا جبکہ خود اپنی کتاب میں شیخ البانی (جس کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے) کا حوالہ دیا ہے جس میں شیخ نے اللہ کی الوہیت کا انکار اس کو قرار دیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ ''نعرہ حق کی گونج میں قلم کے تاجروں کی آوازیں دب گئیں'' اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ ان احادیث کو متواتر کہنا حق ہے اور اس کا انکار حق کا انکار ہے اس لئے کفر ہے ۔ اس کے علاوہ ایک جگہ عموی جو کہا جاتا ہے کہ اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی اور عیسیٰ ایک زمانے میں ہونگے اس کا بھی انکار کرتے ہوئے علامہ سفارینی کے حوالہ سے ''امام مہدی کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ'' کے عنوان سے لکھتے ہیں ۔ ''امام مہدی کے بارے میں اقوال بکثرت ہیں حتیٰ

کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی مہدی ہیں جب کہ اہل حق کے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ امام مہدی حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ ایک دوسرے شخص ہوں گے اوران کا ظہور حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے قبل ہوگا اوران کے ظہور کے بارے میں اتنی روایات ہیں کہ وہ حدتواتر کو پہنچ چکی ہیں۔''

افضل العلماء حضرت مولانا سید نجم الدین صاحب قبلہؒ نے اپنی کتاب میں حدیث متواتر پر گفتگو کرتے ہوئے ضروری حوالجات کے بعد لکھا ہے۔

''چونکہ حدیث متواتر سے جومفہوم ثابت ہورہا ہے اس کی نسبت آنحضرت روحی فدا کی طرف قطعاً صحیح ہوتی ہے اوراس سے ایسا علم یقینی واضطراری حاصل ہوتا ہے کہ اس کا انکار ممکن ہی نہیں اس لئے اصول حدیث کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ حدیث متواتر کا انکار کفر ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین شاشی ''اصول الشاشی'' میں لکھتے ہیں

''حدیث متواتر موجب علم قطعی ہے اوراس کا رد کرنا کفر ہے''

ان حوالوں سے یہ بات پکی ہوجاتی ہے کہ اب بھی جو اہل علم ہیں وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ امام مہدی کے ظہور کا مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور ایمانیت میں داخل ہے۔

چونکہ ابھی حدیث متواتر کی بات ہوئی ہے اس لئے جن اصحاب وتابعین سے یہ احادیث ہم تک پہنچی ہیں ان کے نام کا ذکر کرتے ہیں اور جو بھی حوالہ یا نام دئے جائیں گے وہ کتاب '' ظہور امام مہدی ایک اٹل حقیقت'' سے ہونگے جو پاکستان میں شائع ہوئی ہے اور صاحب کتاب الخبر سعودی عرب میں مقیم رہے ہیں۔

محدثین میں جواصحابِ رسولؐ امام مہدیؑ کی روایت کرتے ہیں ان کی تعداد ۳۸ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔جن میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ، حضرت حسینؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عباسؓ، حضرت عائشہؓ اس کے علاوہ کئی نام ہیں اور تابعین میں امام زین العابدین، حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت سعید بن حسیب،

امام محمد بن سیرین، حضرت قتادہ بن دعامہ، حضرت امام حسن بصری ایسے جملہ ۱۰ نام ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ سعودی عرب سے شائع کتاب الاحتجاج بالاثر من انکر مہدی، میں تقریباً 350 احادیث جمع کئے گئے ہیں ویسے مختلف کتابوں اور حوالہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ ۵۰۰ سے زیادہ احادیث باب مہدی میں مل سکتی ہیں۔ ویسے ایک اور کتاب کا بھی حوالہ ہمیں ملتا ہے ''الاحادیث الواردۃ فی المہدی للبیستوی جو دو جلدوں میں ہے۔

احادیث امام مہدیؑ کو روایت ونقل کرنے والے آئمہ ومحدثین اور علماء کرام کے عنوان سے امام بخاری، امام مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی کے علاوہ جو نام دئے ہیں ان کی تعداد ۶۴ ہے اور ۶۴ کتابوں کے نام بھی دئے ہیں جس میں ماضی قریب کے بھی کچھ کتابیں ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں امام مہدی کا نام نہیں صرف اوصاف وارد ہوئے ہیں جن کے بارے میں اہل علم نے کہا ہے کہ وہ امام مہدی کے سوا کسی دوسرے پر ہرگز فٹ نہیں بیٹھتے۔

یہ صرف کچھ ائمہ وعلماء اور محدثین کرام کے اسماء گرامی ہیں جب کہ امام مہدی کا تذکرہ کرنے والے اہل علم کی تعداد تو بے شمار ہے (ماخوذ من ظہور امام مہدی)

یہاں تک تو ماضی قریب وحال کے علماء اہلسنت کے حوالہ سے گفتگو کی گئی کہ بعثت مہدی کی اہمیت کیا ہے بتایا جائے اور جو لوگ عوام الناس سے بات کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ بعثت مہدی ایمانیت میں داخل نہیں ہے ان کی سمجھ میں بات آجائے آگے کچھ احادیث پر گفتگو کرتے ہوئے مضمون کو اختتام کی منزل پر لے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

''دنیا کی عمر سے اگرچہ صرف ایک رات ہی باقی کیوں نہ رہ گئی ہو مہدی (نبی اکرمؐ کے) اہلبیت سے ایک آدمی حاکم ضرور بنے گا۔'' (ماخوذ من ظہور امام مہدی)

اس حدیث کو صحیح ابن حبان مرفوعاً وسنن ترمذی موقوفاً علی ابی ہریرہؓ ہونے کا ذکر احتجاج

بالاثر میں ہے۔ ہمارے پاس کی قدیم کتب میں جو حدیث اس بارے میں بیان ہوتی ہے عربی کے الفاظ وہ ہی ہیں لیکن ترجمہ کچھ الگ ہے لیکن معنوی اعتبار سے ایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ جس طرح قیامت کا آنا برحق ہے اُسی طرح بعثت مہدی کا ہونا بھی برحق ہے۔

ایک اور حدیث ہے جس کے بارے میں بھی بعض لوگ معترض ہیں وہ ہے مہدیؑ پر اللہ اپنا دین ختم کرے گا جیسا شروع کیا رسول سے۔ یہ حدیث بھی حال اور ماضی قریب کے اہلسنت جماعت کے پاس موجود ہے اور ان کے کتابوں میں اس کا ذکر ہے کتاب ظہور امام مہدی میں دیکھئے کیا لکھتے ہیں

''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے'' یہ شب و روز کا سلسلہ ختم نہ ہوگا کہ ہم اہل بیت سے ایک نوجوان برسرِ مسند خلافت ہوگا۔ آگے کچھ سوال و جواب کے بعد (رسول اللہ ﷺ) فرماتے ہیں۔

اللہ نے جس طرح اسلام کا آغاز ہم سے (نبی سے) کیا تھا مجھے اُمید ہے کہ اس کا آخر بھی ہمیں پر (مہدی ہاشمی پر) ہوگا۔

امام ابن کثیرؒ نے اس کا فقرہ الہدایہ والنہایہ (۲۴۵/۶) میں ذکر کر کے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے

اس کے علاوہ جن کتابوں میں اس حدیث کا ذکر ہے اس کا ذکر حاشیہ میں کرتے ہوئے جو نام دئے ہیں وہ یہ ہیں مصنف ابن ابی شیبہ (۳۲۱ ب) دلائل النبوۃ بیہقی (۵۱۷/۶) السنن الواردۃ فی الفتن ابوعبرو دالدانی (۱۰۴۳/۵) حدیث ۵۵۸، ۵۵۹صحیحہ البستو ی (۳۴۹/۱)

اسی معنی کی ایک حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ سے روایت کردہ ہمارے پاس کی اکثر کتابوں میں ملے گی جس کے الفاظ ہیں۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ کہا کہ میں نے عرض کیا کہ رسول اللہؐ مہدیؑ ہم میں سے ہونگے یا اوروں میں سے پس رسول اللہؐ نے فرمایا کہ وہ ہمیں میں سے ہونگے اللہ تعالیٰ انھیں پر دین کو ختم فرمائے گا جیسا کہ شروع کیا ہے اس کو ہم سے اس حدیث کے راویوں میں جو نام و حوالہ ملتے ہیں ان میں ابوالقاسم طبرانی، حاکم ابوعبداللہ نعیم، ابونعیم اصفہانی، عبدالرحمٰن ابن حاتم اور بیہقی وغیرھم ہیں جنہوں نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث میں لفظ دین کا ذکر آیا اور پہلے کی روایت کردہ حدیث میں اسلام کا لفظ

استعمال ہوا ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا معنوی اعتبار سے دونوں حدیثوں میں ایک ہی بات کہی گئی ہے ۔دوسری سب سے اہم بات حضرت عباس سے مروی حدیث میں جو خاص بات ہے کہ اس میں ختم ہونے والی ذات کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے ''ھمیں'' ہے اور اس ھمیں کو مہدی ہاشمی سے منصوب کیا گیا اس سے اس بات کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مقام مہدیؑ کیا ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے اور اردو میں ترجمہ کیا ہے ان کے پاس مقام مہدی کیا ہے اس کے لئے دیکھیں (ظہور امام مہدی)

ایک اور حدیث جو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں جو الفاظ ہیں اور ہماری قومی کتابوں میں بھی ملتی ہے اس کے الفاظ ہیں۔

عن ثوبان قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم یقتتل عند کنزکم ثلاثة کلهم ابن خلیفه لا یصیرائی واحد منهم ثم تطلع الرایات من قبل المشرق فیقتلو نکم قتلالم یقتله قوم ثم یجیئ خلیفه الله المهدی فاذا اسمعتم به فاتوه فبایعوه ولوحبواً علی الثلج فانه خلیفته الله المهدی

(ثوبان کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ تمہارے خزانہ کے پاس تین آدمی جو خلیفہ کی اولاد سے ہوں گے جھگڑیں گے لیکن ایک بھی اس پر قابض نہ ہو سکے گا پھر اس کے بعد مشرق کی طرف سے جھنڈیاں نمودار ہوں گی پس وہ لوگ تم کو ایسا قتل کریں گے کہ اب تک کسی قوم نے ایسا قتل نہ کیا ہوگا ۔پھر اس کے بعد خدا کے خلیفہ مہدی آئیں گے جب تم کو مہدی کی خبر ملے تو ان کے پاس جاؤ اور ان سے بیعت کرو اگر چہ تم کو برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں۔

اس کے ترجمہ میں خط کشید حصہ دیکھیں ۔ کہا گیا ہے اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں بعض کتابوں میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا لکھا ہے۔اس حدیث پر بھی ایک کتاب کا حوالہ دے کر لکھا گیا تھا کہ اس کے عربی متن میں خلیفتہ اللہ کے بعد مہدی نہیں ہے۔آپ لوگوں نے مہدی کیسے لکھ لیا حالانکہ اُسی کتاب کے ترجمہ میں لفظ مہدی لکھا ہوا ہے ''اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا''

ابھی حال میں جو کتاب جس کو ہم اکثر ذکر کرتے آرہے ہیں ''ظہور امام مہدی'' میں یہ حدیث دی گئی ہے اور اس آخری حصہ میں عربی متن میں لفظ مہدی موجود ہے اور دوسری اہم

بات کہ آخری حصہ کے شاید انہیں دو متن ملے ہیں جو دونوں متن اس میں دیئے گئے ہیں اور اوپر بیان کئے گئے عربی متن میں ''فاذا اسمعتم'' ہے اس کتاب میں فاذا رایتموہ سے شروع ہوتی ہے ''فاذا رایتموہ فبا یعوہ ولوحبوا علی الثلج . و عند بعض ولوحبواً علی الرکب فانه خلیفه الله المهدی و عنه بعض فان فیها خلیفته الله المهدی''

ایک میں فانه خلیفۃ اللہ المہدی ہے اور دوسرے میں فاعند بعض کہکر فان فیها خلیفة الله المهدی ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اس حدیث کی سند کیلئے حاشیہ میں لکھتے ہیں حوالہ کے طور پر ابن ماجہ ۲/ ۱۳۶۷ ، زوائد ابن ماجہ علامہ بوصیریؒ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ مستدرک حاکم ۴/۴۶۳-۴۶۴، امام حاکم نے اسے بخاری مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اس کے علاوہ اور کئی کتابوں اور کتب حدیث کا ذکر کیا گیا جس میں مشکوٰۃ کا بھی ذکر ہے اور ہماری قومی کتب میں بھی اکثر مشکواۃ کا ہی ذکر کیا گیا۔

اس کتاب سے حوالہ دینے یا اپنی بات پوری کرنے کی ضرورت صرف اس لئے محسوس کی گئی کہ آج بھی اہلسنت جماعت کے علماء ظہور مہدی کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں کونسا قطعی علم ان کے پاس ہے معلوم ہوسکے۔ اس لئے اس کتاب کا بار بار ذکر ملے گا۔

آخر میں بیان کردہ حدیث سے یہ بھی علم ہوگیا کہ ان پر ایمان لانا اور بیعت کرنا ضروری ہے اور جیسا کہ شروع میں بتایا گیا تھا رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے قرآن میں اللہ فرماتا ہے۔

''وہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں بناتے ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے''

اس لئے حدیث سے جو بھی قطعی علم ہوگا وہ اللہ کے حکم میں ہی شمار ہوگا اور جس کی بعثت کے لئے حدیث متواتر سے قطعی علم حاصل ہوجاتا ہے تو پھر اس بعثت کی اہمیت کس قدر رہوگی اس کا اندازہ ہر کوئی صاحب فہم لگا سکتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث اور حضرت سیدنا علیؓ سے مروی حدیث کو ذہن میں رکھیں اور حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ نے کیا لکھا ہے دیکھیں تو بات واضح طور پر سمجھ میں آجاتی ہے۔ حضرت افضل العلماء مولانا سید نجم الدینؒ نے اپنی کتاب مہدی احادیث کی روشنی میں

حضرت عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کا حوالہ ملتا ہے وہ لکھتے ہیں ۔

’’محقق اہل سنت بھی قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف احکام نبوت کو بیان فرمایا اور احکام ولایت یعنی حقیقت کی عام دعوت نہیں فرمائی کیونکہ زمانہ نبوت احکام ولایت کے بیان کرنے کا مانع تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ شرح فصوص الحکم میں فرماتے ہیں کہ ’’رسول اللہ ﷺ خاتم ولایت کی طرح حقائق واسرار کے اظہار پر مامور نہ تھے بلکہ آپ کو مقام تشریع میں اسرار ولایت کے چھپانے کا حکم دیا گیا تھا‘‘

مہدیؑ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ رسول ﷺ کی ذات سرتاپا ولایت تھی مگر رسول اللہ ﷺ احکام ولایت کے بیان پر مامور نہ تھے بندہ مامور ہے ۔غرض رسول اللہ ﷺ نے مخصوص اصحاب کو جن میں اہلیت وصلاحیت تھی ان اسرار وحقائق کی تعلیم دی (ماخوذ من بعثت مہدی)

یہاں مہدیؑ کے فرمان کو بھی نظر میں رکھیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے ۔

حضرت مہدیؑ نے اپنی بعثت کا سبب بھی یہی بتلایا ہے۔

ترجمہ :۔فرماتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو محض اس غرض سے بھیجا ہے کہ جو احکام و بیان ولایت محمدی سے تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطے ظاہر ہوں ۔(عقیدہ شریف)

ایک اور موقع پر واضح کیا کہ ’ہم کو (مہدی کو) دیدار یار کے لئے مبعوث کیا گیا ہے ورنہ اور کیا کام ہے جس کے لئے بعثت کی ضرورت ہے (نقلیات میاں عبدالرشیدؓ)

اور قرآن کی آیت سے بھی یہ بات پائے ثبوت کو پہنچتی ہے ۔مہدیؑ نے سورہ یوسف کی آیت نمبر (۱۰۸) کا بیان کرتے ہوئے بھی فرمایا کہ یہ ہمارے سے تعلق رکھتی ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے۔

کہدوائے محمد یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں ۔

یہاں وہ اور تابع سے مراد مہدیؑ نے اپنی ذات بتایا ہے جیسا کہ مضمون کے شروع میں ہم نے کہا کہ کن آیتوں میں حضرت مہدیؑ کا ذکر ہے ۔حضرت مہدیؑ سے ہمیں معلوم ہوا اس کے علاوہ جو لوگ منتظر مہدی ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ مہدی کا ذکر قرآن میں موجود ہے ۔کتاب ’’ظہور امام مہدی‘‘ میں ’’بعنوان‘‘ قرآن کریم میں امام مہدی کی طرف بعض اشارات کے تحت لکھتے ہیں ۔

''الغرض بعض مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں امام مہدی کے ظہور کی طرف واضح اشارات موجود ہیں اور یہاں ہم ان سے دو مقامات کا تذکرہ کررہے ہیں''

اس کے بعد کافی تفصیل سے ان مقامات کا ذکر کیا ہے پہلا مقام سورہ البقرہ کی یہ آیت **لهم فی الدنيا خِزی و لهم فی الاخرة عذاب عظيم** (سورہ بقرہ آیت ۱۱۴)

''ان کے لئے دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے'' جن مفسروں نے اس آیت کو مہدی کے متعلق کہا ان کے نام کے ساتھ تفسیر دی ہے یہاں صرف ان کے نام دئے جارہے ہیں تفصیل کے لئے کتاب ظہورِ امام مہدیؑ دیکھیں، امام طبریؒ، امام قرطبی، امام ابن کثیر، امام شوکانی اور دوسرا مقام سورۃ الزخرف کی آیت ۶۱ ہے جس کا ترجمہ ہے۔''اور یقیناً وہ قیامت کی علامت ہیں۔''

شیخ سید شبلنجی کی کتاب نور الابصار کے حوالہ سے بتایا گیا کہ ان کے ساتھ امام مقاتل بن سلیمان اور ان کی موافقت ومتابعت کرنے والے کئے مفسرین ظہور مہدی کی بعثت کے بعد ہی قیامت کی دیگر بڑی بڑی علامتیں ظاہر ہونے کا بیان کیا ہے۔

یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت سید محمد جونپوریؑ کے ماننے والے ہی مہدیؑ کا ذکر قرآن میں ہے نہیں مانتے بلکہ ظہور مہدی کی حقیقت واہمیت کا علم رکھنے والے بھی اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن میں اشارۃً ان کا ذکر ہے۔

اب جس ذات کا قرآن میں ذکر اور رسول کی احادیث سے اس بات کا قطعی علم بھی ہوگا کہ ایک خلیفۃ اللہ مہدی آئے گا اور مسلمانوں کو اس کے ہاتھ پر بیعت کرنی ہے اور ان کی تعلیمات پر عمل بھی کرنا ہے ایسی بعثت کی اہمیت کیسے نہیں ہوسکتی ہے اور اللہ کا فضل ہے کہ ہم مہدویوں کو اللہ کی ہدایت نصیب ہوئی اور ہم نے سید محمد جونپوریؑ کو پہچانا اور ان پر ایمان لائے اللہ ہم کو آخری دم تک ایمان پر قائم رکھے۔ آمین۔

=☆☆☆=

عشق مہدی اور اُس کے تقاضے

اس عنوان کے تحت پہلے یہ دیکھتے ہیں عشق مہدی رکھنا کتنا ضروری ہے اور پھر اس کے تقاضے بھی ضرورت کے حساب سے خود سمجھ آ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام بلاغت نظام میں سورہ آل عمران کی ۳۱ ویں آیت میں فرما رہا ہے۔

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله و یغفر لکم ذنو بکم والله غفور رحیم

اے محمد آپ فرما دیجئے اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کے شان نزول کے تعلق سے یہ کہا جاتا ہے کہ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں کے سامنے جب رسول مقبول ﷺ نے دعوت اسلام رکھی تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ سے ہی محبت کرتے ہیں جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ اُسی وقت صحیح تسلیم ہوگا جب تم رسول اللہ کی اتباع کرو۔ جس طرح پورے کا پورا قرآن قیامت تک آنے والوں کے لئے دستورِ حیات ہے۔ یہ آیت بھی اسی میں شامل ہوگی اور قیامت تک ہر آدمی کے لئے اس پر عمل کرنا فرض ہوگا یعنی اللہ اپنی محبت سے تب ہی نوازے گا جب ہم رسول کی مکمل اتباع کریں۔ ہر چھوٹی بڑی ہر بات کی اتباع کریں۔ یہاں کوئی تخصیص نہیں ہوگی۔ ہر بات پر رسول اللہ ﷺ کی عمل کرنا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی اللہ فرما رہا ہے کہ رسول ﷺ کی اتباع کرنے والے کو ہی میں اپنی محبت سے نوازوں گا اور ساتھ ہی جو گناہ اس سے سرزد ہو گئے ہیں اس کو معاف کر دوں گا۔ آخر میں اللہ کی خاص صفت بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے یہاں یہ صفت بتانے کا مطلب یہی ہے کہ آپ صرف اللہ سے محبت کا دعویٰ کر کے اللہ کی اس صفت سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی

اتباع یعنی اطاعت نہ کرو گے۔

کسی کی بھی اطاعت کرنے کے لئے اس پر یقین و ایمان اور اس ہستی سے محبت ہونا ضروری ہے۔ حقیقی محبت یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور ان امور کی رغبت و الفت ہو جو اس کے قرب کا سبب بنے۔ اس لئے بعض مفسرین نے محبت کے معنی ارادۂ الطاعۃ کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صحیح اطاعت جب ہی ہوسکتی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کریں اور محبت اس درجہ کی ہو کہ اپنے کمال عروج پر عشق میں بدل جائے۔ اس سلسلہ میں کئی ایک احادیث ہیں جن میں بتادیا گیا ہے کہ جب تک دنیا کی ہر چیز سے زیادہ حتی کہ ماں باپ بلکہ اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں کرو گے تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوگا اور جب تک ایمان مکمل نہیں ہوتا اور بصورت اتباع میں کوئی عمل کیا جائے تو وہ ضائع ہی ہوگا کیونکہ سب سے پہلا عمل ہی ایمان لانا ہے اور اپنے ایمان کو مکمل کرنا ہے۔

ہم مہدوی اللہ کے اس حکم کے مطابق رسول اللہ ﷺ پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور ان کی ہر بات کی اطاعت بھی کرنے والے ہیں اور آخری سے آخری حد میں ہم نے رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت کی اور جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہارے کنز کے پاس تین آدمی کارزار کریں گے تینوں خلیفہ کے بیٹے ہونگے۔ پس وہ کنز کسی کو نہ ملے گا پھر سیاہ جھنڈے مشرق کی جانب سے طلوع ہونگے وہ تمہیں ایسا قتل کریں گے کہ کسی قوم نے دوسری قوم کو اس طرح قتل نہ کیا ہوگا پھر خلیفۃ اللہ مہدی آئے گا جب تم اس کی خبر سنو تو اس سے بیعت کرو اگر چہ کہ تمہیں برف پر رینگنا پڑے پس تحقیق وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے''

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر عمل کیا اور جب سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ نے دعویٰ مہدیت کیا بفضل خدا ان پر ایمان لائے اس کے علاوہ ایک اور حدیث یوں ہے کہ

فرمایا رسول اللہ نے کہ مہدی اس حالت میں نکلیں گے کہ ایک فرشتہ اوپر سے ندا کرے گا یہ مہدی خلیفۃ اللہ ہیں تم ان کی اتباع کرو

یہ ندا ان ہی کو سنائی دے گی جس کو ہدایت یافتہ ہونے کی اللہ نے توفیق دی اور ہماری

قومی کتب اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے ہدایت یافتہ ہمارے اجداد نے سنا اور ان پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ قرآن میں ہی ہدایت یافتہ لوگوں کے بارے میں یوں بیان فرمایا۔

...... **فسوف یاتی الله بقوم یحبھم و یحبھونه** ...... سورہ مائدہ ۵۴

اس پوری آیت میں اللہ دین سے پھر جانے والوں کا بیان کر رہا ہے۔اور ایک ایسی قوم کو لانے کا بیان کر رہا ہے جس سے وہ محبت کرے گا یہاں اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ اس قوم سے محبت اس لئے کر رہا ہے کہ وہ قوم اللہ کے اس حکم **قل ان کنتم یحبون الله فاتبعونی یحبکم الله** کے حکم پر رسول اللہ کی اتباع کرے گی اور جیسا رسولؐ نے فرمایا کہ بعثتِ مہدی پر ایمان لاو اسی حکم کے مطابق ایمان لایا۔حضرت مہدی موعودؑ نے بھی جو فرمایا ہے کہ قبول مہدی عمل است۔اس کے ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں یعنی مہدی کو قبول کرنا مہدی پر ایمان لانا ہی رسول اللہ کی اطاعت ہوگی اور رسولؐ کے کئے ہوئے پر عمل کرنا ہوگا اور جو رسول اللہ کی اس بشارت کو قبول نہیں کرے گا وہ رسول اللہ کی کامل اتباع نہیں کرے گا۔اس طرح وہ رسول اللہ کے ہر فرمان پر عمل کرنے میں ناقص ہوگا اس لئے مہدیؑ نے اس فرمان کے آخر میں رسولؐ کے مہدیؑ کے فرمان پر عمل نہ کرنے والے کو مردود کہا ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ قطر کے ایک عالم شیخ عبداللہ بن زید بن محمود رئیس المحاکم القطریہ نے ایک رسالہ خروج المہدی کے انکار میں لکھا اور بتایا کہ ایسی کوئی ہستی آنے والی نہیں ہے جس کے جواب میں سعودی عرب کے ایک عالم حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ''الاحتجاج بالاثر'' مکتبہ دار العلیان الحدیثہ للطباعۃ والنشر والتوازیع بربدہ القصیم نے اس کتاب کو شائع کیا اور ۱۹۸۶ تک یہ کتاب دو دفعہ چھپ چکی ہے۔اس کتاب میں شیخ التویجری نے اس طرح لکھا ہے اور فصل اول یوں شروع کی ہے۔

قال ابن محمود فی عنوان مانصه لا مهدی ینتظر ...... بعد الرسول خیر البشر ، والجواب ان یقال هذا کلام باطل مردود بالادلة من الکتاب و لسنة والاجماع

جس میں بتایا کہ ابن محمود کا بیان کہ ایسی کوئی ہستی رسول خیر بشر کے بعد انتظار کے قابل

نہیں ہے اس کا جواب یہ ہوگا یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کلام باطل و مردود ہے اور انتظار مہدی یا بعثت مہدی قرآن سنت اور الاجماع کی دلیل کے ساتھ واقع ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مہدیؑ پر ایمان لانا کتنا ضروری ہے اور ایمان نہ لانے کی صورت میں رسول ﷺ کے فرمان سے انحراف کرنے یا عمل نہ کرنے والوں میں داخل ہوکر مردود ہوجاتے ہیں۔

اس بعثت کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کے لئے تاکیدی طور پر بہت ہی کھلے الفاظ میں اتنی مرتبہ اپنے اصحاب کے سامنے بعثت مہدیؑ اور قوم مہدی کے بارے میں ذکر کیا کہ بعض صحابۂ رسول ﷺ نے اتنی بار دہرانے اور تاکید کرنے پر یہ پوچھا کہ آپ ہی دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اسی لئے مہدیؑ کے باب میں جو احادیث آئیں ہیں وہ متواترہ کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔

جیسا رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنی ہے ویسے ہی مہدی موعودؑ کی اتباع کرکے ہی اللہ کی محبوب قوم میں قائم رہنا ہوگا۔ یہاں یہ واضح کرنا بہتر محسوس ہوا کہ اللہ نے آپ کو ایک ایسی قوم میں پیدا کیا جو رسول کی اتباع آخری سے آخری حد میں کرتی ہے۔ اب اس قوم میں قائم رہنے کے لئے آپ کی مہدی موعودؑ کی اتباع من وعن کرنی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ عمل کرنا ضروری ہے ویسے ہی مہدیؑ پر ایمان لانے کے بعد مہدی موعودؑ کی اتباع کرنا ضروری ہوگا۔ حضرت مہدی موعودؑ نے بحکم خدا دعویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا کہ فلاں آیت میں تمہارا ذکر ہے فلاں میں تمہاری قوم کا ذکر۔ ایسی 18 آیتوں کی مہدی موعودؑ نے نشاندہی کی جس میں ایک آیت ہے سورۃ ہود کی جس کا بیان فرما کر حضرت مہدی موعودؑ نے دعویٰ موکدہ کیا تھا آیت یہ ہے۔

افمن کان علی بینه من ربه ویتلوه شاهد منه و من قبله کتاب موسیٰ امام و رحمة اولئک یومنون به و من یکفربه حق الاحزاب فالنار موعده فلا تک فی مریة منه انه الحق من ربک و لکن اکثر الناس لایومنون

اس آیت میں بتایا گیا کہ کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے بینہ (روشن دلیل) پر ہے اور

قرآن اس کی شہادت دیتا ہے یعنی قرآن گواہ ہے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی گواہ ہے جو اپنے زمانے میں امام اور رحمت تھی یہ سب کے سب اس کی تصدیق کرتے ہیں اور مختلف فرقوں میں سے جو کوئی اس کا انکار کرتا ہو تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے پس اے پیغمبر آپ اس کے بارے میں شک میں یا شبہ میں نہ رہیں وہ اپنے رب کی جانب سے حق ہے اور لیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔

حضرت مہدیؑ نے آیت میں من سے مراد اپنی ذات بتائی ہے اور ہمارے پاس کی کتب میں اس پر سیر حاصل مباحث ملتے ہیں لیکن یہاں اس آیت کا بیان کر کے اس آیت میں ایک خاص بات جو کہی گئی ہے اس کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں (آیت کے اس حصہ پر بھی حضرت سید فضل اللہ حافظ صاحب قبلہ کی کتاب فلاتک مریۃ میں تفصیل سے بحث ملے گی) کہ اس میں کہا گیا فلاتک مریۃ آپ اس کے بارے میں شک میں یا شبہ میں نہ رہیں۔ یہ بڑا ہی غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے رسول ﷺ سے کہ تم اس پر شک نہ کرنا یا اس سلسلہ میں شبہ میں نہ رہنا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ بات اُس رسول خدا ﷺ سے کہی جا رہی کہ جس کو اللہ تعالیٰ کبھی مدثر کہا کبھی طٰہٰ فرمایا کبھی یسٰین کے نام سے یاد کیا تو کبھی رحمتہ للعلمین ہونے کی بات بتائی تو کہیں بتایا کہ یہ رسول ہے جو خلق عظیم پر فائز ہے اور ہمیں تاکید کی کہ اس کا اُسوہ تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے جو ذات وجہہ تخلیق کائنات ہے جو خاتم النبین ہے اور یہاں غور طلب اہم بات یہ ہے کہ خدا سے محبت رکھنے کا دعویٰ کرنے والوں کو کہا گیا ہے اس رسول ﷺ کی اتباع کرو گے تو تمہارا دعویٰ صحیح تسلیم ہوگا اور اس کی اتباع کرو گے تو میں تم سے محبت کروں گا اس ہستی سے کہا جا رہا ہے کہ کسی شبہ میں نہ رہنا یا کوئی شک نہ کرنا۔

ایسی عظیم ہستی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا خاتم النبین ہے۔ وجہہ تخلیق کائنات ہے جو قاب قوسین کے درجہ میں اللہ کی برتر و بزرگ ذات سے ملاقات کرتی ہے اور جس کو خزانہ خاص سے قرآنی آیات اس ملاقات میں حاصل ہوتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتوں سے مطلع کیا ہے۔ جس ہستی کو ذات کا دیدار حاصل ہے اور دیدار بھی وہ دیدار جس کے تعلق سے اللہ فرماتا ہے سورہ نجم میں آیت ۱۷ ''مازاغ البصر و ما طغیٰ'' ''ان کی نگاہ نہ بہکی نہ حد سے بڑھی'' کیا

واقعی ان کو کہا جارہا ہے نہیں بلکہ رسول اللہ کی ایک جہت بشریت کی ہے اللہ اس جہت بشریت کو مخاطب ہے ۔ایک جگہ قرآن میں رسول اللہ کا تعارف بحیثیت بشریت سے کروایا گیا ہے کیونکہ انسان کو ان کی اتباع کرنی ہے ورنہ لوگ یہ نہ کہیں کہ وہ رسول تھے نور کے تھے ہم ان کی اتباع کیسے کرسکتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے قرآن پر پورا عمل کر کے بتلایا ہے جہاں جہت بشریت میں تعارف کروایا وہیں ایک جگہ قرآن میں یہ بھی فرمادیا کہ ’’کہد واگر روئے زمین میں فرشتے پھرتے بستے تو ہم اتارتے ان پر آسماں سے فرشتہ کو پیغام دے کر‘‘

یہاں یہ واضح کردوں کہ علماء و بزرگانِ دین نے رسول اللہ کی تین جہتیں بیان فرمائیں ہیں ۔ایک بشری ،ایک ملکی ،ایک حقی اور ہم مہدوی رسول اللہ کی ہر جہت میں جن جن چیزوں کی اتباع کا حکم ملا ہے اس پر مکمل عمل کرتے ہیں ۔

اس سے اندازہ ہوا کہ جس ہستی کی بات کی جارہی ہے اس پر لوگ شبہ کریں گے ۔اُس ہستی کے تعلق سے شک میں رہیں گے اس لئے شک اور شبہ نہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے ۔اور اسی تاکید سے اس ہستی مسعود کی اہمیت اور مقام کا اندازہ ہوتا ہے ۔

اللہ کا فضل وکرم ہے کہ ہم شبہ میں نہیں ہیں اللہ کے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے ہم اس شبہ سے دور ہیں اور اس صاحب بینہ ہستی یعنی حضرت مہدی موعودؑ پر ایمان لائے اس صاحب بینہ ہستی کی شان ومقام بھی بذریعہ قران ہم تک پہنچی ، لازمی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھنے والے کو اس ہستی سے عشق ہونا ہی چاہیئے اور عشق کا تقاضہ ہے کہ اس کی اتباع کرنا ویسی ہی جیسے رسول اللہ کی اتباع کرنی ہے جس کے تعلق سے اللہ نے فرمایا قل ان کنتم تحبون الله ....

حضرت مہدی موعودؑ کی اتباع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بعثت مہدیؑ کی ضرورت کو دیکھیں ان کی دعوت پر نظر کریں تاکہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہو اور ان کے احکام کی پیروی کی جاسکے ۔آیئے اس کے لئے احادیث کا سہارا لیتے ہیں ایک حدیث ہے ۔

’’حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مہدی ہم میں سے ہونگے یا اوروں میں سے ۔پس رسول اللہؐ نے فرمایا کہ وہ ہمیں میں

سے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پر دین کو ختم فرمائے گا جیسا کہ شروع کیا ہے اس کو ہم سے''

اس معنی کی ایک اور حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے

یہ شب و روز کا سلسلہ ختم نہ ہوگا کہ ہم اہل بیت سے ایک نوجوان برسر آرا مسند خلافت ہوگا۔ آگے سوال و جواب کے بعد فرماتے ہیں اللہ نے جس طرح اسلام کا آغاز ہم سے (نبی) سے کیا تھا مجھے امید ہے کہ اس کا آخر بھی ہمیں پر (مہدی ہاشمی) پر ہوگا۔

اس روایت کو مصنف ابن ابی شیبہ، دلائل النبوۃ بیہقی، السنن الوردۃ فی الفتن ابوعمر والدنی حدیث نمبر ۵۵۸، ۵۵۹ وصحہ النبوی میں ذکر کیا ہے اور حال میں شائع ہوئی کتاب ظہور امام مہدی ایک اٹل حقیقت کے مطالعہ سے حاصل الفاظ کو یہاں نقل کیا گیا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ دین محمدؐ جو اسلام، ایمان اور احسان ہے حضرت مہدی موعودؑ اس میں تعلیم احسان کی دعوت اور تعلیم کو عام کر کے پورا کرینگے۔ قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ دعوت الی اللہ پر مامور ہیں جیسے رسول اللہؐ مامور تھے اور اس آیت میں دعوت کا ضمن بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قل هذا سبيلي ادعوا الى الله علىٰ بصيرة انا و من اتبعني سبحان الله و ما انا من المشركين.** کہدوائے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ بھی (یعنی مہدی بھی) بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں (سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۸)

یعنی مہدی موعودؑ بھی رسولؐ کی طرح بصیرت پر دعوت دینے پر مامور ہیں۔ یہاں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب رسولؐ نے دعوت دی تو پھر مہدیؑ کس چیز کی دعوت دیں گے اس کی وضاحت کے لئے حضرت عبدالرحمٰن جامی کا یہ اقتباس دیکھیں۔

شرح فصوص الحکم میں لکھتے ہیں'' رسول اللہؐ خاتم ولایت کی طرح حقائق و اسرار کے اظہار پر مامور نہ تھے بلکہ آپ کو مقام تشریح میں اسرار ولایت کے چھپانے کا حکم دیا گیا تھا''

مہدی موعودؑ نے بھی یہی فرمایا کہ رسولؐ کی ذات سرتاپا ولایت تھی مگر رسول اللہؐ احکام ولایت کے بیان پر مامور نہ تھے بندہ مامور ہے۔ حضرت افضل العلماء مولانا سید نجم الدین

صاحب مذکورہ اقتباس حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ اور مہدیؑ کے فرمان لکھنے کے بعد اپنی کتاب ''بعثت مہدی'' میں لکھتے ہیں ''غرض رسول اللہؐ نے مخصوص اصحاب کو جن میں اہلیت وصلاحیت تھی ان اسرار وحقائق کی تعلیم دی''

یہاں ایک اور مہدی موعودؑ کا فرمان دیکھیں تو بات واضح ہوجاتی ہے کہ'' فرمایا مہدی موعودؑ نے کہ جواحکام وبیان ولایت محمد سے تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطہ سے ظاہر ہوں'' (عقیدہ شریف)

اس سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ رسول اللہؐ کی ولایت کے احکام کی عام دعوت وتبلیغ حضرت مہدی موعودؑ پر موقوف تھی ولایت کا راستہ عشق کا راستہ ہے اور جو یہ راستہ بتاتا ہے کیا ہم کو اس سے عشق نہیں ہونا چاہیئے ؟

اور ایک جگہ فرماتے ہیں'' **خلق را سوئے توحید و عبادت دعوت می کنم**'' میں مخلوق کو توحید اور (خدا کی) عبادت کی دعوت دیتا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں ہم کو دیدار یار کے لئے مبعوث کیا گیا ہے ورنہ اور کیا کام ہے جس کے لئے بعثت کی ضرورت ہے۔

ان فرامین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کی توحید کی دعوت دیکھتے دیکھاتے دی جائے جیسا کہ انسان کو خلق کرنے کے مقصد کے تعلق سے حدیث قدسی میں ہے کہ'' میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ جانا جاؤں......

ان آیات قرآنی ، احادیث اور فرامین پر غور کرنے سے مہدیؑ کی دعوت کیا تھی اور مہدیؑ سے عشق کرنا ہے معلوم ہوا اب تقاضہ عشق یہ ہے کہ اس دعوت پر عمل کرنے کے لئے جو جو احکام مہدی موعودؑ نے دیئے ہیں ان پر عمل کیا جائے اور مطابقت قرآن مہدی موعودؑ نے دیدار خدا کی طلب رکھنے کو فرض فرمایا ہے اور اس کے حصول کے لئے جو فرائض ولایت بتائے ہیں ان پر عمل پیرا رہنا ہی مہدی موعودؑ سے عشق کرنے کا تقاضہ ہے اور جو شخص اپنے دعویٰ میں جتنا سچا ہوگا اتنا ہی حضرت مہدی موعودؑ کی اتباع کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرے گا۔

حضرت مہدیؑ نے قرآن کی اس آیت کی مطابقت میں ہی طلب دیدار خدا اور ترک دنیا کو فرض گردانا ہے۔

فمن کان یرجو لقا ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک لعبادة ربه احدا

جو شخص اپنے رب کی لقا کا امیدوار ہو اسے چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہاں عمل صالح سے مراد مہدی موعودؑ نے ترک دنیا فرمایا ہے اور ایسی ہی آیتوں سے صحبت صادقین، عزلت از خلق، ذکر دوام وغیرہ کو فرض فرمایا ہے ان کو ہم فرائض ولایت کہتے ہیں ہم کو اس پر عمل کرنا چاہیئے اور مہدی موعودؑ نے اس پر عمل کر کے بھی بتا دیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے۔ تقاضہ عشق یہ بھی ہے کہ ہم بے چو و چراں ان فرامین پر عمل کریں نہ کہ ان فرامین پہ شبہ کریں کہ یہ فرمان صحیح ہے یا نہیں یہاں اپنی عقل اور سمجھ کو استعمال کرنے کے بجائے عشق مہدیؑ میں عمل کریں اور اگر اخلاص ہوگا تو اللہ آگے راستہ کی نشاندہی کر دے گا۔

دائرہ حضرت مہدی موعودؑ کا بغور مطالعہ کریں تو مہدی موعودؑ سے اصحاب مہدی کے مہدی موعودؑ سے عشق کے واقعات کئی ملیں گے اس مختصر مضمون میں ان کا بیان طوالت کا سبب ہوگا۔

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کا مہدی سے عشق اپنی جگہ ایک مثال ہے حضرت بندگی میاں کی ذات بابرکات وہ شاندار نمونہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عشق کی آگ دل میں کیسے پیدا کی جائے۔ مہدی موعودؑ کے عشق ہی کی وہ خاصیت تھی کہ آپ جنگ میں جب اپنی تلوار میان سے نکالتے ہیں اور آپ کو کروبیاں (یعنی فرشتے) کا بھی اتنی تلوار نکالنا اور حملہ کے لئے تیار ہونا بتایا جاتا ہے تو آپ تلوار واپس میان میں رکھ دیتے ہیں کہ میرے مہدیؑ نے آج مجھے فتح حاصل ہونے کی بشارت دی، میں کسی بھی ہتھیار سے لڑو فتح ضرور ہوگی اور دوسرے دن شہادت حاصل ہوگی۔ یہ یقین آپ کے عشق میں کمال پر ہونے کی دلالت کرتا ہے۔ آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اس طرح کا مہدی موعودؑ پر یقین اور عشق عطا کرے۔ آمین۔

☆☆☆

القرآن والمہدی امامنا

یہ ہماری تسبیح کا تیسرا حصہ ہے۔ ہماری پوری تسبیح یوں ہے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ. اللہ الہنا محمد نبینا. القرآن والمہدی امامنا آمنا و صدقنا

بعض کم علم لوگ اس تعلق سے جو دل میں آتا ہے کہتے ہیں اس لئے سوچا گیا کہ اس بات کو نص قرآنی سے دیکھنا چاہیئے کہ جو بولا جارہا ہے کیا قرآن کی مطابقت میں ہے؟ پہلا حصہ تو سب کی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کلمہ ہی ہے جس میں اللہ کی وحدانیت اور محمدؐ کے رسول ہونے کا اقرار ہے اور دوسرے حصہ میں بھی اللہ کی وحدانیت کو خاص اور صرف ایک معبود کے طور پر زور دے کر کہا جاتا ہے اور ساتھ ہی محمد عربیﷺ کے نبی اور نبی کے ساتھ جو محبت ہونی چاہیئے اس کے اظہار کے ساتھ ہمارے نبی ہونے کا اقرار کیا جاتا ہے اور تیسرے حصہ میں القرآن والمہدی امامنا یعنی قرآن اور مہدی ہمارے امام ہیں امنا وصدقنا یعنی ان پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

اس عنوان کے تحت ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ آیا القرآن والمہدی امامنا جو کہا جاتا ہے نص قرآنی سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے یا نہیں قرآن میں ہی، کیا قرآن کو امام کہا گیا ہے یا نہیں۔ قرآن سے مہدی کی امامت خاص ثابت ہے یا نہیں۔قرآن کو امام کہا گیا ہے یا نہیں دیکھنے کے لئے قرآن کے ناموں کا تفصیل سے جب جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو العظیم، الحکیم، المجید، الفرقان، الھدا، الکریم ایسے کئی ہیں۔علامہ سیوطی نے تو قرآن کے 50 سے زیادہ نام بتائے ہیں۔جس میں ھدا، ہدایت دینے والا نام ہے اور امام ہدایت ہی دیتا ہے۔قرآنی آیات سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ سورہ الاحقاف میں آیت نشان ۱۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **من قبلہ کتب موسیٰ اماما و رحمتہ** ......یعنی اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام ورحمت ہے اور آگے آیا ہے کہ یہ کتاب تصدیق فرماتی عربی زبان میں کہ ظالموں کو ڈر سنائیے اور نیکوں کو بشارت۔

اس آیت شریف میں یہ بتایا جارہا ہے کہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب (توراۃ) امام

بھی ہے اور رحمت بھی۔سوال یہ ہے کہ کس سے پہلے ؟ اُس کا جواب ہوگا فی الوقت جو کتاب ہے جس میں یہ آیت ہے یعنی قران۔اس کتاب سے پہلے یعنی قرآن سے پہلے ایک کتاب تھی جو امام ورحمت تھی۔موجودہ کتاب بھی امام ورحمت ہی ہوگی پھر آگے پچھلی کتاب کی امام ورحمت ہونے کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان میں ظالموں کو ڈرسناتی ہے یعنی ڈراتی ہے اور نیک لوگوں کو بشارت سناتی ہے۔قرآن کی بھی ایسی ہی ایک صفت دوسری جگہ بتائی گئی ہے کہ ’’اس قرآن کے ذریعہ وحی ڈرانے کے لئے بھیجی گئی ہے‘‘

یعنی موسیٰ کی کتاب بھی ڈرسناتی تھی اور موجودہ کتاب بھی ڈرسناتی ہے یا ڈراتی ہے تو موسیٰ کی کتاب جیسے امام تھی ویسے ہی قرآن بھی امام ہوئی۔

اس کے علاوہ قرآن میں سورہ ہود کی آیت میں آیا ہے کہ **افمن کان علی بینه من ربی و یتلوه شاهدمنه و من قبله کتب موسیٰ اماما و رحمته** یعنی وہ اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہے اور اس کی شاہد (قرآن) ہے اس سے پہلے کتاب موسیٰ (توراۃ) بھی شاہد ہے اور وہ امام ورحمتہ ہے۔اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن امام ہے اور اس میں بھی اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب کہا گیا ہے۔اس لئے ہم قرآن کو امام مانتے ہیں۔

اگر ہم عام فہم طور پر سمجھنے کی کوشش کریں گے تو یوں کہا جاسکتا ہے جیسا کہ ایک امام جس کو پیش امام بھی کہتے ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں جیسا وہ حرکت کرتا ہے آپ حرکت کرتے ہیں اُسی طرح جب قرآن کو کہا جاتا ہے کہ دستور حیات ہے اور اس پر پوری طرح عمل کرنا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بھی امام ہے اُس کی کسی آیت کسی نقطہ سے بھی انکار نہیں کرسکتے۔اسی لئے حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔جیسا کہ نماز میں امام کی کوئی بھی حرکت مقتدی کے لئے منسوخ نہیں ہے۔

اب المہدی پر غور کرتے ہیں۔سب سے پہلے یہ طے کرلینا ضروری ہے کہ اس میں مہدی کو ال کے ساتھ بولتے ہیں اس لئے یہ معرفہ ہوا اور خاص مہدی کی بات کی جارہی ہے جس کے تعلق سے حدیث میں آیا ہے فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ کیسے ہلاک ہوگی میری امت جس

کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں مہدی میری اہل بیت سے۔

اس حدیث میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ رسول نے اپنے بعد دو ہستیوں کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ میری قوم کیسے ہلاک ہوگی میں سے مراد تو محمد رسول اللہ ﷺ ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے صرف عیسیٰ نہیں کہا گیا بلکہ یہ بتایا گیا کہ وہ عیسیٰ جو ابن مریم ہیں اور درمیان میں صرف مہدی نہیں کہا گیا ہے بلکہ مہدی کی خصوصیت بتائی گئی ہے کہ وہ میری اہل بیت سے ہوگا یعنی ایک خاص ہستی ہوگی اور یہ موعود ہوگی اس لئے المہدی کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ کئی ایک احادیث ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک موعود ہستی کی بعثت ہوگی جس کا نام رسول اللہ ﷺ کا نام ہوگا جس کا کام رسول اللہ ﷺ کا کام ہوگا جس کے اخلاق رسول اللہ ﷺ کے اخلاق ہونگے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ خطا سے پاک ہوگا۔ جیسا کہ رسول اور نبی خطا سے پاک ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں جو احادیث آئی ہیں وہ درجہ متواترہ کو پہنچ گئی ہیں اور درجہ متواترہ پر تمام اہل سنت علماء و محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کا انکار کفر میں داخل ہے۔

مہدی موعودؑ کی ہستی کو رسول اللہ نے خلیفۃ اللہ اور امام جیسے لقب سے متعارف کروایا۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں امام کا مطلب بالکل واضح تھا اس لئے کسی صحابی رسولؐ یا خلیفاء رسولؐ نے اپنے ساتھ امام کے لقب کا استعمال نہیں کیا کیونکہ امام کا درجہ وہ ہے جس کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔ سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **و جعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا** یعنی اور بنایا ہم نے اُن کو امام ہدایت کرتے ہیں ہمارے حکم کی بنا پر۔

یعنی جو امام ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم پر یعنی وحی بالواسطہ یا وحی بلا واسطہ اللہ سے حکم حاصل کرنے کے بعد ہی حکم لگاتا ہے اور دعوت پیش کرتا ہے اور اپنی طرف سے کچھ بھی حکم نہیں لگاتا۔ اس سے بات صاف ہوجاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہدایت بحکم اللہ تعالیٰ ہوتی ہے۔ اس درجہ کی ہستی کو ہی امام کہا جاتا ہے۔ اس لئے مہدئ موعودؑ نے اپنے بیانِ قرآن کے سلسلہ میں یہ واضح کیا کہ مجھے روز اللہ سے بلا واسطہ تعلیم ہوتی ہے۔ میں اپنی مرضی سے یا کتب پڑھ کر

بیانِ قرآن نہیں کرتا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مہدیؑ کی دعوت اللہ کے حکم کی بنا پر ہے۔

اس گفتگو سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ مہدیؑ کے بارے میں رسول اکرمؐ نے امام کا جو لفظ استعمال کیا ہے وہ کتنا جامع ہے اور اس میں ان کے مقام، ان کے کام کا تعین بھی ہوگیا ہے۔ اس لئے یہ مہدی عام ہدایت کرنے والی ہستی نہیں اس لئے المہدی کہا جاتا ہے۔

اب تک کی گفتگو میں القرآن اور المہدی پر یہ بات صاف ہوگئی کہ قرآن امام کس طرح ہے اور المہدی کی صفت امام کس طرح ہے۔ اب تیسرا لفظ امام کی یہاں اور وضاحت کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ کسی شخص کو کسی فن پر دسترس بہ درجہ کمال حاصل ہو اور اس میدان میں اس کا کوئی ثانی ہیں ہو تو ایسے شخص کو اس فن یا علم کا امام کہا جاتا ہے عام طور پر لفظ امام ایک تو جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے نماز کا امام ہوتا ہے۔ دوسرا امام فقہ، تفسیر یا احادیث کا ہوگیا۔ پہلا امام جو نماز کا ہے اس کا دائرہ بہت ہی محدود ہے وہ صرف نماز شروع سے ختم ہونے تک امام ہے۔ دوسرا امام فقہ یا تفسیر و احادیث کا امام ہے۔ امام بخاریؒ امام التفسیر، امامِ القراء، امام الفقہ، جیسے امام ابوحنیفہ وغیرہ۔ یہ عالم ہوتے ہیں جن کو امام کا لقب دے دیا گیا ہے یہ قرآن، احادیث اقوال صحابہ پر صحبت صادقین میں رہکر استنباط کرتا ہے اور جب اجتہاد کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور اس اجتہاد میں صدق ہوتا ہے تو یہ تفاسیر اور احادیث کے علم پر فقہ عوام الناس کی رہبری کے لئے تدوین کرتے ہیں یہ جو عمل ہے ان کا تقلیدی ہے اس لئے یہ لغوی اعتبار سے امام ہیں اور ان کو امام کہا جائے یا نہ کہا جائے اس کے لئے قرآن اور حدیث میں کوئی بندش نہیں ہے اس لئے انہیں عوام الناس امام سے موسوم کرتے ہیں اور یہ مقام بڑا محدود ہوتا ہے اس کے عمل اور مرتب کردہ چیزوں میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے باوجود اس کے کہ ان کے عمل میں صدق ہوتا ہے اجتہاد ہوتا ہے مگر ان کا فرمایا ہوا حجت نہیں ہوتا اور ان کا عمل خطا وثواب پر منحصر ہوتا ہے۔

لیکن ہم جس امام کا ذکر کررہے ہیں جس کی شان سورۃ الانبیاء کی ۷۳ آیت میں بتائی گئی ہے جس کی شان سورہ البقرہ میں بتائی گئی ہے کہ **قال انی جاء علک للناس اماما .**

ترجمہ: فرمایا میں تم کو لوگوں کا امام (مقتداء) بناؤنگا۔

یہاں حضرت ابراہیمؑ سے کہا جارہا ہے جبکہ وہ رسول ہیں نبی ہیں اور ایک مقام عطا کرنے کی بات کی جارہی کہ میں تم کو لوگوں کا امام بناؤں گا سبحان اللہ کیا مقام ہے اور ابراہیمؑ عرض پیش کررہے ہیں دعا کررہے ہیں کہ قال ومن ذریتی اور میری اولاد میں سے بھی (امام بنا) تو اللہ فرماتا ہے **قال لاینال عهدالظالمین** (فرمایا میرا عہد (وعدہ) ظالموں کے لئے نہیں ہے)

یہاں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے ابراہیم علیہ السلام کو امام بنائے گا اور وہ دعا کررہے ہیں کہ میری اولاد سے بھی امام بنا تو وعدہ کرتا ہے اور مقام بھی بتارہا ہے کہ وہ ظالموں میں سے نہیں ہوگا۔ اس کو واضح طور پر سمجھ لینے کے لئے والد بزرگ حضرت سید علی برتر صاحب قبلہؒ کے ایک مضمون کا اقتباس دیکھیں۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے درخواست کی کہ میری اولاد سے بھی امام بنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو قبولیت کا شرف بخشتے ہوئے یہ شرط بھی بیان کردی۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے ایسے فرزندوں کو امامت دی جائے گی جو ظالم نہیں ہونگے۔ ظالم وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے گناہ سرزد ہوتا ہے اس طرح اللہ کا وعدہ امامت کے لئے اولاد ابراہیم میں صرف معصوم لوگوں کے لئے ہے عصمت یعنی گناہ کا سرزد نہ ہونا اور معصوم ہونا اس آیت شریفہ کے لحاظ سے ایک لازمی شرط قرار پائی اور صفتِ عصمت سوائے انبیاء اور خلفاء اللہ کے دوسروں میں نہیں پائی جاتی (قرآن مہدی اور امامت)

حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا وہ امام مسلم جس کے لئے ابراہیم نے دعا کی وہ انہیں کی اولاد سے ہو وہ فقط تیری ذات ہے نہ کہ کوئی اور (رسالہ بژدہ آیات)

اس کو بزبان رسول حدیث میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہدیؑ کے لئے معصوم عن الخطا ہونا فرمایا ہے۔ ظہورِ مہدیؑ کے باب میں جو احادیث ہیں اس میں ایک حدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''مہدی میرے اہل بیت سے ہوگا میرے نقش قدم پر چلے گا اور کبھی خطا نہیں کرے گا''

تمام گفتگو کا حاصل ہوا کہ ہم جس امام کی بات کررہے ہیں وہ صاحب حجت، صاحب بینہ

ہے۔اس لئے المہدیؑ ہمارے وہ خاص امام ہیں جس کا وعدہ اللہ نے یہ کہتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھاقال **لا ینال عهد الظالمين** ۔اس لئے ہم القرآن اورالمہدی کونص قرآنی کی روسے اپناامام مانتے ہیں نہ صرف مانتے ہیں بلکہ ہرروزاس کوہم باآ وازِ بلنداعلان کرتے ہیں۔

روز میثاق اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھا **الست بربکم** ہم نے جواب دیابلٰی یعنی کیامیں تمہارارب نہیں ہوں ہم نے کہاہاں بے شک تو ہی ہمارارب ہےاوراس ''ہمارارب ہے'' میں یہ بات جامع تھی کہ جب ہم نے اللہ کوبحثییت رب اپنارب تسلیم کرلیا تو اس کی طرف سے نازل ہونے ولی ہر چیز، ہرفرمان، ہر بات، ہرحکم پر ہماری ہاں ہےاوراس پرایمان لانے کا ہم نے جوعہد کیا ہے جس میں اس کی طرف سے روانہ کردہ رسول و نبی اورخلیفتہ اللہ اوران کے ساتھ اللہ کی کتاب اور ہدایت آئے گی اس پرایمان لانا اورتصدیق کرنا موجود ہے۔اور جب اللہ نے رسول اوراپنی ہدایات (کتاب) بھیجی تب ہم روز میثاق کےعہد کےمطابق اس پرایمان لائے اورتصدیق کی اور یہ بھی واضح رہے کہ چونکہ ہم آخری سے آخری مبعوث من اللہ ہستی (حضرت مہدی موعودعلیہ السلام) اوراللہ کے ہرحکم (فرائضِ ولایت) پرایمان لاچکے ہیں اس لئے ہم اللہ کی محبوب قوم میں شمار کئے جاتے ہیں۔اورہم مہدویوں کا یہ خاصہ ہے کہ ہم روز باآ وازِ بلنداس کودہراتے ہیں کہ اللہ ایک ہے،اللہ کےسواء ہمارا کوئی معبودنہیں،محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اوردہراتے ہیں ہمارامعبوداللہ ہےاورمحمدؐ نبی ہیں۔القرآن والمہدیؑ ہمارے امام ہیں ہم ان پر ایمان لائے اورتصدیق کی۔ ہمارے ایمان لانے اورتصدیق کرنے کے جملہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ ہم اپنے عہد سے وفاداری کا اعلان کررہے ہیں اسی لئے حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے فرمایا کہ جتنا بلندآواز میں تسبیح پڑھوگےاُتنا ثواب ملے گا۔

☆☆☆

ایمان اور متشبہات

اجالا جب افق سے جھانکتا ہے
پرندہ سونچ کا تب جاگتا ہے

کہ مصداق حضرت مولانا سید میرانجی عابد خوندمیری صاحب کا مضمون ''امام مہدی موعودؑ کا پسندیدہ کلام مع تشریح احکام'' پڑھنے میں آیا جس میں مندرجہ ذیل کلام

الٰہی دل بجائے بستہ گردد الٰہی دل ایسی جگہ لگا رہے
ازاں دل بستگی جاں رستہ گردد کہ اس دلبستگی سے جاں نجات پائے
مبادا دل بجائے بستہ گردد کزوں ایسا نہ ہو کہ دل اِسی جگہ بندھا رہے
دل بستگی جاں خستہ گردد کہ اس دل بستگی سے جاں تباہ ہوجائے

بحوالہ مولود مولف میاں عبدالرحمٰنؓ اور شواہد الولایت دیا گیا تو فوراً ذہن میں یہ خیال جاگا کہ یہ کلام تو ایک حدیث پر عمل پیرا ہونے کے لئے دعائیہ کے طور پر لکھا گیا ہوگا۔

پوری حدیث دیکھنے سے یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس میں جو فرمایا ہے وہ بات اتنی جامع ہے کہ اس پر ہی عمل کر کے ہر انسان اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں سکون حاصل کرسکتا ہے اور اس حدیث پر مکمل عمل پیرا ہو کر آدمی ہر حال میں اپنے ایمان کو بچا سکتا ہے ویسے تو کسی بھی فرمانِ رسول سے روگردانی آدمی کو کہیں کا نہیں رکھتی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنے والے لوگوں کے لئے ایک حد مقرر کردی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے جب دنیا میں روانہ کردیا تو اس کی ضروریات کو اس دنیا میں بڑی فیاضی اور فراوانی کے ساتھ پیدا بھی کردیا ساتھ ہی انسان کو عقل سے بھی نوازا تاکہ اپنی ضرورت کے مطابق کئی دوسری چیزوں کو ایجاد کرسکے ساتھ ہی ساتھ زمین سے چیزیں اگانے کا علم بھی عطا کردیا یعنی زندگی کے ہر شعبہ کو چلانے اور ترقی دینے کی

صلاحیت بھی ودیعت کردی۔

اللہ تعالیٰ نے ایک طرف آدم کے دشمن ابلیس کو انسان کو بہکانے اور خدا کی راہ سے ہٹانے کی چھوٹ دے دی تو دوسری طرف آدم اور اولادِ آدم کو جس مقصد کے تحت خلق کیا گیا تھا وہ مقصد اور منشاء خداوندی بتانے اور اللہ کے منشاء کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے۔ ہدایت پہنچانے کا بندوبست کیا اور ایک کے بعد ایک ضرورت کے تحت رسول و پیغمبر اور خلیفۃ اللہ کو دنیا میں روانہ کیا جنہوں نے اللہ کے احکامات کو انسانوں کے سامنے پیش کیا اور آخری صحیفہ ہدایت یعنی قرآن نازل کیا گیا اور اس کی عملی تفسیر کے لئے خاتم النبین رسول مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث کیا گیا اور اسی صحیفہ ہدایت کے بیان کے لئے خاتم الولایت محمد یہ مہدی موعود علیہ السلام کی بھی بعثت ہوئی۔

بعثت نبوی کے بعد کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ محسوس ہوگا کہ آپ کی بعثت کے بعد انسانیت کس بلندی کو پہنچی۔ آپ کی آمد نے دنیائے انسانیت میں کیا عظیم انقلاب پیدا کیا۔ وہ معاشرتی ہو کہ تمدنی یا کلچر کے میدان میں ہو یا حکومت کرنے کی بات ہو یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے اُسوہ سے دنیا کو یہ بتادیا کہ قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جاسکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ**(احزاب) (تم لوگوں کے لئے رسول کی ذات ایک عمدہ نمونہ ہے)

جس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے وہ حدیث صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۳۹ اور بعض ناشرین کی کتب میں ۴۹ ویں حدیث ہے۔ حدیث یوں ہے۔

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا کہا ہم سے زکریا نے انہوں نے عامر سے کہا میں نے لقمان بن بشیر سے سنا وہ کہتے تھے میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے حلال کُھلا ہوا ہے اور حرام کُھلا ہوا ہے اور دنوں کے بیچ میں بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے کہ (حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو

بادشاہی رمنہ کے آس پاس (اپنے جانوروں کو) چرالے اور قریب ہے کہ وہ رمنہ کے اندر گھس جائے سن لو ہر بادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہے سن لو اللہ کا رمنہ اس کی زمین میں حرام کی چیزیں ہیں۔ سن لو بدن میں ایک مچھ (گوشت کا لوتھڑا) ہے جب وہ درست ہوگا سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا سارا بدن بگڑ گیا سن لو وہ مچھ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے۔

رمنہ کے معنی ہیں شکارگاہ، صدگاہ، چراگاہ، سبزہ زار (لغت آصفیہ) یعنی اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حرام اور حلال چیزوں کے علاوہ کچھ چیزیں کام، عمل ایسے ہیں جو مشتبہ ہیں اور اگر تم کوئی چیز استعمال کرنے یا کوئی کام یا عمل کرنے میں شبہ پاؤ تو اس کو بہتر ہے کہ چھوڑ دو اور رمنہ یعنی چراگاہ میں چرانے کی مثال دے کر بتایا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جانور کی طرح منہ اُٹھائے دوسرے کی چراگاہ میں جس میں جانا سخت منع ہے اس میں گھس جاؤ۔

اس حدیث میں ایک خاص بات آخر میں یہ بھی بتادی گئی کہ ہر آدمی کا دل درست ہونا چاہیئے یہاں دل درست سے مراد دل میں اخلاص فی الدین، اخلاص فی العمل اور وہ اللہ کے لئے خالص ہونا ہے کیونکہ اخلاص سے ہی دل درست ہوسکتا ہے اور اخلاص سے ہی اس کی درستگی قائم رہ سکتی ہے۔

اسی اخلاص کے لئے دعائیہ طور پر شاعر نے وہ کلام لکھا ہوگا ''دل ایسی جگہ لگا رہے'' اور اس لئے حضرت مہدیؑ کو یہ کلام پسند آیا اور آپ نے اس کو دہرایا ہے۔

سائنس کے اعتبار سے تو سب جانتے ہیں آپ جو چیزیں کھاتے ہیں اس کا خون بنتا ہے اور اگر آپ ان مشتبہ چیزوں کی کمائی کھائیں گے تو لازم ہے کہ خون خراب بنے گا اور اس کو صاف کرنے کا آلہ بھی خراب ہوگا۔ اور حدیث کے آخری حصہ کے مطابق دل خراب ہوگا تو سب خراب ہوگا۔

اگر ہم اس حدیث میں بیان کردہ بیچ کی چیزوں اور عمل پر غور کرتے ہیں تو زمانے کی ترقی اور ایجادات اور سائنسی علم کی بنیاد پر کئی ایسی چیزیں وجود میں آئیں ہیں کہ ان کا ذکر قرآن اور حدیث میں لغوی اعتبار سے نہیں ملتا لیکن قرآن اور حدیث میں بیان کردہ چیزوں سے

مطابقت پیدا کرتے ہیں تو کئی چیزوں کی نشاندہی ہو جاتی ہے اس کو اجتہاد بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر آپ کے اجتہاد میں کہیں بھی غلطی ہوئی تو آپ خود سونچ سکتے ہیں آپ کے ایمان کا کیا حال ہوگا اس لئے مجتہد حضرات اور مفتی حضرات جب کوئی بات کہتے ہیں تو آخر میں واللہ عالم کہتے ہیں ۔جیسے شراب کے تعلق سے سب یہ جانتے ہیں کہ اس کا استعمال اس کی تجارت اس کی نقل وحرکت اس کی تشہیر یعنی اس کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں جو کچھ مراحل آتے ہیں اس میں کسی بھی مرحلہ سے ہونے والی آمدنی حرام ہوگی۔ ویسے ہی سودی کاروبار حرام ہے لیکن آج ضروریات زندگی میں بنکوں کا نظام کچھ اس طرح داخل ہوتا چلا جارہا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں رہا۔اس لئے اور بعض لوگ ضرورت شدید کے طور پر کئی ایک فتویٰ دے ڈالے اور حرام کو متشبہات میں داخل کردیا۔بنکنگ نظام متشبہات میں آ گیا۔

ویسے ہی فوٹو گرافی ہے۔ ویسے تو تصویر کشی یا تصویر اتارنا،تصویر بنانا منع ہے لیکن آج کی ضروریات زندگی میں راشن کارڈ کے لئے ،آئی ڈی کارڈ کے لئے ، پاسپورٹ کے لئے سخت ضروری ہے تو انسان کو چاہیئے کہ سخت ضرورت کے لئے ہی اس کو استعمال کرے۔ اس حد تک مجتہدین نے اجتہاد کیا اور اس کی بنیاد پر فتوے بھی دیئے۔ حج کو جانا بغیر فوٹو کے ممکن ہی نہیں لیکن پورٹریٹ بنانا یا بنوانا کہاں صحیح ہوسکتا ہے اور آج لوگ اس عمل کو ایک فن کے طور پر، ایک اہمیت کے طور پر اپنے آپ کو اس کا ماہر بتاتے ہیں۔ ویسے ہی ویڈیوگرافی ہے۔کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ شادی بیاہ میں ویڈیو لینے کا عمل صحیح ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ بھائی باہر جانے کے لئے مختلف ملکوں کی جانب سے اس کی شرط رکھی گئی ہے وہ الگ ضرورت ہوگی لیکن کیا اس سے ہونے والی آمدنی صحیح ہے۔کیا یہ متشبہات میں نہیں آتی ہے اس حدیث کی رو سے کیا ہم کو اس سے بچنا نہیں چاہیئے بعض لوگوں نے دین پھیلانے ،میڈیا کے استعمال کے لئے جس سے تبلیغ ہوسکتی ہے آپ کا علم دوسروں تک پہنچ سکتا ہے اس کو مباح کہا ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے آخر میں جو کہا ہے دل درست ہونا چاہیئے یعنی اللہ کے لئے اخلاص ہونا ہر کام کی شرط ہے اور اگر کوئی کام کیا جارہا ہے وہ متشبہات میں ہے اور سخت ضرورت کے تحت یا تبلیغ کے لئے کیا جارہا ہے اور نیت نیک ہے تو اللہ

معاف کرنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لا الہ الااللہ پڑھے وہ جنت میں داخل ہوجائے گا ایک صحابی سب کو یہ فرمان بتاتے جارہے تھے حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو فوراً ان کو پکڑ کر رسول اکرم ﷺ کے سامنے لائے اور عرض کیا کہ کیا آپ نے ایسا کہا ہے تب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اگر وہ لا الہ الااللہ پڑھا اور اسی وقت اس کا دم آسان ہوگیا تو وہ جنت میں جائے گا۔یعنی آخری سانس میں لا الہ الااللہ پڑھا یا یوں سمجھیں کہ ایمان لانے کے ساتھ ہی وہ اللہ کو پیارا ہوگیا تو وہ واقعی جنت میں جائے گا لیکن اگر اسکو مہلت ملی اور رسولؐ کے دوسرے فرامین پر عمل نہیں کیا تو علیحدہ بات ہوجائے گی۔اب اگر لوگ اس کو آج کے زمانے میں یہ کہتے ہیں جس نے کلمہ پڑھا وہ جنت میں جائے گا کوئی کسی کو کافر نہیں کہہ سکتا تو بات سمجھنے میں اس نے غلطی کی اور غلط بیانی سے کام لے رہا ہے لہذا بات غلط سمجھنے، غلط بیانی سے کام لینے اور لوگوں کو آدھی بات بتانے اور غلط راہ پر ڈالنے کا عذاب اس کی گردن پر ہوگا اسی طرح متشبہات کے استعمال کے تعلق سے جو غلط سمجھے اور غلط بیانی سے کام لے اسکا عذاب اس کی گردن پر ہوگا۔

ان متشبہات پر نظر کریں تو کئی چیزیں آپ کو نظر آئیں گی جیسے علم نجوم، علم سمت ایسے کئی علوم ہیں۔عمل میں بھی کئی چیزیں آئیں گی تو عبادات میں بھی آئیں گی کہ کسی عبادت کو کسی طرح ادا کرنا چاہیئے اور اگر اس کی قبولیت میں شبہ ہو تو اس سے بہتر طریقہ مجتہدین وعلماء کرام نے بتایا ہے اس پر عمل کرنا چاہیئے جیسے ہم مہدوی کو غیر مہدوی کی اقتداء کا مسئلہ ہے۔بفرمان مہدی موعودؑ اور اس کے بعد اجماع ائمہ مجتہدین نے بھی ایک مسلک کے پیروکار کو دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے لیکن اگر کسی کو شبہ ہے بھی تو اس حدیث کی رو سے ہمارا عمل کیا ہونا چاہیئے واضح ہوجاتا ہے۔اس لئے مہدی موعودؑ نے عالیت پر عمل کرنے کے لئے تاکید کی ہے۔

زندگی کے ہر شعبہ کی بات کی جارہی ہے تو آج کے ہمارے محفلوں یا ملاقاتوں میں یہ عام بات ہوگئی ہے کہ کسی نہ کسی کے کوئی عمل پر تبصرہ کرے اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ بھائی یہ تو غیبت

ہوجاتی ہے تو یہ فرمایا جاتا ہے کہ اگر وہ شخص ہمارے سامنے آجائے تو جو بات ہم اس کی غیر موجودگی میں کہتے ہیں اتنی اخلاقی جرأت رکھتے ہیں کہ اس کے سامنے بھی اس کو دہرا سکیں اس لئے ہمارا یہ عمل غیبت میں شمار نہ ہوگا اور جب وہ سامنے آتا ہے تو خاموش ہوجاتے ہیں۔اس طرح غلط بات اور حرام کام کو متشبہات میں داخل کردیا جارہا ہے۔

کسی کے بھی تعلق سے کوئی بات کرنے سے پہلے بہت کچھ سوچنا چاہیئے۔یہ عمل تلوار کی دھار پر چلنے سے بڑا کام ہے لیکن لوگ اس کو عام وخاص وقت گذاری کے لئے کررہے ہیں حد یہ ہوگئی ہے کہ جو شخص اس دنیا سے چلا گیا اس کے تعلق سے بھی جو دل میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں جبکہ وہ نہ ان کے سامنے آنے کے قابل ہے کہ اپنی اخلاقی جرأت بتائیں اور غیبت کے زمرے سے باہر آجائیں اور نہ وہ جواب دینے کے قابل ہے۔

ایک ایسا واقعہ بھی نظر سے گذرا کہ ایک صاحب دوسرے صاحب کے ایمان،اخلاق اور عمل کے تعلق سے بیان کررہے تھے جبکہ اپنی پوری زندگی میں انہوں نے اس کے ساتھ دو منٹ بھی نہیں گذارے آپ خود ہی غور کریں کہ ان کے بیان کی بنیاد کس پر ہے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہی محافل میں انہوں نے جو سنا تھا سنی سنائی شروع کردی۔

ان اعمال کو اگر آپ اس حدیث کی مطابقت میں دیکھیں تو کیا نتیجہ آتا ہے وہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔

سب فنون اور شعبوں میں سب سے اچھا شعبہ سب جانتے ہیں کہ تعلیم کا مانا جاتا ہے۔ استاد کیسا ہوتا ہے استاد کو کیا ہونا چاہیئے حال ہی میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی کتاب میں پڑھنے کو ملا۔اُس اسکیل سے ہٹیں تو استاد استاد نہیں رہتا۔اسی طرح ہر پیشہ کا معاملہ ہے۔اس کتاب کا اقتباس دیکھیں

''استاد کی کتابِ زندگی کے سرورق پر علم نہیں لکھا ہوتا محبت کا عنوان ہوتا ہے،اُسے انسانوں سے محبت ہوتی ہے سماج سے محبت ہوتی ہے،اچھے استاد کی روح میں حق وصداقت حسن وجمال نیکی وتقدس انصاف اور آزادی کے مظاہر کی گرمی ہوتی ہے جس سے وہ دوسرے دلوں کو

گرماتا اور جس میں تپا تپا کر اپنے شاگردوں کی سیرت کونکھارتا ہے اچھے استاد میں اہلِ قوت اور حکمرانوں کی سیرت کا ایک ذرہ بھی نہیں ہوتا اس میں اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے حکمراں جبر کرتے ہیں اور یہ صبر کرتا ہے اور وہ مجبور کر کے ایک راہ پر چلاتے ہیں اور یہ آزاد چھوڑ کر ساتھ لیتا ہے۔ ایک کے وسائل میں تشدد اور زبردستی، دوسرے کے محبت اور خدمت، ایک کا کہنا ڈر سے مانا جاتا ہے دوسرے کا شوق سے، ایک حکم دیتا ہے اور دوسرا مشورہ، وہ غلام بناتا ہے یہ ساتھی۔ جب ساری دنیا مایوس ہو جاتی ہے تو بس دو آدمی جن کے سینے میں امید باقی رہتی ہے ایک اس کی ماں دوسرا اچھا استاد‘‘

اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد ہر کوئی محسوس کر سکتا ہے کہ ڈاکٹر ذاکر حسین نے استاد کی جو شکل پیش کی ہے وہ کہاں سے حاصل کی تو یہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ اُسوہ رسول ﷺ سے ہی انہوں نے اس اسکیل کو مرتب کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب کی ایک ایسی جماعت تیار کی تھی کہ اس سے پہلے تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اس جماعت کو رسولؐ نے اپنی اور اللہ کی محبت کی بنیاد پر اصحاب کی ذہن سازی کر کے تیار کیا تھا۔

یہ اسکیل نہ صرف استادوں کے لئے ہے بلکہ ہر کسی کے لئے ہو سکتی ہے، کسی بھی پیشہ کا آدمی ہو کیونکہ اس میں ایک خاص چیز یہ بتائی گئی کہ اس میں اخلاص ہے قوت کا زور نہیں۔ آج لوگ اپنی قوت پر طاقت پر بھروسہ کرتے ہیں دوسری اہم بات اس اسکیل میں مایوسی نہیں۔ اس لئے وہ چاہے صحافی ہو، ڈاکٹر ہو، حکیم ہو، مُبلغ ہو، عالم ہو ہر کسی کے لئے یہ اسکیل کام دیتی ہے۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں ایک ڈاکٹر، ایک تاجر اور ایک صحافی دوسرے پر طعن تشنع ہی نہیں کرتا ہے بلکہ الزام تراشی بھی کرتا ہے۔ اور یہ مایوسی کی علامت ہے کیونکہ جو اُس ڈاکٹر، تاجر، صحافی کو حاصل ہوا اس کو حاصل نہیں ہوا جبکہ مایوسی کفر ہے بلکہ مبلغ اور عالم سب میں یہ چیز مشترکہ دیکھنے میں آ رہی ہے۔

جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جو کلمہ پڑھے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اس کا غلط مطلب نکال کر کیا کچھ نہیں کہا جاتا اور اس کا نتیجہ بھی بتا دیا گیا۔

اگر کوئی شخص بفرمان مہدی موعودؑ ترک کرتا ہے تو وہ قرآن کی آیت کے مطابق ''یحبھم'' خدا اس کو چاہنے لگتا ہے اور اس کو عمل کی مہلت نہ ملے تو وہ خدا کا چہیتا ہی رہے گا اور اسکو عمل کی مہلت مل گئی اور اس نے خراب عمل کیا، ایک کی ٹوپی دوسرے کے سر کی، لوگوں کی غیبت اور ٹانگ کھینچی تو صاحب اس عمل سے ایمان سے گیا یعنی خراب عمل کر کے ایمان سے گیا مہدی موعودؑ کا جو فرمان ہے ''باعمل مقبول بے عمل مردود'' اس کو سمجھنے کے لئے تقویٰ ضروری ہے کیونکہ یہ ایک خلیفتہ اللہ کا فرمان ہے۔

ان سب چیزوں پر غور کریں تو آپ محسوس کریں گے کہ اس حدیث کے آخر میں دل کی درستگی کی جو بات کی گئی ہے وہ تب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب آپ قرآن کی اس آیت پر عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل انی اُمرت ان اعبدالله مخلصاله الدین

اے محمدؐ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت اس طرح کروں کہ اس کے لئے خالص رکھوں۔

کسی بھی کام میں ہو، عمل میں ہو، پیشہ کے اعتبار سے ہو تبلیغ میں ہو اگر آپ اس کو اخلاص کے ساتھ کریں گے تب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نصیب ہوگی اور آپ کو اللہ فکر صحیح عطا کرے گا۔ فکر صحیح پیدا ہوگی تو عمل بھی صحیح ہوگا، بیان بھی صحیح ہوگا اور اگر آپ ذہنی تحفظات سے کام لیں گے تو آپ خدا کو بھول جائیں گے اور آپ کے عقل و دل پر صرف تحفظات کا بول بالا ہوگا تو آپ خود سوچیں کہ آپ کے پاس باقی کیا بچا؟

﴾☆☆☆﴿

ہدایت اور فکر صحیح کی دعا

اللہ تعالیٰ نے ہم کو دعا کے انداز میں اپنے ساتھ تعلق رکھنے کی تعلیم دی اور انسان کو اپنے کلامِ بلاغت نظام میں کئی بار کئی طرح سے دعا کرنے کی تعلیم دی ۔ وہیں رسولوں کے دعا کرنے کے طریقہ بھی بتائے اور ان کی دعا قبول ہونے کی بابت میں بتایا۔

دعا اللہ کی بندگی کی روح بھی اور حقیقت بھی ۔ سورہ فاتحہ میں اللہ کی تعریف بھی بیان ہوئی اور دعا کا طریقہ بھی بتایا گیا اور دعا بھی بتائی گئی ۔ دعا قبول ہونے والوں کے انعام اور نعمت کا ذکر بھی ہے جہاں اسی انعام اور نعمت کے حاصل کرنے والوں کے راستہ پر چلنے کی ہدایت کی دعا ہے وہیں جو اس راستہ سے ہٹے اور خدا کے غضب کا شکار ہو کر تباہ ہونے والوں کے راستہ سے پناہ کی دعا بھی شامل ہے ۔

سورہ فاتحہ میں ہم پڑھتے ہیں کہ **ایاک نعبدو ایاک نستعین**۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ۔ دراصل یہی بندگی کی روح اور بندگی کی معراج ہے کہ خدا سے کچھ مانگنے سے پہلے اس کی عبادت کی جائے ۔ جو اللہ کا نام لے اس کا جھنڈا اٹھائے اور طلب کی نسبت اللہ کے علاوہ دوسروں سے بھی رکھے تو وہ توحید کے راستہ میں نقص شمار ہوگا ۔ توحید کا مطلب یہی ہے کہ اللہ کی بندگی مکمل طور پر کی جائے اور خوف اور طمع کی نسبت صرف اللہ سے رکھے ۔ ڈرے تو صرف اللہ سے ڈرے اور کوئی امید ہو تو صرف اُسی سے ہو اسی لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ اللہ سے اللہ کو مانگو اور اگر نمک بھی مانگنا ہے تو اللہ سے مانگو ۔ اس فرمان مبارک میں مہدی موعودؑ نے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مانگنے کی بابت بتا دیا ہے ۔

ایک طویل حدیث قدسی جو حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی گئی ہے یہ حدیث مشکواۃ المصابیع میں باب الاستغفار والتوبہ میں مذکور ہے ۔ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”تم سب بھوکے ہو بھوکے رہو گے ۔ سوائے اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں تم سب بے لباس رہو گے سوائے اس کے جس کو میں کپڑا پہناؤں تم سب گمراہ رہو گے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت

دوں۔تم دن رات گناہ کرتے ہو اور مجھ سے معافی مانگتے ہو تو میں معاف کردیتا ہوں پھر فرمایا کہ تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ مجھ سے کپڑا مانگو تمہیں پہناؤں گا مجھ سے معافی مانگو میں تمہیں معاف کردونگا۔

اس سے میری کوئی غرض نہیں ہے سارے انسان تمہارے پہلے اور بعد میں آنے والے ،جن اور مخلوق سب مل کر انتہائی متقی ہو جائیں تو میری خدائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر سب کے سب مل کر بدترین نافرمان ہو جائیں تب بھی میری خدائی میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور سب کے سب کسی میدان میں جمع ہو کے جو مانگنا ہے وہ مانگ لیں ، جو دل آئے مانگ لیں اور میں وہ سب دے دوں تو میرے خزانوں میں اس سے زیادہ کمی نہیں ہوگی کہ سوئی سمندر میں ڈال کر نکال لی جائے۔اے میرے بندو تم مجھ کو چھوڑ کر کس کے پاس جاتے ہو۔‘‘

اس طویل حدیث قدسی پر غور کریں تو آپ محسوس کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بندہ کی حقیقت کو بتلایا کہ وہ بھوکا ہے بے لباس ہے اس کے علاوہ گمراہ ہے، گناہ گار ہے اگر ہدایت یافتہ نہیں ہے اور ہدایت صرف اللہ کی طرف سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اس لئے اس کے بعد ہی بتایا کہ ہدایت مانگو اور اس کے بعد کھانا مانگنے کی بات کی اگر آپ کو کھانا مانگنے پر مل بھی گیا اور ہدایت نصیب نہ ہوئی تو صحیح طور پر کھانا بھی نہیں کھا سکو گے۔صحیح طور پر کپڑا بھی نہیں پہن سکو گے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ سے جو کچھ بھی مانگو مل جائے گا مگر ہدایت نہ مانگو یا مانگو اور وہ نصیب نہ ہوئی تو سب بیکار ہے علم بھی اگر حاصل ہو جائے اور ہدایت نہ ہو تو وہ علم آپ کو گمراہ کردے گا۔ وہ علم آپ کو یا تو عبادات سے غافل کردے گا یا پھر عبادات میں بدعت کا اضافہ کرسکتا ہے یا عبادات میں نقص بھی پیدا کرسکتا ہے۔ ہدایت نہ ہو اور علم حاصل ہو جائے تو قرآن سمجھ میں آ سکتا ہے نہ حدیث، نہ فرمان مہدیؑ سمجھ آ سکتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک حدیث ترمذی میں ہے جس کا خلاصہ یا مفہوم یہ ہے کہ جو حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ’’فرمایا انسؓ نے کہ ایک شخص پیلے رنگ کا جامہ پہنے رسول اللہؐ کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہؐ خاموش تھے جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ اس شخص کو بھی کچھ نہیں

کہا اور وہ کسی کو بھی ایک دم کسی چیز سے منع نہیں کرتے تھے اور اس طریقہ کو آپ پسند بھی نہیں کرتے تھے جب وہ شخص مجلس میں سے چلا گیا تب رسول اللہ نے فرمایا کہ کیا ہی بہتر ہوتا کہ تم میں سے کوئی اس شخص سے یہ کہتا کہ پیلے رنگ کا جامہ نہ پہنا کرے۔''

ترمذی میں اسی صفحہ پر وضاحت کرتے ہوئے جو لکھا ہوا ہے اس کا خلاصہ یا مفہوم یہ ہے کہ ''ملت پر رسول اللہ کا یہ احسان ہے کہ وہ ایسے کسی بھی معاملہ میں کسی کو شخصی طور پر دفعتہً یا ایک دم منع نہیں کرتے تھے بلکہ بعد میں مجموعی طور پر سب کو اس چیز کی ممانعت کی بابت بتادیتے تھے یہ احتیاط اس لئے کرتے تھے کہ وہ شخص کہیں کچھ کہہ دے اور اس ممانعت پر کوئی سوال پوچھ لے اور کفر میں مبتلا نہ ہوجائے۔''

اس کے آگے وہ کون صحابی تھے اور اس پر حضرت امام حسنؓ کا ایک بیان بھی تحریر ہے۔ یہ حدیث ترمذی کے انگریزی ایڈیشن سے لی گئی ہے اس لئے اس کا مفہوم لکھا گیا ہے۔

Chapter 47, Noble character and habits Hadith No 004

(329)(Shamaa-il-Tirmidhi)

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اخلاق کتنے بلند تھے اور اُمت کے افراد کا کتنا خیال تھا کہ کسی شخص کی دل شکنی بھی نہ ہووئے اور وہ کفر میں بھی مبتلا نہ ہووئے اسی لئے کسی کے منہ پر ایک دم کچھ نہیں کہتے تھے اور بعد میں تمام کو اس چیز کی ممانعت کی بابت بتادیا کرتے تھے تاکہ تمام کو اس ممانعت سے واقفیت ہوجائے اور بات اس شخص تک بھی پہنچ جائے۔

لیکن جو شخص پڑھنا لکھنا جانتا ہے علم بھی رکھتا ہے۔ اور اللہ سے اس نے کبھی ہدایت مانگی اور نہ اس کو ہدایت نصیب ہوئی تو وہ اس حدیث کا یہ مطلب بھی نکال سکتا ہے کہ کسی کے پیچھے بھی اس شخص کی غلطی پر بات کرنا بری بات نہیں ہے بلکہ اگر کوئی اس عمل پر اس کو ٹوکے تو وہ یہ حدیث بھی پیش کردے۔

جیسا کہ حضرت مہدی موعودؑ کی ایک نقل ہے کہ بعض یاروں نے حضرت مہدیؑ کے حضور میں یہ عرض کیا کہ بعض برادر شہر جاتے ہیں اور خلق کو کافر کہتے ہیں تو مہدیؑ نے فرمایا کہ ان کو مارو پھر فرمایا کہ بے چاروں کو اس لئے مارتے ہیں کہ وہ کہنا نہیں جانتے'' (انصاف نامہ)

مذکورہ نقل بتلا کر اس کا مطلب غلط نکال کر یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ مہدی

موعودؑ کا منکر کافر نہیں ہوتا اور مہدیؑ نے ایسا کہنے والوں کو مارنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ساتھ ایک بزرگ ترین ہستی پر یہ کہہ کر حملہ کیا گیا کہ کیا ان کو یہ فرمان معلوم نہیں تھا جو انہوں نے منکر مہدیؑ کو کافر اور اکفر کہہ دیا۔ اس نقل کا ایسا مطلب وہ ہی لوگ نکال سکتے ہیں جو لکھنے پڑھنے کا علم تو جانتے ہیں لیکن اللہ کی ہدایت سے بے بہرہ ہیں۔

جبکہ انصاف نامہ کے اسی صفحہ پر اور تسلسل سے پورا ایک باب اسی موضوع پر نقلیات موجود ہیں اور اسی نقل کی وضاحت کرتے ہوئے اصحاب مہدیؑ کا محضرہ بھی ہے اور کہنا نہیں آتا پر اس میں بحث بھی ہے اور یہ طے پانے کی بابت بھی ہے کہ سورہ ہود کی آیت **افمن کان**...... کا ایک حصہ **و من یکفر به من الاحزاب فالنار موعده....الخ** اور حدیث **قال رسول اللہ ؐ من انکر المھدی فقد کفر** جو طبقات الفقہا میں مذکور ہے سنا دی جائے۔ جس میں منکر مہدی کو کافر ہونے کی بات بتلائی گئی ہے۔

حضرت مہدیؑ نے جو فرمایا مارو ...... اور بے چاروں کو کہنا نہیں آتا۔ عین اس حدیث کی مماثلت میں ہے کہ ان کے منہ پر کیوں بولتے ہو اور بجائے خود مفتی بن کر فتویٰ دینے کے آیت قرآنی اور حدیث بیان کر دینا چاہیئے تھا۔ حضرت مہدی موعودؑ اللہ کے خلیفہ ہیں اور تابع تام رسول اللہ ہیں اور یہ وہ موعود و مسعود ہستی ہے جو انسان کو خدا سے ملانے، دکھانے کے لئے مبعوث ہوئی ہے اور جنہوں نے الا اللہ تو ہے لا الٰہ ہوں نہیں کی خاص تعلیم دی اور لا الہ ہوں جب کہتے ہیں تو مفتی بن کر کافر کا فتویٰ دینے کی بات کہاں سے آئی جب تم اپنے ہونے کی نفی کرتے ہو تو پھر کچھ ہو کر دوسروں کو کافر کیوں کہتے ہو بلکہ جب تم ہو نہیں تو پھر کوئی ہے جو ہے تو پھر وہ جو ہے ''الا اللہ تو ہے'' تو پھر اس کا کلام کیوں نہیں سنا دیا جائے اور وہ جو ہے اس کے محبوب کی بات کیوں نہ بتادی جائے اور اس میں یہ خاص بات علانیہ واضح بھی ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا برادر غلط کہتے ہیں مارو بلکہ صرف مارو کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ بے چاروں کو کہنا نہیں آتا یعنی کہنے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک قرآنی آیت اور حدیث سنا دی جائے جس میں واضح طور پر منکر مہدی کا فر ہے فرمایا گیا ہے۔ اس نقل کے بعد ہی اس نقل کی وضاحت میں جو محضر ہے وہ حسب ذیل ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسرے نقول بھی دیکھیں تا کہ بات واضح ہو جائے۔

انصافنامہ مطبوعہ ۱۳۶۸ کے صفحہ ۳۴ پر نقل ہے۔''اور نیز نقل ہے کہ میراں سید محمد مہدیؑ نے فرمایا کہ جو حکم کہ میں بیان کرتا ہوں خدا سے (معلومات حضورِ خدا سے) اور خدا کے حکم سے بیان کرتا ہوں جو شخص کہ ان احکام سے ایک حرف کا (بھی) منکر ہو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ماخوذ ہوگا اور اپنی مہدیت کے ثبوت میں خدا اور کلام خدا اور اقوال وافعال رسول سے حجت فرمایا اور فرمایا کہ جو شخص اس ذات کی مہدیت کا انکار کرے تو وہ خدا اور کلام خدا اور رسول خدا کا منکر ہے''۔

اس کے بعد ایک نقل اور ہے جس میں اسی عنوان پر محضر ہوا پھر اس کے بعد ایک نقل ہے جس کا آخری حصہ برادران کو مارو والی نقل سے جوڑا ہوا ہے وہ چھوڑ دیا گیا اس کے بعد کا حصہ بھی چھوڑ دیا گیا تا کہ اپنا مطلب بیان کرنا تھا۔اس کا پہلا اور درمیانی اور آخری حصہ یوں ہے۔

اور نیز نقل کہ موضع بھدری والی میں اکثر مہاجران مہدیؑ نے محضرہ کیا تھا مثلاً بندگی میاں سید خوندمیرؓ، بندگی میاں شاہ نعمتؓ، بندگی میاں شاہ نظامؓ، بندگی میاں شاہ دلاورؓ، میاں ملک جیوؓ، میاں لاڑ شاہؓ اور میاں لاڑ امامؓ بلکہ تمام مہاجران مہدیؑ حاضر تھے اور گفتگو یہ تھی کہ بغیر عبارت کے کسی کو کافر نہیں کہنا چاہیئے یعنی منکران مہدیؑ کو اور نقل ہے کہ شہر خراسان میں بعض یاروں نے حضرت مہدیؑ کے حضور میں عرض کیا کہ بعضے برادر شہر میں جاتے ہیں اور خلق کو کافر کہتے ہیں تو مہدیؑ نے فرمایا کہ ان کو مارو اور نیز فرمایا کہ بیچاروں کو اس لئے مارتے ہیں کہ وہ کہنا نہیں جانتے اور نیز واضح ہو کہ موضع بھدری والی میں تمام صحابہ مہدیؑ نے محضر کیا تھا پس تمام مہاجروں نے فرمایا کہ ہم کو بھی چاہیئے کہ بغیر عبارت کے کسی کو کافر نہ کہیں اس کے بعد بندگی میاں سید خوندمیرؓ، بندگی میاں شاہ نعمتؓ اور دوسرے مہاجروں نے فرمایا کہ اگر کسی بیچارہ کو عبارت نہیں آتی ہے تو وہ کیا کرے یعنی کیا وہ حق پوشی کرے۔بعضے مہاجروں نے فرمایا کہ اگر بہت (عبارت) نہیں جانتا ہے تو کم از کم یہ حدیث یاد کرے (اور بوقت ضرورت) پڑھے۔ چنانچہ فرمایا علیہ السلام نے جس نے مہدی کا انکار کیا پس تحقیق کہ وہ کافر ہوا۔

(فارسی میں باز وھی **قال علیه السلام من انکر المهدی فقد کفر** لکھا ہوا ہے اور یہاں قال علیہ السلام سے مراد رسول اللہ نے فرمایا ہے اور سورہ ہود کی آیت کا حصہ بھی اس طرح تحریر ہے **قوله تعالیٰ و من یکفربه من الاحزابه فالنار موعده** جس کا ترجمہ عبارت میں ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو

کوئی اس کا (مہدی کا) منکر ہو فرقوں میں سے تو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے اس مجلس میں یہ ناقل بھی حاضر تھا۔

اسکے آگے ہی ایک اور نقل ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ نے اپنی دو انگلیوں سے اپنے پوست کو پکڑ کر فرمایا کہ یہ گوشت اور پوست بندہ کا ہی ہے جو شخص اس ذات کی مہدیت کا انکار کردے وہ کافر ہے

انصاف نامہ میں اس موضوع پر پورا ایک باب ہے اور اس کی پہلی نقل اس طرح ہے" انکار مہدی کفر ہے" چنانچہ مہدی کے ذکر میں طبقات الفقہا میں کہا ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا جس نے مہدی کا انکار کیا کافر ہو گیا۔ آیا کیا طبقات الفقہات کتاب بھی بعد کی تراش خراش ہے؟ آج بھی جو لوگ منتظر ہیں وہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ مہدی کا انکار کفر ہے بلکہ ان کے پاس تو خروج مہدی کا انکار بھی کفر ہے اور اگر ایسا کوئی انکار کرتا ہے اور لکھتا ہے تو اس کو اور اس کے کلام کو باطل مردود کہتے ہیں دیکھیں کتاب الاحتجاج بالاثر علی من انکر المهدی المنتظر تالیف محمود بن عبدالله بن محمود التویجری طبع و نشر مکتبه دارالعلسیان الحدیثه للطباعتة و انشر والتوزیع بریده کے پہلے صفحہ پر ہی یوں لکھا ہے . " قال ابن محمود عنوان رسالة مالضه " لا مهدی ینتظر . بعد الرسول خیر البشر والجواب ان یقال هذا کلام باطل مردود بالادلة من الکتاب والسنه و الاجماع ......"مفہوم: (کہا ابن محمود اپنے رسالہ میں کہ کوئی آنے والا مہدی نہیں ہے الرسول خیر البشر کے بعد اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا بولنا یا ایسا کلام باطل اور مردود ہے اور قرآن اور سنت اور الاجماع کی دلیل کے ساتھ)

یہ کتاب بھی مہدویوں نے نہیں لکھی ہے بلکہ اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۶ء میں بریدہ سعودی عرب میں شائع ہوا ہے جس سے یہ عبارت نقل کی گئی۔

ان فرامین مہدیؑ اور عربی کتاب کے اقتباس پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ جب مہدی موعودؑ نے اپنا پوست پکڑ کر فرمایا تھا کہ میں مہدی موعود ہوں اس ذات کا منکر کافر ہے اس کے بعد یہاں جو بھائیوں کو مارنے کی بات آئی ہے وہ عین اوپر بیان کی گئی حدیث اور عین تعلیم ولایت کے مطابق فرمایا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

اس پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ثانی مہدیؓ کو تمام فرامین امامؑ سے واقفیت تھی اور وہ علم بھی رکھتے تھے اور ان کا علم ہدایت کے نور سے مالا مال تھا اور ایسا مالا مال تھا کہ

فرمایا مہدی موعودؑ نے اللہ تعالیٰ نے بندہ کے سینے میں جو ڈالا ہے وہی بندگی میراں سید محمودؓ کے سینہ میں ڈالا ہے ایک اور روایت کے لحاظ سے حضرت مہدی موعودؑ نے حضرت ثانی مہدیؓ اور بندگی میاں صدیق ولایتؓ کو فیض بے واسطہ کی بشارت خاص دی جن کے تعلق سے مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ تجلی ذات کی بینائی رکھتے ہیں، اسی لئے حضرت ثانی مہدیؓ نے راستہ چلتے آدمی کو یا بازار میں گذرتے ہوئے لوگوں کو جا کر کافرنہیں فرمایا بلکہ جب آدمی چل کر آیا اور مذہبی معلومات اور عقیدہ وایمان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے وہی فرمایا جو کہ حق ہے اور جب اپنی ذات اپنا وہم بتلا کر پوچھا گیا تو حق کو سختی کے ساتھ بتایا جیسا کہ مذکورہ حدیث کے تبصرہ میں امام حسنؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ سے جب کوئی چیز پوچھی جاتی تو کس سختی سے بتاتے تھے۔ تفصیل کے لئے انگلش شمائل ترمذی کا جو حوالہ دیا گیا اس میں دیکھیں اب یہاں دیکھیں جو علم رکھتے ہیں اور ہدایت نہیں رکھتے ان کے سامنے جب ایمانیات کی بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کافر نہیں کہنا چاہیئے اور فقہی مسئلہ پر کسی کو بھی کافر کا فتویٰ صادر کردیتے ہیں۔

اسی لئے ہم کو اللہ سے سب سے پہلے ہدایت کی دعا مانگنی چاہیئے جیسا کہ اس حدیث قدسی میں پہلے انسان کی حیثیت بتائی اور پھر سب سے پہلے ہدایت مانگنے کی بابت بتایا اس کے بعد کھانا، کپڑا، معافی مانگنے کی تعلیم دی اور پھر اپنی بڑائی بتائی اور اپنے خزانوں کی کثرت بتائی اور کثرت بھی اس لئے بتلائی کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اور اللہ کے خلیفہ حضرت مہدی موعودؑ نے اسی لئے فرمایا اللہ سے اللہ ہی کو مانگو جب وہ مل جائے گا تو سب کچھ تمہارا ہے۔

ہر انسان کو چاہیئے کہ پہلے اپنی حیثیت کا اچھی طرح اندازہ کرے اور پھر منہ کھولنے سے پہلے اللہ سے دعا کرے کہ یا اللہ مجھے ہدایت نصیب فرما اور فکر صحیح عطا کر اور ہدایت اور فکر صحیح کی دعا ہی سب سے اہم دعا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ بطفیل خاتمینؑ ہم سب کو ہدایت یافتہ بنا اور فکر صحیح عطا فرما اور پھر ہمیں علم عطا فرما۔ آمین

☆☆☆☆

مقصدِ حیات

قرآن انسان کی ہدایت کے لئے اُتارا گیا۔ آج سے 1400 سال پہلے جب یہ اُتارا گیا اوراس کے بعد ایک عرصہ تک لوگ اس کو پڑھ کر سمجھتے تھے کیونکہ ان کی زبان عربی تھی۔ حتیٰ کہ نہ صرف مسلمان بلکہ یہود ونصاریٰ اور منافقین بھی جب پڑھتے تھے سمجھتے تھے کہ کیا کہا جارہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے اس کو اللہ کا کلام نہ مانا اور کافروں میں شریک ہوگئے۔ اگر اس بات پر یقین رکھتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو داخلِ اسلام ہوجاتے۔

قرآن کی خاص بات یہ ہے کہ وہ مختصر مضمون میں کئی باتیں سمجھا تا ہے۔ قرآن میں کیا کہا جارہا ہے اُسی وقت سمجھ آ سکتا ہے جب آپ اُس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں اور متقین میں شامل ہوجائیں جیسا کہ قرآن میں آیا ہے کہ " المO ذلک الکتب لاریب فیه هدے للمتقین" یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، راہ بتلانے والی متقین کو۔ یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں کہ یہ اللہ کی کتاب، اللہ کا کلام ہے اور یہ جو متقین ہے اللہ سے ڈرنے والے ہیں ان کو ہی راہ بتاتی ہے۔

آج کے زمانے میں جو قرآن پڑھا جارہا ہے وہ کئی طرح سے ہے ایک تو وہ لوگ ہیں جو زبان عربی سے واقف ہیں پڑھتے بھی ہیں سمجھتے بھی ہیں متقی بھی ہیں۔ کوئی صرف تلاوت کرتا ہے کہ اس کو بتایا گیا ہے کہ تلاوت کرنے کا بھی ثواب ہے اُسی ثواب کی خاطر وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے کوئی ترجمہ کے ساتھ پڑھتا ہے کہ معلومات ہوجائیں کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے اس سلسلہ میں لوگ کئی مترجم کو پڑھتے ہیں تفسیر پڑھتے ہیں کچھ سمجھ آجاتا ہے کچھ صادقین کی صحبت میں رہ کر معلومات حاصل کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان تراجم کے بل بوتے یہ کہتے بھی ہیں کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اور سمجھا بھی ہے۔ اور قرآن میں یہ کہا جارہا ہے اور ایسے لوگوں کی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ معاملات میں اس پر عمل کرتے ہیں نہ ایمانیات میں اس پر عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں نہ کبھی صحبت صادقین میں بیٹھے ہوئے نظر

آتے ہیں اور نہ یہ صورت سے متقی نظر آتے ہیں ۔ ایسا کہنے والوں کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ ترجمہ پڑھے اور ترجمہ سمجھے جس مسلک کا مترجم ہوگا اُسی حساب سے ترجمہ کرے گا ۔ اسی لئے یہ ضروری ہے کہ ترجمہ کے ساتھ ساتھ تفسیر پر بھی نظر کریں بھلے وہ مختصر تفسیر ہی کیوں نہ ہو جس میں صحابہ رسول اللہ سے کوئی روایات کر کے بات سمجھائی گئی ہے یا کوئی حدیث سے بات سمجھائی گئی ہے یا اس آیت کے سلسلہ میں کوئی فرمان مہدی موعودؑ ہے تو بات مستند ہوسکتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن اس آیت میں یہ کہہ رہا ہے لیکن لفظی ترجمہ پڑھ کر اس کو اپنے حساب سے مطلب نکال کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن یہ کہہ رہا ہے بلکہ اس آیت کا یہ ترجمہ ہے کہا جاسکتا ہے ۔

آج ایسے ہی لوگ قرآن کا ترجمہ پڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کہہ رہا ہے اور آپ یہ کہتے ہیں اور کسی عالم کے منہ لگ جاتے ہیں جبکہ ان کو ترجمہ کی ABC کا بھی علم نہیں ہے اور قرآن کی ایک آیت لے کر اس کا ترجمہ پڑھ کر جو دل میں آیا اس جملہ کا مطلب بھی نکال لیا جاتا ہے اور اس پر اپنی عقل سے کوئی فتویٰ بھی دے دیا جاتا ہے اگر اسی آیت کا ایک لفظ لیکر واپس اُن سے پوچھا جائے کہ بھائی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ لفظ کب اور کیسے اور کس کس طرح اور کہاں کہاں استعمال کیا ہے اور اس لفظ کے لغاتی اور لسانی اعتبار سے کتنے معنی نکلتے ہیں تو وہ نہیں بتا سکتے ۔

اس کا یہ ہی مطلب نکل سکتا ہے کہ وہ قرآن کی بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ ترجمہ کو اللہ کا کلام سمجھے ہوئے ہیں (نعوذ باللہ) اگر وہ اتنا بھی کر لیتے تو ایک بات ہوتی بلکہ پھر کسی اور آیت میں کسی دوسرے مترجم کا ترجمہ لے کر اس مترجم کے ترجمہ پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں جس ترجمہ کو خود انہوں نے قرآن کا درجہ دے دیا تھا ایسے لوگوں کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے اس لئے قرآن کو قرآن کی زبان میں سمجھنے کے لئے صحبت صادقین ضروری ہے اور ہم کو ہمیشہ اس سلسلہ میں اللہ سے ہدایت کی دعا بھی کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ کبھی کبھی مذکورہ لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے یا ایسے لوگوں کو پڑھتے رہنے سے اپنا ایمان بھی زائل ہوسکتا ہے ۔ اسی لئے اللہ سے ہدایت مانگنے کے ساتھ ساتھ آپ اپنی تربیت بھی کرتے رہنا چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ صادقین کی صحبت کو اختیار کرنا چاہیئے ۔

اپنی آپ تربیت کس طرح کریں تو اُس کے چند اصول جو قرآن میں بھی بتائے گئے ہیں احادیث و فرامین مہدیؑ سے اس سلسلہ میں پوری پوری مدد ملتی ہے ۔ اس کے علاوہ صالحین

کے عمل پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے۔

انسان اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ساری تگ و دو اپنے محبوب مقاصد کے لئے زیادہ کرتا ہے چاہے اس کے محبوب مقاصد اچھے ہوں کہ برے ہوں، اعلیٰ ہوں کہ ادنیٰ ہوں ، مادی ہوں کہ روحانی ہوں، انفرادی ہوں کہ اجتماعی ہوں جیسے مقاصد ہونگے ویسا مواد جمع کرے گا ویسے ہی اپنی آپ تربیت بھی کرے گا۔

آج عموماً یہ ہو رہا ہے کہ اپنے محبوب مقاصد کے لئے انسان اپنی فطرت، اپنے دین و مذہب کا بھی خیال نہیں رکھ رہا ہے صرف اُسے اپنے محبوب مقاصد میں کامیابی چاہیئے بھلے اُس کے لئے اُس کو جھوٹ بولنا پڑے ۔جھوٹ لکھنا پڑے تو وہ بھی کر گزرتا ہے بلکہ اس میں الزام تراشی، چغل خوری، قرآنی آیات کے ترجموں کو لے کر ان کی من مانی تشریح کرنا ایسی کئی چیزیں شامل حال ہو جارہی ہیں لیکن اُس کی کوئی فکر نہیں۔اصل میں یہ انسانی فطرت کی حقیقت ہے کہ جو بھی مقاصد ہوں جب وہ محبوب ہو جاتے ہیں تو ان کے حصول میں کامیابی بھی محبوب ہو جاتی ہے اور اُس کے حصول کے لئے کچھ بھی کر گزرتا ہے۔

اسی لئے ہم کو محبوب وہ ہی مقصد ہونا چاہیئے جو قرآن میں بتایا گیا کہ ’’وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان کو اُسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زندگی کیا ہے اور موت کے بعد کیا ہوگا، کس میں کامیابی ہے۔

کُل نفس ذائقة الموت و انما توفون اُجور کم یوم القیمه فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز و ما الحیوة الدنیا الامتاع الغرور (آل عمران ۱۸۵) ترجمہ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم سب اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو، جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے۔

اس سے آگے بھی بتا دیا گیا کہ ’’و اما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هى الماوىٰ (النزٰعت ۴۰ . ۴۱) ترجمہ: اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

جبکہ قرآن شریف میں اللہ نے عبادت کا طریقہ یہ بتایا کہ ’’انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰتِ والارض حنیفاً‘‘ ترجمہ: میں نے یک سو ہو کر اپنا رخ اسی ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین و آسمان پیدا کیا ہے اورفرمایا ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین ترجمہ: کہو میری نماز میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

کامیابی کے لئے فوز اور فلاح کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ جب آپ کو انسانی فطرت اور کامیابی کے لئے اس کی تگ و دو سمجھ آ گئی اور فوز و فلاح کا مقام بھی قرآنی آیات سے معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ آپ کی کامیابی واقعی کامیابی ہے۔ لوگ پر طعن تشنہ کرنا اور خود کو بہتر ثابت کرنے کے لئے اپنے برے مقصد کی کامیابی کے لئے دوسروں کو برا بولنا، الزام تراشی کرنا اور یہ سمجھنا کہ میں نے انہیں برا بتا کر اپنے آپ کو بھلا ثابت کر لیا ہے تو یہ آپ کی کامیابی نہیں بلکہ آخرت میں دوزخ کا ایندھن بننے میں آپ نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔

قرآن میں لفظ فلاح نماز کے ساتھ آیا ہے اور احادیث میں بھی نماز کی تاکید آئی ہے۔ سب سے پہلے اُسی کی پوچھ ہونے کی بابت بھی بتلایا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص نماز کا انکار کرتا ہے یا اس کی فرضیت پر شک کرتا ہے یا اس کی فرضیت کا انکار کرتا ہے تو واقعی وہ کافر ہے۔ لیکن کوئی نماز نہیں پڑھتا ہے باوجود اس پر فرض ہونے کے، لیکن اس کی فرضیت کو مانتا ہے تو وہ قصورِ عمل میں شمار ہوگا نہ کہ منکرِ نماز۔

اب یہ دیکھتے ہیں کہ نماز کیسی پڑھنی چاہیئے۔ اور کس کے لئے نماز پڑھنی چاہیئے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ نماز صرف اللہ کے لئے پڑھنا چاہیئے کیونکہ یہ اس کی عبادت ہے بجائے اس کے اگر اس میں دنیاوی غرض و غائیت شامل ہو جائے یا کسی کو دکھانے کے لئے ادا کی جائے تو اللہ اس نماز کو ہمارے منہ پر ہی پھینک دے گا۔ حال ہی میں ایک پاکستانی عالم کی تقریر سننے میں آئی جس میں وہ بتا رہے تھے کہ نماز ایسی پڑھنی چاہیئے اور نماز پڑھتے ہوئے یہ تصور رکھنا چاہیئے کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے جیسا کہ حدیث جبرئیل میں تعلیم احسان کے سلسلہ میں بتایا گیا لیکن اس میں توجہ الہ اللہ بڑھانے اس میں اور اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سمجھو کہ تمہاری سیدھی طرف جنت ہے بائیں طرف دوزخ ہے اور تمہارے پیچھے ملک الموت کھڑے ہوئے ہیں اور آگے اللہ ہے اور تمہاری یہ آخری نماز ہے۔ اسی لئے جو چاہیئے خدا سے مانگو، اسی تصور میں

قیام رکوع وسجدہ کرو اور قاعدے میں جو کچھ پڑھتے ہو اس کو واسطہ و وسیلہ رسول مقبول جانو اور سلام کرتے ہوئے یہ سونچو کہ یہ سلام شکر ہے تم نے جو کہا وہ خدا نے سنا اور قبول کیا۔

ویسے تو ہمارے پاس توجہ الہ اللہ کے لئے مختلف طریقہ کار ہیں۔ ہر مرشد اپنے خادم کی قابلیت کے اعتبار سے بتاتے رہتے ہیں۔ اس تمام طریقہ کار پر تو گفتگو نہیں ہوسکتی۔ مثال کے طور پر توجہ الہ اللہ کرنے کے لئے اوپر بتائے گئے طریقہ پر غور کرتے ہوئے اگر ہم نماز پر ھتے ہیں ہم سے نماز کے ارکان کے علاوہ کوئی حرکت بھی سرزد نہیں ہوسکتی۔ آج T.V پر سعودی عرب میں ہوتی ہوئی نماز دیکھ کر اور بعض لوگ سعودی جا کر آنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے ہیں۔ کبھی گال کھجاتے ہیں کبھی پیٹھ، جب کہ تین حرکت پر نماز ختم ہوجانے کی بابت فقہ نے تفصیل بتلائی ہے۔ اب بڑے لوگ ہی ان چیزوں کو کرنے لگ گئے تو آنے والی نسل کیا کرے گی۔ ہماری مسجدوں میں صف بندی بھی صحیح طور پر نہیں ہوتی ہے۔ اپنے بچوں کو بڑے پیار سے باز و کھڑا کر لیتے ہیں اور اگر کوئی ٹوکے تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ کیا تم کو ہی سب دین معلوم ہے۔ گھر میں 24 گھنٹہ میں کم از کم ایک گھنٹہ (مختلف منٹ ملا کر) بچے کو یہ کہا جاتا ہے کہ تم کو بڑا ہو کر ڈاکٹر بننا ہے، پڑھائی کیسے چل رہی ہے لیکن ایک دفعہ بھی یہ نہیں پوچھا جاتا کہ بیٹے کیا تم نے آج نماز پڑھی۔ جو بچے نماز پڑھ رہے ہیں اُن کو اس کا صحیح طریقہ کار نہیں بتایا جاتا ہے کیونکہ ہمارا مقصد دین رہا ہی نہیں۔ ہم اپنے بچے کو ڈاکٹر انجینئر بنانے کے مقصد سے دن گذار رہے ہیں۔ دین جب آپ کا مقصد ہی نہیں تو دین میں کامیابی کی ہم کیوں سونچیں گے۔ اپنا گھر، اپنا خاندان ہم سے سنبھلتا نہیں لیکن جب قوم یا ملت کی بات آتی ہے تب جتنی برائیاں ہیں وہ بلکہ اچھائیوں کو بھی برائیوں میں تبدیل کر کے پیش کریں گے۔ اور یہ بھی دعویٰ کریں گے کہ اگر ملت کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں آجائے تو ہم فوراً سب ٹھیک کر دیں گے۔

نماز چونکہ اول فریضہ تھا اس لئے اس پر یہ بات کی گئی ویسا ہی حال زکواۃ کا ہے، روزے کا ہے، حج کا ہے۔ آج ہم جو کچھ کر رہے ہیں صرف دکھاوے کے لئے کر رہے ہیں۔ گھر کے باز و فاقہ بھی چل رہا ہے، روزے بھی چل رہے ہیں، افطار پانی سے ہو رہی ہے اس کے بعد کھانے کو کچھ نہیں ہے پھر سحری پانی پر ختم ہوجائے گی اور پڑوسی 1000 آدمی کے افطاری اور

کھانے کی دعوت کرر ہا ہے اور وہی کھاتے پیتے لوگوں کو بلا کر کھلا رہا ہے ۔ پڑوسی محترم کو خبر ہی نہیں ہے کیا ایسے افطاری کرنے والوں کا شمار متقیوں میں ہوگا اوران کو قرآن سمجھ میں آئے گا۔

دس دس لوگوں کو حج پر روانہ کرر ہے ہیں 70 ہزار فی کس سے 7 لاکھ روپے خرچ کرر ہے ہیں ان کے ہی قرابت داروں میں دوست احباب میں جوان لڑکیاں پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھی ہوئی ہیں اگر ان میں سے کوئی جا کر شادی کے لئے مطالبہ کر بھی لیتا ہے تو کچھ پیسے دیئے جاتے ہیں کہ بس ہے ۔اور پھراوپر سے حضرت بی بی فاطمہ زہراؓ کی مثال بھی دے دی جاتی ہے۔کیا ایسا حج کروانے والے لوگ متقیوں میں شمار ہونگے ؟

آج ہم جو کچھ بھی کرر ہے ہیں وہ صرف دنیاوی دیکھا دیکھی کرر ہے ہیں،لوگوں کے لئے کرر ہے ہیں تو اس کا ثواب کیسے حاصل ہوگا۔اللہ نے تو صاف صاف رسول اکرمؐ کو حکم دیا ہے اور فرمادیا ہے کہ قل انی امرت ان اعبدالله مخلصاله الدین .ترجمہ:اے محمدؐ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت اس طرح کروں کہ اس کے لئے خالص رکھوں۔

اس آیت میں عبادت صرف عبادت ہی سے مخصوص ومحدود نہیں بلکہ عمل کے وسیع دائرہ پر اس کا اطلاق ہوگا۔اس لئے اس آیت کے پس منظر میں آپ اپنی تربیت بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں۔چاہے وہ عبادات کی بات ہو کہ معاملات کی بات ہو حتیٰ کہ رسم دنیا نبھانے کی بات ہو یہ ایک اسکیل ہے نیت کے لئے اور آپ کی نیت آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔

اسی لئے ہماری زندگی کا مقصد اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ،اخلاص سے عبادت کرنا اور دیدار کی طلب رکھنا ہی عین مقصدِ حیات ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فمن کان یرجوا لقاربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احدا

ترجمہ: جو شخص اپنے رب کے لقا کا امیدوار ہے اسے چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

****

مہدویت ہی روحِ اسلام ہے

اس عنوان پر کچھ کہنے یا سننے سے پہلے دو تین چیزوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے نمبر (۱) اسلام (۲) انسان (۳) عشق وہ اس لئے کہ جیسا ہم تمام جانتے ہیں کہ اسلام ایک ازلی وابدی مذہب ہے اور اسلام کے معنی ہیں مطیع ہونا یا فرماں بردار ہونا اور انسان مشتق ہے انس سے اس لئے اشرف المخلوق کو انسان کہا گیا ہے کہ اس میں انس کا عنصر دوسری مخلوقات سے زیادہ ہے انس یعنی محبت یا عشق اور عشق کا لازمہ یہ ہے کہ اپنے محبوب یا معشوق کی ہر مرضی کا مطیع یا فرمابردار ہونا۔ ماہرینِ نفسیات کا مسلمہ ہے کہ ''ہر انسان میں صفت عشق کا کسی نہ کسی درجہ میں پایا جانا ایک فطری امر ہے'' یعنی فرمابرداری' مطیع ہونے کا عنصر اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انسانی وجود کا لازمی عنصر ہے اسلام اس عنصر کی صفت کا ظہور ہر انسان میں الگ الگ ہوتا ہے کوئی حقیقت کی طرف جھکتا ہے کوئی مجاز کی طرف۔

اسی طرح ہر وجود کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی اسی طرح انسانی وجود کے بھی دو پہلو ہیں ایک ظاہری یعنی جسم اور ایک باطنی یعنی روح جہاں جسمانی ضروریات ہوتے ہیں وہیں روحانی ضروریات بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے اندر اتنی وسعت وجامعیت رکھی ہے کہ یہ دونوں پہلوؤں کو پوار کر سکے یعنی ایک ایسا جامع قانون دینِ اسلام کی صورت میں ہمیں دیا اور اس کا ایک نصب العین بنایا۔ وہ ہے ''لا الہ الا اللہ ''

آدمؑ سے لے کر محمد ﷺ تک جو شریعتیں انسان کے لئے اتاری گئیں یا نافذ ہوتی رہیں ہر دور میں انسان کے فہم وشعور مزاج اور ضروریات اور ماحول کے حساب میں نافذ کی گئیں ۔ انسانی فہم وشعور اور مزاج کے ارتقائی تبدیلیوں کی وجہ سے شریعت میں بھی ارتقاء ہوتا رہا اور تمام شریعتوں میں جو چیز مشترک ہے یا رہی وہ ہے وحدانیت یعنی توحید لا الہ الا اللہ ہر رسول کے ساتھ جو شریعت آئی وہ مکمل تھی رسول کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد انسان نے اس

میں کئی ردوبدل کر لئے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دوسری شریعت نافذ کی وہ ارتقائی اسلئے تھی کہ انسان بھی بتدریج ترقی کر رہا تھا۔قرآن میں سابقہ انبیاء یا ان کی شریعتوں اورامت کا ذکر آیا ہےاس پرغور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انسان میں اورشریعتوں میں ارتقاء ہوتا رہا۔

آخری شریعت نافذ ہوئی جو رسول اکرم ﷺ کی شریعت ہے اور بتایا گیا کہ اس کے بعدکوئی نئی شریعت آنے والی نہیں ہے۔

(الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا)

ترجمہ:۔آج میں نے تمہارے دین کومکمل کردیا اورتم پر اس نعمت کو پوار کردیا اورتمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

یعنی اسلام کے ظاہری ڈھانچہ یعنی شریعت کو پورا کردیا اوراپنی نعمت کو پورا کردیا یعنی دین میں ارتقاء یا شریعت میں ارتقاءاورانسان کی ارتقائی منزل کومعراج بخش دی گئی۔

شریعتوں میں اورانسان میں جوارتقاء کی بات کی گئی یا ارتقاء کی منزل معراج کی بات کی گئی اس کوسمجھنے کے لئے دیکھیں اللہ تعالیٰ سورہ الاعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش دیدکواس طرح بیان فرماتا ہے۔

قال رب ارنی اُنظر الیک...... الا آخر

کہا(موسیٰ نے)اے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں اوراس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ:۔فرمایا اللہ نے کہ توہرگز مجھےنہیں دیکھ سکے گا لیکن (پھربھی) اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ (پہاڑ) اگراپنی جگہ ٹہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اللہ کودیکھنے کی قابلیت یہ بتائی کہ اس پہاڑ سے زیادہ مضبوط بننا ہوگا اوراس آخری شریعت کے کلام الٰہی کے تعلق سےاورآخری شریعت کےرسول کےتعلق سے بتایا جاتا ہے۔سورۃ حشر کی آیت ۲۱ میں

لوانزلنا ھذا القرآن علی جبل لّرایتہ خاشیا ....الا آخر

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ پاش پاش (ریزہ ریزہ) ہوجاتا۔

یہ ہے انسان کی ارتقائی کیفیت

حضرت سید فضل اللہ حافظ صاحب قبلہ نے اپنی کتاب تکمیل دین میں دیدار سے بحث کے دوران ان ہی دو آیتوں کو لے کر بات کی ہے اسی کتاب سے ایک اقتباس دیکھیں تو بات واضح ہوجاتی ہے۔

'' لوانزلنا کے ساتھ ہی فرماتا ہے **وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون**

ترجمہ: اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ ان میں فکر وغور کریں

ناظرین کرام اگر آپ اس نازک مرحلہ پر اوپر والی آیت میں قرآن کے حکم **لعلھم یتفکرون** (تاکہ اسمیں غور وفکر کریں) پر عمل کرتے ہوئے فکر فرمائیں اور سنجیدگی سے سوچیں تو خود آپ کو بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ قرآن اگر پہاڑ پر اتارا جاتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجاتا لیکن قلب رسول اکرم ﷺ نے اس کلام الٰہی کے نزول کے بوجھ کو کاملاً سہار لیا اگر حضرت موسیٰ بھی اسی منزل قلب کے قریب ہوجاتے تو بلا شبہ ہوش وحواس کے ساتھ دیدارِ خدا کے متحمل ہوجاتے جیسا کہ خود قرآن نے مشروط یقین دہانی فرمائی کہ (لیکن ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھیرا رہا (قائم رہا) تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا''۔ (ماخوذ من تکمیل دین از حضرت سید فضل اللہ حافظ صاحب قبلہ)

خدا کو دیکھ لینا ہی ارتقائی کیفیت کی معراج ہے اور اس لئے شرط یہ تھی کہ پہاڑ سے زیادہ قوی ہونا اور یہاں محمد ﷺ کو اس سے قوی بتایا گیا اور پھر معراج کا واقعہ دیدار باریٔ تعالیٰ ہوا حقیقت کو آشکار کردیا گیا لقارب ہوگیا اب رسول اکرم ﷺ کو قرآن میں حکم خصوصی آیا۔

قل ھٰذہٖ سبیلی ادعو الی اللہ ....الا آخر

کہہ دو کہ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ بھی جو میرا تابع ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زبانی بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی راہ بصیرت کی راہ ہے دعوت دیدار کی راہ ہے اور رسول اللہ کے تابع (تام) جوان کے نقش قدم پر چل کر بے خطا دعوت دیں گے وہی راہ اور وہی دعوت ہوگی ''عشق کی دعوت'' اس دعوت کو عشق کی اس لئے کہا جائے گا کہ تمام کا مسلمہ ہے کہ عشق کی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش کم ازکم ایک بار معشوق کو دیکھنے کی ہوتی ہے

دید کی دعوت کیا ہوتی ہے عشق کی راہ پر گامزن ہونے کے لئے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے اس کے لئے جو تعلیمات ہیں اس کو ہم تعلیمات ولایت یا فرائض ولایت کہتے ہیں۔ تعلیمات شریعت جسمانی ضروریات کے لئے ہیں اورزیادہ تر ان کو جسمانی عمل سے پورا کیا جاتا ہے اور تعلیمات ولایت روحانی تعلیمات ہوتے ہیں اور روحانی حیثیت سے اس کو پورا کیا جاتا ہے۔

تعلیمات ولایت کیا ہیں اور اس کو کب اور کیسے پیش کیا گیا اس پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ تعلیمات بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے شروع ہوگئی تھیں لیکن اس کو عام تام کرنے کے لئے ذات خاتم ولایت محمدیہ کا انتظار رہا۔ افضل العلماء حضرت سید نجم الدین صاحب قبلہ کی کتاب ''بعثت مہدی موعود'' سے یہ اقتباس دیکھیں

''بات صرف یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سینے اطہر میں دو علم تھے ایک ظاہر قرآن کا علم جس کو شریعت کہتے ہیں دوسرا باطنِ قرآن کا علم جس کو حقیقت کہتے ہیں۔ شریعت کا رسول اکرم ﷺ نے عام بیان فرمایا اور تمام دنیا اس سے فیض یاب ہوئی آج تک ہورہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی مگر علم حقیقت جو سینہ اقدس میں موجزن تھا اور جو بے واسطہ جبرئیل مقام او ادنیٰ میں لی مع اللہ وقت لا یعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل کی حالت میں (اللہ کی قربت اللہ کے ساتھ مجھے ایسے وقت بھی نصیب ہے جو کسی فرشتہ اور نبی رسول کو حاصل نہیں) سرور کائنات ﷺ کے حوالہ ہوا تھا اور اوحیٰ اِلٰی عبدہٖ ما اوحیٰ سے جس کیطرف اشارہ کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کا عام بیان نہیں فرمایا اور اس علم کی عام دعوت وتبلیغ نہیں فرمائی چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ سے دو علم حاصل کئے ایک تو میں نے تمہارے سامنے بیان

کر دیا اور اگر دوسرا علم بھی بیان کر دوں تو تم لوگ میرا گلہ کاٹ دو گے۔

علامہ شہاب الدین قسطلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یعنی اس علم سے مراد علم اسرار ہے جو اغیار سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور صرف ان علماء باللہ سے مخصوص ہے جو اہل عرفان ہیں (ماخوذ من بعثت مہدی موعودؑ از حضرت افضل العلماء سید نجم الدین صاحب علیہ الرحمہ)

اس کے بعد آگے اپنی کتاب میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی کتاب شرح فصوص الحکم سے مولانا علیہ الرحمہ کے خیال پیش کرتے ہیں۔

''رسول اللہ خاتم ولایت کی طرح حقائق واسرار کے اظہار پر مامور نہ تھے بلکہ آپ کو مقام تشریع میں اسرارِ ولایت کے چھپانے کا حکم دیا گیا تھا''

حضرت مہدی موعودؑ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سرتاپا ولایت تھی مگر رسول اللہ ﷺ احکامِ ولایت کے بیان کرنے پر مامور نہ تھے بندہ مامور ہے۔

اس فرمان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ولایت محمدیہ کی تعلیم کو عام بیان کرنے کے لئے خدائے تعالیٰ نے حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کو بھیجا یعنی مبعوث کیا اب یہ دیکھیں کہ حضرت مہدی موعودؑ نے جو تعلیمات دی جن میں فرائض ولایت بھی شامل ہیں وہ کیا ہیں وہ ہیں۔

ترک دنیا، ہجرت، صحبت صادقین، عزلت از خلق، ذکر دوام، توکل علی اللہ، طلب دیدارِ خدا

حضرت مہدی موعودؑ نے جو فرائض ولایت بتائے اور قرآن کی جن آیتوں سے ان کا بیان کیا وہ سب آیتیں سب کی سب محکمات میں سے ہیں اور سب آیتوں سے منشاء الٰہی اور قرآنی مفہوم صریح اور صاف ظاہر ہوتا ہے اس میں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرنا فرض ہے اور جس سے روکا جاتا ہے اس سے رک جانا فرض ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ترک دنیا کو لیجئے قرآنی حکم ہے

من کان یریدا حیواۃ الدنیا...... الا آخر

ترجمہ:۔ جو حیات دنیا اور زینت دنیا کا ارادہ کرتے ہیں ہم ان کے اعمال کا بدلہ

دنیا ہی میں پورا پورا دے دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے آخرت میں سوائے دوزخ کے کچھ نہیں اور زائل ہوگیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اور وہ بیکار ہوگئے وہ سارے اعمال جو وہ دنیا میں کرتے ہیں۔

یہاں من کانہ سے مراد تمام انسان لئے جاتے ہیں اور ایک حدیث بھی ہے جس میں صریح اور صاف الفاظ میں لفظ ترک دنیا استعمال ہوا ہے یہ حدیث ہے کنزل العمال جلد دوم میں

اُتر کو الدنیا لا ھلھا. دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دو

ترک دنیا کے تعلق سے ایک اور آیت قرآن کی ترجمہ پیش کرنے جارہا ہوں جس سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ ترک دنیا حقیقت کی طرف یا دیدار الٰہی کی طرف ایک قدم ہے

ان الذین لا یرجون لقآ .... الخ (سورۃ یونس آیت نمبر ۷)

’’بلاشبہ جن لوگوں کو ہماری ملاقات کی امید نہیں اور وہ دنیوی زندگی سے راضی ہوگئے ہیں اور اس دنیا میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہہ سے دوزخ میں ہے‘‘

یہاں ہماری ملاقات سے دیدار ہی مطلب لیا جائے گا۔ پس لفظ لقا استعمال ہوا ہے۔ تارک دنیا شخص کی فضیلت پر ایک حدیث بھی دیکھیں۔ یہ بھی کنز العمال صفحہ ۱۱۰

مسلمانوں تم میں بہترین شخص تارک الدنیا اور آخرت میں رغبت کرنے والا ہے

ہجرت:۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے سورۃ نساء آیت ۹۷ میں ہے کہ

ان الذین تو فاھم الملائکۃ ...... الخ

ترجمہ:۔ بے شک ان لوگوں سے جن کی فرشتے جان قبض کرتے ہیں اور جنہوں نے اپنے کو خطا کار کر رکھا تھا وہ کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے وہ کہیں گے ہم اس سرزمین میں مجبور تھے۔ فرشتے کہیں گے کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم وہاں سے ہجرت کرکے چلے جاتے۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ رہنے کی بُری جگہ ہے۔

سورۃ نساء کی ۹۴ آیت کے وجہہ نزول جہاد میں قتل کے بیان میں ہے۔

ظاہر ہے جب قرآن حکیم مربوط ہے جیسا کہ فرمایا حضرت مہدی موعودؑ نے یہ آیت بھی مربوط ہوگی اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ہجرت از وطن مجاہدین کی صفت ہے۔مہاجر کا اطلاق کس پر ہوگا اس کے لئے صاحب تفسیر لوامع البیان فی تفسیر القرآن میں جہاد کی قسمیں بیان کی ہیں پیش کرتا ہوں یہ عربی تفسیر ہے۔ترجمہ حضرت سید محمود اکیلوی صاحب کی کتاب سے لیا ہے

ترجمہ:۔کہا جاتا ہے کہ جہاد اول نفس اور مال کے خرچ کرنے سے مخصوص ہے اور جہاد ثانی ایسا جہاد ہے جو کمال کے راستہ پر گامزن ہے۔پس وہ جہاد ظاہری اعتبار سے نفس اور مال کے بدل پر مشتمل ہے اور یہی جہاد باطنی اعتبار سے ماسویٰ اللہ سے منقطع ہوکر اپنی توجہ کو اللہ عزوجل کی جانب پھیر دینے کا نام ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیتِ ثانیہ کو مجاہد کے حق میں مطلق رکھا ہے اور پہلی آیت کو مال اور نفس کے ساتھ مقید کردیا ہے ایسی صورت میں جہاد اول جہاد کبیر ہے اور جہاد ثانی جہاد اکبر ہے۔یہ اس لئے کہ پہلا جہاد مدت کا محتاج ہے اور مائل بہ فنا ہے اور جہاد ثانی کو تمام عمر اعزاز اور بقا ہے پس یہ بات لازمی متصور ہوگی کہ اس کا ثواب بھی اعظم ہو اور پہلے جہاد سے اکبر بھی ہو۔امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس توجیہ کو اختیار کیا ہے

(ماخوذ ''تعلیمات مہدی موعودؑ'' از حضرت سید محمود اکیلوی صاحب)

ہجرت کرنے کی چند صورتیں ہیں جیسے

ایسے شہر سے ہجرت کرنا ضروری ہے جہاں خدا کے حکم پر چلنا مشکل ہوجائے۔ یا ایسی رکاوٹیں ہوں کہ دینی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں یا حقوق اللہ کی پابجائی اور سکون قلب کے ساتھ عبادت الٰہی کرنے کے امکان ختم ہوجائیں۔

جو لوگ اوپر بیان کی گئی وجہہ سے ہجرت کرتے ہیں ان کے لئے بشارتیں ہیں ۔سورہ توبہ کی آیت ۲۰ اور ۲۱

الدین امنو او ھاجروا .... الخ

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی راہ خدا میں اپنے نفس اور اموال کے ساتھ جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔

ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت) کے ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے ان میں دائمی نعمتیں ہوں گی۔

ہجرت کے بیان میں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مسلمانوں میں دو طبقہ ہیں ایک اس حدیث پر دلالت کرتا ہے کہ ''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ دوسرا طبقہ اس حدیث پر ہے کہ **لا تنقطع الحجرة حسنی تنقطع التوبه** ۔ ہجرت اس وقت تک غیر منقطع ہے جب تک توبہ کرنا منقطع نہ ہو جائے گا۔

پہلی حدیث کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے اور جو حدیث میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے تو اس سے مکہ سے ہجرت کرنا مراد ہے۔

اور جب مہدی موعودؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے خلیفۃ اللٰہی شان سے اس کا کیا جواب دیا دیکھیں۔ نقل انصاف نامہ کی صفحہ ۸۴ پر ہے۔

جان اے عزیز کہ قیامت تک قرآن منسوخ نہیں اور قرآن کی پیروی قیامت تک فرض اور عین فرض ہے۔ جب تک یہ آیتیں منسوخ نہ ہوں گی ہجرت کا (حکم) باقی رہے گا۔ (اس کو میں نے نقل کیا ہے معلومات قرآنی واسلامی مرتب مقصود علی خان صاحب)

توکل:۔ توکل کے معنی عاجز ہو کر غیر پر بھروسہ کر لینے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ توکل کے معنی اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حسن تدبیر پر بھروسہ کر کے اپنے تمام معاملات کو اس کی ذات پر (بالکلیہ) چھوڑ دینے کے بھی ہیں اسی لئے اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں اور اللہ کے سوائے غیر اللہ پر تکیہ نہ کریں اور اپنے تمام معاملات کو اسی کے سپرد کر دیں۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے قرآنی احکام کے تحت اسی کی تعلیم دی اور بہ حکم خدا اس کو فرض قرار دیا۔ قرآن میں کئی آیتوں میں خداوند کریم کا یہ ہی حکم ہے۔ یہاں یہ بات واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ توکل علی اللہ کا تصور اسلام اور قرآن حکیم کی اہم تعلیم ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توکل تدبیر محنت جدوجہد اور کوشش سے روکتا ہے۔ وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے سورۃ الِ عمران میں **وشارهم فی الامرفاذا عزمت**

فتو کل علی الله ان الله یحب المتو کلین (اور کاموں میں ان سے مشورہ لو جب تم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرلو تو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے)۔یعنی یہ حکم دیا جارہا ہے کہ کسی سے مشورہ کرلو یا اپنے آپ سے ارادہ کرلو مگر اس کی تکمیل کا سہرا مشورے یا اپنے آپ پر مت رکھو بلکہ خدا چاہے گا تو ہی کامیابی سمجھو، یا اس بات کو یوں کہہ سکتے ہیں خود اپنے فیصلوں ،قوتوں ، تدابیر اور طاقتوں پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ پر توکل کرتے ہوئے کام شروع کرنا چاہئے۔

حقیقت یا تعلیمِ احسان میں توکل یہ ہے کہ غیر اللہ پر نظر نہ رکھیں۔

صحبتِ صادقین:۔ جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کرنے کا حکم کئی بار آیا ہے اور صادقین کو انسانوں میں فضیلت حاصل ہے ۔سورہ توبہ میں ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوالله و کونوامع الصادقین

اے ایمان والوں اللہ جل شانہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہوجاؤ

صحبت صادقین کی اہمیت اور افادیت اسی آیت کی تفسیر تفسیر مدارک میں پڑھنے کے بعد واضح ہوجاتی ہے اور اس پر کچھ اور کہنا اس مقالہ کو طول دینا ہوگا۔ یہ تفسیر بھی عربی زبان میں ہے اس کا ترجمہ ہے۔

یا ان لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ جنہوں نے سچائی کے ساتھ اللہ کے دین میں نیتاً ، قولاً وفعلاً (اپنا) وعدہ پورا کیا اور آیت اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اجماع صحبت ہے اس لئے کہ صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ پس ان کے قول کا قبول کرنا دواماً ضروری ہوگیا۔
(ماخوذ تعلیمات مہدی موعودؑ از حضرت سید محمود اکیلوی صاحب)

یہ صادق کی صفت بتائی گئی ہے

یہاں جو نیتاً قولاً وفعلاً آیا ہے اس کی چھوٹی مثال یہ ہے کہ مہدوی جب کسی کو کچھ

کھلانے یا دینے کا ارادہ کرتا ہے یعنی نیت کرتا ہے پھر زبان سے کہتا ہے اللہ دیا اور فعلاً اس چیز کو اس کے آگے کرتا ہے یا اس کے ہاتھ میں دیتا ہے چاہئے وہ کوئی معمولی سے معمولی چیز ہی کیوں نہ ہوں۔ صادق کا یہ طریقہ اشارہ کرتا ہے توکل کی طرف بھی۔

ذکرِدوام:۔ ذکر دوام کے تعلق سے قران حکیم میں بار بار ارشاد ہوا ہے اور ذکر دوام کو مومنین کی صفت بتایا ہے اور سورۃ بقرآیت ۵۲ **افاذکرنی اذکر کم و اشکرالی ولا تکفرون**

ترجمہ:۔ پس تم میرا ذکر کیا کرو، میں تمہیں یاد کرونگا اور میرا ہی شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

ذکر کی اتنی اہمیت بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذکر نہ کرنے والوں پر وعید بھی کی ہے۔ سورہ زخرف آیت ۳۸

اور جو شخص رحمان کے ذکر سے جان بوجھ کر اندھا ہوجائے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں پس وہ ہر گھڑی اس کے ساتھ رہتا ہے

مہدیؑ نے ذکر کی بابت فرمایا ہے۔

" **ہر جا که باشید با یاد خدا باشید**" جہاں کہیں بھی رہو خدا کو یاد کرتے رہو

اور کہا انسان کو اٹھتے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں ذکر میں رہنا چاہئے ایک اور نقل انصاف نامہ سے پیش کرتا ہے۔ فرمایا مہدی موعودؑ نے

''جان اےعزیز ہمیشہ خدا کی یاد میں مصروف رہے۔ بغیر نفس کی پاکی اور تجرید و تفرید حاصل نہیں ہوتی اور دل سے پریشان خیالات نہیں جاتے اور اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا اور شیطان کے وسوسوں اور نفس کی خواہشات سے نجات نہیں ملتی۔

عزلت ازخلق:۔عزلت ازخلق کے لئے قرآن میں کہا گیا ہے واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے منقطع ہوکر اُسی کی طرف متوجہ رہو۔ اس آیت کی مفسرین نے کیا تفسیر کی ہے پیش کرتا ہوں۔ (اس عربی تفاسیر کا ترجمہ ماخوذ ہے۔ حضرت سید محمود اکیلوی صاحب قبلہ کی کتاب عزلت ازخلق سے)

تفسیر تاویلات: ''ماسوا اللہ سے روگرداں ہوکر بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوجایئے''اور **تفسیر کشاف** میں کہا گیا ہے''اور سب سے ٹوٹ کر اُسی کی جانب ہی متوجہ رہئے''

عزلت از خلق کی اہمیت کے لئے یہ حدیث دیکھیں۔

حضرت رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کیا تم کو میں ایسے شخص کی خبر دوں جو مجاہد فی سبیل اللہ سے متصل ہوگا۔ہم نے کہا ضرور خبر دیجئے یا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا یہ وہ آدمی ہوگا جو کسی درہ میں نماز پڑھے گا زکات ادا کرے گا اور لوگوں کی برائیوں سے بچنے کے لئے عزلت اختیار کرئے گا۔

حضرت مہدیؑ کے ایک فرمان سے یہ ظاہر ہوتا ہے عزلت کے ترک کرنے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت میراں مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا جن لوگوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد عزلت اختیار کی انہی سے دین کا معنیٰ رہا اور جن لوگوں نے جمعیت اختیار کی ان سے (دین کی ظاہر) صورت ہی رہے گی یعنی جمعیت بہت ہوگی لیکن دین کا معنیٰ جاتا رہا ۔

طلبِ دیدارِ خدا:۔آیت قرآنی ہے۔**فمن کان یرجو لقا ربہ ...... الخ**

ترجمہ:۔''سو جو شخص اپنے رب کی لقا (دیدار) کا امیدوار ہو تو اس کو چاہئے عمل صالح کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرئے'' اس کے علاوہ بھی اور کئی آیتیں ہیں جس میں دیدار کی بات آئی ہے۔

مہدیؑ نے دیدار کو فرض نہیں کہا ؟ طلب دیدار کو فرض قرار دیا ہے کیونکہ دیدار تو صرف اللہ کی مہربانی سے ہوسکتا ہے یہ نعمت اللہ کی طرف سے انعام ہے اسی نعمت کو حاصل کرنے کے لئے فرائض ولایت پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

جب انسان فرائض ولایت پر عمل پیرا ہوجاتا ہے ذکر سے اپنے نفس کو پاک کر لیتا

ہے ۔ دل سے پریشان خیالات نکل جاتے ہیں ۔اطمینان قلب حاصل ہوجاتا ہے ۔ فرائض شریعت اورفرائض ولایت پرمکمل عمل پیرا ہوجاتا ہےتب جسمانی اورقلبی طہارت روح اسلام سے مزین ہوجاتی ہے ۔ جب لا اله الا الله کےنور کی تاثیرکاظہور ہوتا ہے یہ ہی نور ایمان ہے جس کے لئے حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ برائے **فهمدن قرآن نور ایمان بس است** ۔ اس کے بعد ہی نعمت خداوندی حاصل ہوسکتی ہے اور مومن بفضل تعالیٰ دیدار الٰہی کی منزلت پر فائز ہوسکتا ہےاس لئے مہدویت ہی روح اسلام ہے ۔اس کی تعلیمات پرعمل کرنے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہہ سکتا ہےجیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے ۔

ترجمہ: ۔’’بس تم یکسو ہوکر اپنا رخ دین حنیف کی طرف رکھو ۔ اللہ کی دی ہوئی فطرت کا اتباع کروجس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں وہی دین قیم سیدھا راستہ ہے ۔‘‘

اس آیت شریف میں اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اپنی فطرت کا اتباع کرو یعنی فرمابرداری کی صفت کاعشق کومجاز کی طرف مت جانے دو بلکہ حقیقت کی طرف رکھواور آپ جب فرائض شریعت اورفرائض ولایت پرعمل پیرا ہوکر اپنی فطرت کا اتباع کرنے لگ گئے تب یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے ۔

ائے نفس مطمنہ **ارجع الٰی ربک راضية مرضيه** ترجمہ: ۔’’اپنے رب کی طرف لوٹ آ ‘‘ ۔یعنی آدمی صحیح معنی میں عبد ہوگیا اور اسلام کے جومعنی شروع میں بتائے گئے مطیع ہونا فرمابردار ہونا وغیرہ عبد کی ہی صفت ہے جب انسان صحیح اور سچا عبد ہوگا تو ہی خدا کے عشق میں مکمل کہلائے گا اور عشق میں تکمیل ہی اس کو فنا فی اللہ کے درجہ کو پہنچائے گی ۔ خدا خود بلا رہا ہے

ارجع الٰی ربک راضيه مرضيه

حاصل یہ کہ مہدویت روح اسلام ہونے کی حیثیت سے مذہب عشق بھی ہے مذہب فطرت بھی ہے ۔

☆☆☆

معیارِ خلافت الٰہیہ جہتِ بشریت میں

قرآن شریف کے سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے رسول اکرم ﷺ کے لئے **انک لعلیٰ خلق عظیم** یعنی آپ پیدا ہوئے ہیں خلق عظیم پر اور ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے کہ **قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ ......الخ**

ترجمہ:۔یعنی کہہ دو میں تمہارے جیسا بشر ہوں لیکن مجھ پر وحی آئی ہے اس آیت شریفہ کو لیکر کچھ لوگ یہ کہتے ہیں (نعوذ باللہ) محمد بھی ہماری طرح بشر تھے لیکن یہ غور نہیں کر رہے ہیں کہ رسول خدا نے خدا کے حکم سے یہ کہا ہے۔ہم کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہماری طرح بشر تھے، ہماری بشریت میں اور ان کی بشریت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

قرآن میں رسول ﷺ کا تعارف جو جہت بشریت سے کرایا جارہا ہے وہ اس لئے کہ عملی طور پر ہم کو ان کی اتباع کرنی ہے ورنہ لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ رسول نے جو کیا اس پر ہم عمل کس طرح کریں وہ نور ہیں اور ہم بشر ہیں یا وہ مَلک ہیں ہم بشر ہیں وغیرہ۔رسول ﷺ کا نور ہونا یا فوق البشر ہونا یہ سب ایمان لانے کے بعد کی باتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فروں کو مشرکین کو جہاں بھی قرآن میں دین کی دعوت دیتا ہے یا رسول پر ایمان لانے کہتا ہے اکثر دیکھیں اسکے ساتھ یہ ذکر بھی کر دیا گیا ہے کہ کہہ دو میں بشر ہوں۔

قرآن کی ایک اور آیت جس میں اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ کہہ دو میں بشر ہوں اور ساتھ میں یہ بھی کہا جارہا ہے کہ میں پیغمبر ہوں اور اس آیت سے پہلے کی آیات میں کفر کو ایمان لانے سے روکنے والی چیزیں اور مطالبات کفار کا بھی بیان ہے اور اس آیت کے بعد بتایا کہ اگر زمین میں فرشتہ ہوتے تو ہم فرشتہ کو رسول بنا کر روانہ کرتے۔یہ سورہ بنی اسرائیل کی 90 ویں آیت سے بات شروع ہوتی ہے۔

وقالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا . اوتکون لک جنة نخیل و عنب فتفجر الانهر خللها تفجیر . اوتسقط السماء کما زعمت علینا کسفا اوتاتی بالله والملیکة فبیلاً. او یکون لک

بیت من زخرف اوترقیٰ فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتبا نقروہ قل سبحن ربی ھل کنت الالبشر رسولا. و مامنع الناس ان یومنوا اذجاء ھم الھدی الآ ان قالو البعث اللہ بشر رسولاً . قل لو کان فی الارض ملیکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسول

ترجمہ:۔’’اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردیں یا خاص آپ کے لئے کھجوراور انگور کا کوئی باغ نہواور پھراس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ آپ بہت سے نہریں جاری کردیں یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرادیں یا آپ اللہ کواور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لاکھڑا کردیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہو یا آپ آسمان پر (ہمارے سامنے) نہ چڑھ جائیں اورہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک آپ (وہاں سے) ہمارے پاس ایک کتاب نہ لادیں جس کو ہم پڑھ بھی لیں ۔آپ فرمادیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ بشر (آدمی) ہوں مگر پیغمبر ہوں پیغام پہنچانے والا۔جب ان لوگوں کو ہدایت پہنچی تو ایمان لانے سے روکا اس بات نے کہ کہنے لگے کہ اللہ نے بھیجا آدمی کو پیغمبر بنا کر۔کہدو اگر ہوتے زمین میں فرشتے پھرتے بستے تو ہم اتارتے ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ کو پیغام دے کر‘‘۔

ان آیات کی روشنی میں رسول مقبولﷺ پر ایمان نہ لانے سے جو باتیں روک رہی تھی یا ایمان لانے کے لئے جومطالبات ہورہے تھے انکا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ رسول سے کہہ رہا ہے کہ فرمادیجئے میرا رب پاک ہے اورسوائے بشر (انسان) اورپیغمبر کہ اور کیا ہوں اور آگے کہہ رہا ہے کہ یہ بھی کہدو کہ اگر ہوتے فرشتے زمین میں تو کسی فرشتے کو پیغمبر بناتے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ذات نبیﷺ کا تعارف کروارہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ کمالاتِ انسانیت سے متصف حیثیت میں رسول اللہؐ کو رسول تسلیم کیا جائے۔اللہ یہ چاہتا ہے کہ جہت بشریت سے ہی آپ کا تعارف ہو کیونکہ آپ پوری انسانیت کے لئے ایک بہترین نمونہ بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔

قرآن میں جہاں دعوت کے ساتھ مہدی کا ذکر آیا ہے تو رسول اللہ ﷺ سے ہی خطاب کیا جا کر کہا جا رہا ہے کہ کہدو دیکھیں سورہ یوسف آیت ۱۰۸

قل ھذا سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی و سبحٰن اللہ و ما انا من المشرکین .

ترجمہ:۔ کہدو یہ میری راہ ہے میں بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

جہاں اللہ تعالیٰ رسول اللہؐ کا تعارف کروا رہا ہے تو جہت بشریت پر زور دے رہا ہے تو جب مہدی موعودؑ جو کہ آپ کے تابع تام ہیں اپنا تعارف پیش کریں گے تو اسی جہت بشریت کو پیش نظر رکھیں گے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے مہدی موعودؑ نے جب اپنا تعارف پیش کیا تو جہت بشریت میں کس طرح پیش کیا دیکھنے کے لئے ایک نقل دیکھئے اور اس کی توضیح وتشریح حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب اکیلویؒ کے ایک مضمون سے لی گئی ہے۔

نقل ہے کہ امامناؑ سے کسی نے پوچھا مہدی کے والد کا نام عبداللہ ہوگا اور آپ کے والد کا نام سید خاں ہے۔ امامناؑ نے اس کا جواب دیا کہ خدا سے پوچھو کہ اس نے سید خاں کے بیٹے کو مہدی موعود کیوں بنایا۔

اس سوال سے سوال کرنے والے کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ جو علامات آپکی ذکر کی گئی ہیں ان میں یہ ایک ہے اور اس کی مطابقت نہیں ہورہی ہے اس سے آپ کو مہدی موعودؑ کس طرح مان لیا جائے۔

مہدی موعودؑ کے جواب کی توضیح پیش کرنے سے پہلے یہ بتا دینا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ رسول مقبولؐ سے بھی ایک سوال کیا گیا تھا کہ توریت میں ایک رسول کے آنے کی خبر ہے اور نام احمد بیان کیا گیا ہے مگر آپ کا نام محمد ہے رسول مقبولؐ نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ خدا سے پوچھو پھر فرمایا کہ احمد بھی میں ہی ہوں۔

امامناؑ کے جواب کی توضیح جو حضرت سید محمد میاں صاحب اکیلویؒ نے بیان کی ہے وہ یہ کہ

''اس طرز جواب سے ظاہر ہے کہ میرے غیاب میں تم کو علاماتِ ماثورہ (یعنی جو علامات ذکر کی گئی ہیں) کی مطابقت میں راہ تلاش کرتے ہوئے مجھ تک پہنچنا چاہئے تھا میری

موجودیت میں یعنی منزل کو پہنچکر یہاں نشان راہ تلاش کرتے ہو نشاناتِ راہ کو جو تم نے منزل سمجھ لیا ہے تو جو اسباب بینائی و نظر آفروزی ہو سکتے ہیں وہی تم کو نابینا بنا رہے ہیں اور تمہارے لئے حجاب راہ بن گئے ہیں۔

کس قدر آسان بات تھی جو آپ مسائل کی تشفی سوال کی نوعیت سے فرما دیتے کہ بلا شبہ میرے والد کا اصلی نام سید عبداللہ تھا اور سید خاں ان کا خطاب ہے نام کے عوض نفس سیادات اور مفہومِ سروری کی رعایت سے آگے لکھتے ہیں۔

''امامنا نے اپنے تعارف کو علاماتِ ماثورہ کی مطابقت پر موقوف نہیں فرمایا بلکہ اپنے آپ کو ایک مطلق بشر کی حیثیت میں پیش فرمایا''

یعنی جن علامات کو دیکھ کر یا جن علامات سے یہ معلومات حاصل کر کے حضرت مہدیؑ تک آنا تھا اور جب حضرت مہدیؑ تک آ گئے اور ابھی علامات پوچھ رہے ہیں والی بات پیدا ہوگی جب حضرت مہدیؑ موجود ہوں تو پھر ان کی موجودیت پر جن علامات کا ذکر کیا گیا اس کو دیکھنا چاہئے یعنی موجودیت کی علامات پر پرکھا جانا چاہئے اور اگر وہ پورے ہوتے ہیں تو ایمان لانا چاہئے۔

موجودیت کی علامات پر غور کریں اور وہ کیا ہے معلوم کریں تو معلوم ہوگا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کے اخلاق میرے اخلاق ہونگے'' اور فرمایا کہ ''میرے نقش قدم پر چلے گا کبھی خطا نہیں کرے گا''

مہدی موعودؑ نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے کہ " **مذهب ما کتاب الله و اتباع رسول الله** " اور یہی دعویٰ جہت بشریت کا دعویٰ ہے کہ میرا مذہب اللہ کی کتاب ہے اور رسول کی کامل اتباع بحیثیت بشر میں ہی کر سکتا ہوں۔

اس مضمون میں خلقِ مہدیؑ اور خلق رسولؐ میں مطابقت طوالت کا سبب ہوگی اور کسی واقعہ کو واقعہ سے مطابقت کر کے جانچنا بھی صحیح طریقہ کار نہیں ہے۔ عمومی حیثیت میں دیکھا جاتا ہے یہاں صرف دعویٰ سے پہلے کے حالات یا معیار انسانیت یا ایسی عظیم ہستیوں کے اخلاق کیا ہوتے ہیں اس پر گفتگو کریں گے۔ اس سلسلہ میں قرآن سے ہی مدد مل جاتی ہے۔ سورہ انبیاء میں

مذکور ہے ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل و کنابہ عاملین .ترجمہ:۔ہم نے شروع سے ابراہیم کو رشد عطا فرمائی تھی ہم ان (کی صلاحیت) سے خوب واقف تھے۔

یہاں رشد کے معنی مفسرین نے فہم سلیم کے لئے ہیں یعنی ابراہیمؑ کو شروع سے ہی فہم سلیم عطا کی گئی تھی ۔ اللہ کی طرف سے فہم سلیم عطا ہونا یعنی معرفت حق حاصل تھی اسی لئے شروع سے ہی آپ نے بتوں کی پوجا کو برا جانا۔

اس معرفت حق میں آپ کا جو کمالِ یقین تھا وہ اس واقع سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب آپ نے خدا سے کہا مُردوں کو زندہ کس طرح کرتا ہے تو خدا نے پوچھا کہ کیا تم کو یقین نہیں ہے کہا یقین ہے اطمینان قلب کے لئے پوچھ رہا ہوں کہا چار سمتوں سے چار پرندوں کو لو اور ان کے ٹکڑے کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور پھر یہ چاروں پرندے زندہ بھی ہوئے اور اُڑ کر اپنی اپنی سمت چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے واقعات آپ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ مکہ میں آپ کی امانت آپ کی سچائی ، آپ کی رحمدلی مشہور تھی۔ اُس وقت آپ کے اخلاق حسنہ کا مقابلہ کرنے والی کوئی شخصیت مکہ میں ہی نہیں بلکہ پورے عرب میں نہیں تھی۔

مہدی موعودؑ کے شروع کے واقعات پر نظر ڈالیں تو ہمیں تاریخ میں صرف چند باتیں ملتی ہیں کم سنی میں آپ کا علم میں کمال حاصل کرنا اور پھر اسد العلماء کا خطاب اس کے بعد بادشاہ وقت کو جنگ کا مشورہ اور پھر جذبہ حق اس کے بعد ہجرت یہاں سے آپ کی سیرت تفصیلی طور پر ملے گی لیکن آپ کا علم حاصل کرنا اور اسد العلماء کے خطاب کا ملنا اور بادشاہ وقت کو یہ فتویٰ دینا کہ مطیع الکفر ہونا جائز نہیں ہے اس درمیان جو وقفہ ہے یا جو حیات ہے اس میں مہدی موعودؑ کے حالات یا واقعات کا ذکر نہیں ملتا

لیکن ابھی حضرت ابراہیمؑ کا رشد اور رسول اللہؐ کا عرب میں اخلاق حسنہ کا کمال پر ہونا جو بتایا گیا ہے اس سے اندازہ کریں اور حضرت مہدیؑ کے بعد کے حالات پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ عملی طور پر اخلاقی طور پر حضرت مہدیؑ کا اپنا ایک مقام تھا کہ بادشاہ وقت آپ کے فتویٰ پر

جنگ کے لئے تیار ہوگیا۔اس واقعہ کونظر میں رکھتے ہوئے حدیث رسول اکرم ﷺ دیکھیں جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے کہ ’’اُس کے اخلاق میرے اخلاق ہونگے‘‘ یا ’’وہ میرے نقش قدم پر چلے گا کبھی خطانہیں کرے گا‘‘ تو معلوم ہوگا کہ حضرت مہدیؑ نے شروع سے ہی اپنے آپ کوایک عالم دین ہو یا اخلاقی طور پر اعلیٰ معیار میں ہونے کی حیثیت میں اپنے احوال کوشریعت حقہ پر پیش فرمایا اوراز روئے شرع یہ فتویٰ جو دراصل اپنے قلب باصفا سے حاصل کرکے دیا آپ کی علو ہمتی اور باطل کو باطل کر دکھانے کے عزم کا ثبوت ہے جو دعوئے مہدیت سے پہلے ہے۔

یادرکھنا چاہئے کہ خلافتِ الہیہ ہو کہ نبوت وہی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں اس لئے اس کے معیار کاتعین کرنا مشکل ہے۔لیکن جہاں قرآن اورحدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہت بشریت میں اعلیٰ اخلاق معیار ہیں نبوت کے اور خلافت الہیہ کے اوراعلیٰ اخلاق ان ہستیوں کی واضح شناخت ہیں۔

تینوں ہستیوں کے قبل بعثت حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن کو اپنا پیغمبر یا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں ان کوشروع ہی سے علم ، یقین اور اخلاق عالیہ سے نوازتے ہیں ۔ان کے ذریعہ انسانوں کواپنی معرفت کی دعوت دیتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

’’میں چھپا ہوا خزانہ تھا چاہا کہ جانا جاؤں۔پھر نور محمدی اور پھر اس سے کائنات کی تخلیق کی‘‘

تمام پیغمبر اللہ کی وحدانیت ومعرفت کی تعلیم دینے پر مامور ہوئے اور آخری شریعت میں معرفت سے اور آگے بصیرت (دیدحق) کی طرف بلانے کے لئے خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کواوران کے تابع تام حضرت مہدی موعودؑ کو مامور فرمایا گیا۔جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہے’’**قل هذه سبیلی ادعو الله** ....**الخ**

و ما علینا ..

☆☆☆

داعی

قرآن کلام الٰہی ہے اس بات کو ہر مسلمان مانتا ہے اور اس کے ایک ایک لفظ پر اٹل ایمان رکھتا ہے۔ قرآن میں ہر بات کھول کھول کر واضح بیان کی گئی ہے اور قرآن کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ آسان اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے۔

ہر زمانے میں اور ہر ملک میں بولی جانے والی زبان وقت کے ساتھ ساتھ تغیر پذیر ہے اس کے علاوہ بولی جانے والی اور لکھی جانے والی زبان میں بھی اختلاف رہتا ہے۔ قرآن کی زبان ایسی ہے کہ وہ لفظ بہ لفظ بولی گئی اور بعد میں ضبط تحریر میں لائی گئی لیکن اس میں سرمو اختلاف نہیں ہوا۔

غیر عربی دانوں کے لئے قرآن مجید کے معنوی قرب کو حاصل کرنا مشکل سے مشکل تر ہونے کی ایک وجہ اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ ہے۔ ترجموں اور تفاسیر کے ذریعہ ہم مطالب قرآن سے کچھ واقفیت تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن یہ معلومات مترجم کے واسطے سے ہونگے جو ان کا اپنا مسلک ہوگا اس کے تحت وہ بات کرے گا۔

قرآنی الفاظ جو اردو میں مستعمل ہیں ان الفاظ کی حد تک عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں بھی ان کا وہی مفہوم ہے جو اُردو میں ہے اور عربی سے اُردو میں آنے والے کئی الفاظ ایسے ہیں جو اپنے ساتھ عربی کا مفہوم ساتھ نہیں لائے اور اُردو میں اس کے معنی ہی دوسرے ہوگئے اور ان سے ایک نیا مفہوم پیدا ہوگیا۔ جیسے خیرات کے معنی ہیں خیر بھلائی یا نیکی کی جمع ہے لیکن اُردو میں بھیک کے معنی میں استعمال ہونے لگا اس طرح دعوت کے معنی ہیں کسی اعلیٰ مقصد یعنی دین کی طرف بلانا اردو میں دعوت کا لفظ طعام یا شرکت کے لئے بلانے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

قل هو الله احد یعنی کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے سورہ اخلاص کی آیت کا حصہ ہے۔ بچہ بچہ اس کے معنی جانتا ہے ایک اُردو میں محاورہ ہے اس میں استعمال ہونے

لگا کہ آنتیں قل هو الله پڑھ رہی ہیں۔

اسی طرح کا لفظ ہے داعی جو دَعٰ اسے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پکارنا، بلانا

کتاب قرآن فہمی از ڈاکٹر حسن الدین احمد اس کے معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں ''اللہ کے رسول جب دین حق کے لئے بُلاتے ہیں تو اس کو دعوت کہتے ہیں''

دعوت رسالت کا اہم فرض ہے۔ رسول اللہ نے دعوت الی اللہ کونہایت سرگرمی سے شروع کیا اور زبردست کامیابی تک پہنچایا آپ نے زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں لگایا۔

داعی صرف رسول یا خلیفۃ اللہ جو مامور من اللہ ہوں وہی ہستی ہوسکتی ہے لیکن عام طور پر داعی کا لفظ مبلغ کے لئے بھی عام تام استعمال کیا جاتا ہے جو کہ غلط ہے داعی اور مبلغ کے درمیانی فرق کو سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ داعی اللہ کی طرف بلانے پر مامور ہوتا ہے جب کہ مبلغ داعی سے حاصل علم شرع کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے۔اس بات کو صحیح جاننے کے لئے یہ حدیث دیکھی جاسکتی ہے کہ ''نہیں بھیجا گیا انبیاء کو ہرگز مگر دنیا سے مخلوق کو بھگانے کے لئے مولیٰ کی طرف''

اگر ہم عام طور پر بھی سطحی غور وفکر کریں تو اندازہ ہوگا کہ ایک داعی کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں تو معلوم ہوگا کہ

(۱) داعی کو اخلاص کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہے اوراس کے اخلاص میں باریک سے باریک بات بھی داخل ہوجائے تو اس کا اخلاص ختم ہوجاتا ہے۔

(۲) سیرت وکردار صبر دین کی دعوت داعی سے متواتر صبر واستقامت کی طلبگار ہوتی ہے دعوتِ دین کے دوران میں نتائج پر نظر نہیں ہوتی صبر واستقامت ہر حال موجود ہوتا ہے یہ کوئی آسان کام نہیں ہے صرف مامور من اللہ ہستی ہی اس میں کامیاب رہتی ہے۔

(۳) داعی کا مزاج۔جس میں نرم مزاجی وخوش خلقی، تہذیب وشائستگی، حلم وعفو، شفقت و مہربانی، محبت و ہمدردی، دانشمندی وسعت نگاہی کئی ایسی چیزیں ہیں جو مکمل طور پر موجود ہونا ضروری ہے۔ان چیزوں میں مکمل وہی شخص ہوتا ہے جو معصوم عن الخطا ہوتا ہے اور معصوم عن الخطا

صرف رسول نبی یا خلیفتہ اللہ کی ہی شان ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ بھی ایک جگہ قرآن میں سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۹ میں فرماتا ہے اےئ (پیغمبر) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے بڑے نرم مزاج واقع ہوئے ہیں ورنہ اگر کہیں آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے گردوپیش سے چھٹ جاتے ۔

ہم قرآن کی وہ آیت لیتے ہیں جس میں بتایا گیا ہیکہ رسولؐ نے دعوت الی بصیرت دی ۔ سورہ یوسف کی آیت ہے ۔

قل هذا سبيلى ادعوا و الى الله على بصيرة انا و من اتبعنى......

کہد و (اےئ محمد) یہ میرا راستہ ہے اللہ کی طرف بصیرت پر میں دعوت دیتا ہوں اور وہ (المہدی) بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے ۔

اس آیت کے تحت بعض مفسرین ہر آدمی لیتے ہیں بعض صحابہ کرام کو لیتے ہیں بعض نے حضرت علی کے فصائل بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ مراد لیا ہے ۔ اس میں دلیل بھی دیتے ہیں کہ یہاں **بعینه** واحد استعمال ہوا ہے اس لئے "**من اتبعنى**" کہا گیا ہے اگر عام ہوتا تو ''والذین اتبعونی''، یعنی اور وہ لوگ جو میری اتباع کریں کہا جاتا تھا ۔

ہماری قوم میں بفرمان مہدی اس آیت میں اس تابع سے مراد مہدی علیہ السلام ہی لیا جاتا ہے ویسے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی یہاں مہدی ہی مراد لی ہے ۔

یہ جان لینا چاہیئے کہ امت محمدی میں کوئی ہستی سوائے مہدی کے منجانب اللہ داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی یہ وہ ہستی ہے جو نہ صرف داعی الی اللہ ہے بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے صاحب بینہ بھی ہے اور معصوم عن الخطا بھی ہے جیسا کہ فرمایا گیا قرآن میں سورہ ھود کی آیت ہے **افمن كان على بينه** . اس کے علاوہ حدیث ہے کہ **المهدى منى يقفوا اثرى ولا يخطى**

ترجمہ :۔ مہدی مجھ سے (میری آل سے) ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلے گا کبھی خطا نہیں کرے گا ۔

اور ایک حدیث ہے "**يقوم بالذين فى الآخر الزمان كما قمت به فى اول اسلام**

ترجمہ:۔آخر زمانے میں (مہدی) دین کو اسی طرح قائم کرے گا جیسا کہ میں نے دین اسلام کو ابتدائی زمانے میں قائم کیا ہے۔

پیرومرشد مولانا حضرت ابوسعید سید محمود تشریف اللّٰہی صاحب قبلہؒ نے آیت قل ھذا سبیلی کے تحت اپنے ایک رسالہ میں بعنوان ''دعویٔ مہدیت کی بنیادی دلیل اسلامیات کی روشنی میں''میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بڑی اچھی گفتگو کی ہے اس کا ایک اقتباس دیکھیں

''حضرت امامناؑ آغاز دعوتِ مہدیت سے اپنے وصال مبارک کے آخری وقت بھی یہی آیت شریف پیش فرماتے رہے چنانچہ فرح مبارک علاقہ خراسان میں آپ کے خلیفہ حضرت میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کے زانو پر اپنا سر مبارک رکھتے ہوئے یہی آیت شریف تلاوت فرما کر مختصر بیان فرمایا۔اس کے چند ہی لمحات کے بعد آپ کا وصال ہوگیا''

حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے اس آیت کے تحت اپنی کتاب بعض الآیات میں لکھا ہے کہ

''جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی شان میں فرمایا کہو (اۓ محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرۃ پر بلاتا ہوں اور وہ شخص بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے اور وہی مہدی ہے۔ واضح ہو کہ مہدی ہی اللہ کی طرف بصیرۃ پر بلاتے ہیں۔آنحضرت کے تابع ہیں اور وہ مامور بالدعوۃ ہے جس طرح رسول اللہ مامور تھے کیونکہ مہدی ہی آپ کے اتباع میں کامل ہوں گے اگر کہا جائے کہ اتباع میں کامل ہونے کے کیا معنی ہیں تو ہم کہیں گے کہ مہدی احکام شریعت میں اور دعوت الی اللہ میں اور اپنے تمام احوال افعال واقوال میں آنحضرت کا اتباع وحی سے کریں گے اور اس کے سوائے دوسرا شخص رسولؐ کا اتباع صرف احادیث اور روایات سن کر (یا دیکھ کر) کرتا ہے اور مہدی اپنے رب کی طرف سے بینہ (حجت واضح) پر ہوتا ہے۔''

تفسیر روح البیان میں بھی اسی آیت کے تحت تفسیر کرتے ہوئے صاحبِ روح البیان نے بھی لکھا ہے یہ اتباع ''قولاً فعلاً حالاً ہونی چاہیئے۔

اسکے علاوہ حال کے علماء دین بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ تقلید یا پیروی الگ چیز ہے

اور اتباع الگ چیز جیسا کہ مولوی ثنا اللہ امرتسری متوفی ۱۹۴۸ء نے تقلید اور اتباع کے تعلق سے لکھتے ہیں ''تقلید محض بلا معرفتِ دلیل کے قبول کرنے کا نام ہے اور اتباع علی البصیرت قبول کرنے کا نام ہے'' اس میں علی البصیرت لکھا گیا ہے لیکن اس کا مفہوم بہت گہرا ہے کیونکہ بصیرت من جانب اللہ ہی حاصل ہوتی ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ داعی کا مزاج، داعی کا صبر اور دوسری چیزیں اس میں یہ دیکھتے ہیں۔ سورہ یوسف کی آیت جو دعوتِ بصیرت رسولؐ نے دی وہی دعوت مہدی علیہ السلام نے بھی دی یہاں مہدی علیہ السلام کے بحیثیت داعی مزاج اخلاق اور صبر کے واقعات پر نظر کرتے ہیں۔

مہدی علیہ السلام کے زہد کے باب میں ہم اگر مقدمہ سراج الابصار دیکھیں تو محققِ مہدویہ علامہ بزمیؒ پروفیسر محمود شروانی کا ایک اقتباس دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''پروفیسر محمود شروانی نے حضرت مہدیؑ کے متعلق لکھا ہے کہ'' ان کے ایک کامیاب رفارمر اور اعلیٰ مصلح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تقویت دین اسلام و اعلائے شریعت رسول سے کام رکھا دین کی بادشاہی کے بجائے اگر کہیں دنیاوی بادشاہت قائم کرنے کا اُن کو خیال آجاتا تو آج ہندوستان کی تاریخ میں ایک کی جگہ سادات کی دو سلطنتوں کا حال ہم پڑھتے'' (اورینٹل کالج میگزین ماہ نومبر ۱۹۴۰ء) اس سے ظاہر ہے کہ آپ بادشاہی چاہتے تو قائم ہوجاتی اس کے باوجود یہ زہد صاف بتلا رہا ہے کہ آپ رسول اللہ صلعم کے ارشاد خلقه خلقی کا مصداق اتم تھے''

سخاوت کے سلسلہ میں بھی غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا رسول اکرم ﷺ نے جس انداز سے سخاوت کی اور حنین کے روز جس طرح آپ نے سو سو اونٹ دئے بلکہ اس دن نو مسلم اصحاب کو بھی کافی کچھ دیا گیا اُسی طرح مہدیؑ کے اس باب میں غور کریں تو معلوم ہوگا جب سلطان غیاث الدین بادشاہ مانڈو نے آپ کے پاس خزانہ روانہ کیا تو آپ اُسی روز تقسیم کردئے اور جب ایک دف نواز آخر میں سوال کیا تو آپ نے ایک کروڑ محمودی کی تسبیح گز سے اٹھا کر اس کو دے دی اور جب آپ کے برادر نسبتی نے کہا میرانجی یہ قیمتی تھی آپ نے فرمایا کہ **كل متاع الدنيا قليل** .

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی نظروں میں دولت دنیا کتنی ہیچ تھی۔

صبر تسلیم و رضا میں دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رسول اکرم ﷺ کے کئی ایک واقعات ملتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کے فرزند کے وصال پر جب گہن کا حوالہ دیا گیا تو آپ نے فرمایا نہیں یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت اشقیا کے لئے دعا فرمائی جنہوں نے اونٹ کی اوجڑی آپ کی پشت پر ڈالی۔ اس طرح مہدی موعودؑ کا شہہ بیگ ارغوان مقام فراہ کے آدمی کا رویہ اور جواب میں مہدیؑ کا رویہ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ صبر میں داعی الی اللہ کا رویہ کیا ہوتا ہے سینکڑوں جانباز اور جانثار اصحاب کو رکھتے ہوئے بھی شہہ بیگ کے آدمیوں کی بداخلاقی کو برداشت کیا۔ وہیں مانڈو میں عرس رسول اکرم ﷺ کے موقع پر میاں اجملؓ کے آگ میں گر جانے کا واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس قسم کی تسلیم و رضا صرف داعی الی اللہ ہی سے پیش ہوسکتی ہے۔

اسی طرح رسولؐ و مہدیؑ کے خلق کو بیان کیا جائے تو بات کافی طویل ہوجاتی ہے داعی کے خلق کی یہ تشریح ہی داعی کی اہمیت کو سمجھانے کے لئے کافی ہے اس کے لئے حضرت سید محمود بدرالدجیٰ منوری صاحب قبلہ کے مضمون خلق مہدیؑ جو پچھلے میلاد ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا اس کا ایک اقتباس دیتے ہوئے بات پوری کی جاتی ہے جس میں انہوں نے حضرت امام غزالی کا ایک حوالہ خلق کی تشریح میں پیش کیا ہے۔

فا لخلق عبارة عن هيته فى النفس راسخة عنها تصدر الافعال بموله يسرمن عير حاجة الى فكر و روية (احیاءالعلوم)

ترجمہ: خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں اور ان کو عملی جامہ پہنانے میں کسی سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ وہ اعمال جو کسی سے اتفاقاً یا کسی سے وقتی جذبہ اور عارض جوش سے صادر ہوتے ہیں خواہ کتنے ہی اعلیٰ و عمدہ ہوں انہیں خلق نہیں کہا جائے گا خلق کا اطلاق

افعال و عادات پر ہوگا جو پختہ ہوں جن کی جڑیں قلب و روح میں بہت گہری ہوں۔اس کے بعد یوسف الصالحی الشاعی کا ایک حوالہ دیکھیں جس کا اُردو ترجمہ ہی دیا جارہا ہے اس مضمون سے

''حسن خلق کی حقیقت وہ نفسانی قوتیں ہیں جن کی وجہ سے افعال حمیدہ اور آداب پسندیدہ پر عمل کرنا بالکل آسان ہوجاتا ہے اور یہ چیزیں اس کی فطرت بن جاتی ہیں یعنی جس طرح آنکھ کسی تکلیف کے بغیر دیکھتی ہے اور کان بغیر تکلیف کے ہر آواز سنتے ہیں اسی طرح تمام افعال حسنہ پر بغیر تکلیف کے عمل پیرا ہوجاتے ہیں۔''

اس تشریح کے بعد بات خود بہ خود سمجھ آجاتی ہے کہ اس آسانی سے تمام افعال حسنہ پر عمل پیرا ہونا کسی مامور من اللہ یا داعی الی اللہ کا ہی کام ہوسکتا ہے کیونکہ وہ کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتا بلکہ اللہ سے حاصل وحی ہو کہ تعلیم بلاواسطہ اس پر عمل کرنا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا کہ محمدؐ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے مگر جو ان پر وحی کی گئی۔

آخر میں ایک اور اہم بات کا ذکر کرتے ہوئے بات ختم کی جاتی ہے کہ داعی اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور کوئی تحریک یا مشن نہیں چلاتا تحریک انسان کی اپنی سمجھ، ضرورت، ضرورتِ وقتی اور اپنے نظریہ کے حساب میں ہوتی ہے دعوت صرف اللہ کے حکم پر ہی کی جاتی ہے۔اس لئے مہدی علیہ السلام کی دعوت، دعوت الی اللہ ہے نہ کہ وہ کوئی تحریک یا مشن اس لئے ضروری ہے کہ قرآنی الفاظ کو اپنی زبان کے معنی و مفہوم میں نہ سمجھیں۔قرآن کے الفاظ قرآنی زبان سے ہی سمجھنا چاہیئے کیونکہ ایک ایک لفظ کے کئی معنی ہماری زبان سے نکلتے ہیں اس لئے آیت کے سیاق و سباق کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

☆☆☆

دائروں کی اہمیت

اس عنوان کے تحت لکھنے کا خیال اس لئے آیا کہ ایک کتاب ''دورِفتن میں راہ عمل'' کے عنوان سے پڑھ رہا تھا جس میں سورۃ کہف کی ان آیات کا ذکر کرتے ہوئے جو کہا گیا ہے اس پر یہ عنوان ذہن میں ابھرا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ دائروں کی اہمیت کے لئے ان آیات سے استدلال لیا جاسکتا ہے کیونکہ ان آیات پر دائروں میں جو عمل ہوا ہے اور کہیں نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس کے کچھ اقتباسات پر ہی گفتگو کی گئی ہے اس کتاب میں سورۃ الکہف کی جو آیات اور اس کے ترجمہ کے ساتھ جو باتیں تھیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

و اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلمة ولن تجد من دونه ملتحدا و اصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغدٰوة والعشی یریدون وجهه ولا تعدعینک عنهم ترید زینة الحیوٰة الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتبع هوه و کان امره فروطا و قل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر (الکہف ۱۸: ۲۷۔۲۹)

ترجمہ:۔اور تلاوت کرو اس چیز کی جو وحی کی گئی ہے تمہاری طرف رب کی طرف سے اس اللہ کے کلمات کو بدلنے والی کوئی چیز نہیں ہے اور تم ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پاؤ گے اس کے علاوہ اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو۔ جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت کو پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کرلی ہے اور جس کا طریق کار افراط وتفریط پر مبنی ہے صاف کہدو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے۔

اس سارے کا خلاصہ اگر میں بیان کرنا چاہوں تو وہ ہے قرآن اخوت اور دعوت۔

اس حصے کے اندر یہ تین اصول بیان ہوئے ہیں جس نے ان تینوں کو مضبوطی کے

ساتھ تھام لیا۔یعنی اللہ کی کتاب،مومن بندوں کے ساتھ اخوت کا تعلق اوران کی دعوت کا جام یہ دراصل وہ نسخہ ہے جو آدمی کو ہر دور میں ان فتنوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔جو دجال کی طرح اس کے ایمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں(ماخوذ من ’’دورفتن اورراہ عمل‘‘ ازخرم مراد)

ابھی آپ نے جو اقتباس پڑھا اس سے یہ بات تو معلوم ہوئی کہ اس آیت میں تین باتوں کا ذکر ملتا ہے کہ قرآن کو پڑھیں اورعمل کریں۔مومن سے اخوت و بھائی چارگی رکھیں اور لوگوں کو بتادیں کہ یہی حق ہے اور یہ بتانے کی صورت کواہل قلم نے دعوت سے عبارت کیا ہے۔

ان تین باتوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں آیا دائروں میں ان تین باتوں پر کس طرح عمل ہوتا تھا اس سے اندازہ ہوگا کہ مہدوی دائروں کی کیا اہمیت تھی یا ہے۔

آیت کے شروع میں ہی یہ بیان کیا گیا بلکہ حکم دیا گیا کہ وہ کتاب جو تم پر وحی کی گئی ہے اُسے تلاوت کرو۔یہاں جولفظ تلاوت استعمال ہوا ہے اس کی وجہ خاص بتاتے ہوئے خرم مراد لکھتے ہیں۔

’’تلاوت کے معنی صرف اورصرف پڑھنے کے نہیں ہیں اس کے لئے عربی میں قرات کا لفظ آیا ہے تلاوت کا لفظ اپنے اندر ایک جامعیت رکھتا ہے۔عربی زبان میں یہ لفظ ایک چیز کے پیچھے دوسری چیز کے چلنے کے لئے استعمال ہوتا ہے چوں کہ قرأت میں الفاظ ایک کے بعد دوسرے آتے ہیں اس لئے تلاوت کا لفظ پڑھنے کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا لیکن قرآن میں مختلف جگہ پر تلاوت کا لفظ جس انداز میں آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان سے پڑھنا اس کو سمجھنا اُس کو اپنے اندر جذب کرنا اس کی اشاعت کرنا اس کے اوپر عمل کرنا یہ سارے مفہوم اس کے اندر شامل ہیں۔گویا ہماری شخصیت ہمارے ذہن قلب،ہماری روح اور ہمارے عمل کا ایک مضبوط رشتہ اورتعلق اس کتاب کے ساتھ ہونا چاہے جواللہ کی طرف سے دی گئی۔‘‘(ماخوذ من دورفتن میں راہ عمل از خرم مراد)

اس اقتباس کو دیکھیں اور ہمارے دائروں کے حال کو غور کرلیں تو اندازہ ہوگا کہ مہدیؑ کے دور کے دائرے میں قرآن کو سمجھایا جاتا ہے اوران معنوں سے جواللہ کے بتائے ہوئے معنی ہیں اوراس کو اپنے اندر اصحاب مہدی جذب بھی کرنا جانتے تھے اوراس پرعمل کرکے اس کی اشاعت بھی کرتے تھے یعنی اس آیت کے پہلے حصہ پر اگر صحیح معنی میں عمل ہوا ہے رسولﷺ کے بعدتو وہ

دائرے مہدویت ہی میں رہے۔ یہاں اشاعت سے مراد اس پر خود بھی عمل کرنا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس پر عمل کرانے کے معنی میں آئے گا اور سینہ بہ سینہ تعلیمات کے معنی میں مستعمل ہوگا۔

جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے **وشفا لمانی الصدور** یعنی یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفاء ہے (سورہ یونس ۵۷)

دلوں کے امراض میں سب سے بڑا مرض ہے فرعونیت جس کو عرف عام زبان میں انا کہتے ہیں اس مرض سے شفاء اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب انسان قرآن کو پڑھے سمجھے جیسا کہ اس کو سمجھنا چاہئے اور اس پر عمل کرے اور ہمارے دائروں میں ہی یہ کام عملی شکل میں کرایا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ جب دائروں میں بیان قرآن ہوتا تو لوگوں کا ایمان بڑھتا، دل پگھل جاتا تھا آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے۔ اول میراں حضرت سید محمود ثانی مہدیؑ کے دائرہ کا ایک واقعہ ہے آپ بیان قرآن فرمارہے تھے جب ایک آیت پر پہنچے زاروقطار رونے لگے۔ آیت قرآنی ہے **لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتاً عنداللہ** ......سورہ صف آیت نمبر۲،۳

نقل ہے کہ ایک روز حضرت بندگی میراں سید محمودؓ قرآن کا بیان کررہے تھے بیان کے درمیان آیت کریمہ ''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ کو سخت ناپسند ہے کی تلاوت تک پہنچے تھے کہ ٹھیر گئے اور خوف خدا کی شدت کی وجہ سے تین روز تک بیان قرآن نہیں فرمایا۔ (معارج الولایت)

حضرت سید محمود ثانی مہدیؑ کے اس عمل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن پر عمل کس انداز سے مہدوی دائروں میں ہوتا رہا ہے اور یہاں مہدی موعودؑ کا وہ فرمان بھی پیش نظر ہونا چاہئے جو اس آیت کے ہم معنی ہے کہ

اپنا حال خدا کے کلام (قرآن) کے موافق کرو اگر وہ (قرآن کے) موافق ہے تو وہ بشارت ہے۔

اس سے آپ خود اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اس آیت **و اتل ما اوحی......** کے حکم پر مہدوی دائروں میں کس طرح عمل ہوا۔ اب اس کے اگلے حصہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لا مبدل لکلمة و لن تجد من دونه ملتحدا** ۔یعنی اس اللہ کے کلمات کو بدلنے والی کوئی چیز

نہیں؟ اورتم ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پاؤ گےاس کے علاوہ۔

جب ہر طرف سے باطل کا زور ہو دنیاوی فساد، باطل فلسفے، باطل نظریات کا ایک ہجوم ہواور یہ سب آپ کے ایمان پر ضرب لگا رہے ہوں تو ایسے میں ایک ہی آغوش پناہ ہے اور وہ ہے قرآن اور قرآن کی آغوش کیا ہوگی تو وہ جگہ جہاں اس کے صحیح معنی بتائے جاتے ہیں اس پر عمل کرنے کی نہ صرف تلقین کی جاتی ہے بلکہ سختی سے عمل بھی کرایا جاتا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ ان سب چیزوں سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اپنی روح کو ایسی جگہ محفوظ کرے جہاں ان سب دشمنوں سے محفوظ رہ سکے اور ہمارے مہدوی دائروں میں یہ ہی ہوتا تھا اس لئے آدمی اپنے آپ کو دائروں میں محفوظ کرلیتا تھا حتیٰ کہ خدا کے حکم سے اپنے آپ کو صاحب دائرہ کو بیعہ دیتا یعنی ان سے بیعت کرتا ہے۔

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالعداوۃ والعشی یریدون وجھہ

اس کا ترجمہ خرم مراد صاحب نے کچھ یوں کیا

"باندھ لو اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام اور جو طالب ہیں اس کے چہرے کے۔ (ماخوذ من دورفتن میں راہ عمل از خرم مراد)

اس کے بعد لفظوں کے معنی الگ الگ بتاتے ہوئے گفتگو کی ہے یہاں صرف ان کے بتائے ہوئے معنی لکھے جاتے ہیں بعد میں اسی پر گفتگو کو آگے بڑھایا جائے گا۔

صبر:۔ صبر کے معنی عربی زبان میں بنیادی طور پر باندھنے اور تھامنے کے ہیں اور اس کی تشریح کرتے ہوئے بتاتے ہیں اللہ کی راہ میں، اللہ کو یاد کرنے والے حضرات کے ساتھ رہنے میں، آنے والے مشکلات میں بھی عام حالات میں بھی صبر کی بات ہے۔

یدعون:۔ رب کے ساتھ تعلق کے لئے قرآن نے دو لفظ استعمال کئے ہیں ایک لفظ عبادت اور بندگی کا ہے یعبدون دوسرا لفظ پکارنے اور بلانے کا ہے یدعون۔

یریدون وجھہ:۔ جو طالب میں اس کے چہرے کے اور یہاں یریدون استعمال ہوا۔ یریدون کے

معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ارادہ کا لفظ خواہش کے لفظ سے کچھ آگے کا ہے۔

ان معنی پر غور کریں تو بات آئینہ کی طرح صاف ہوجاتی ہے کہ ''جو طالب ہیں اس کے چہرے کے بعد یریدون کے معنی الگ سے بتائے ہیں اور وہ ہیں'' ارادہ جب آدمی کو ارادہ کرنے کا حکم دیا گیا ہو یا خود آدمی ارادہ کرتا ہے تو ضرور اس ارادہ کی تکمیل کیلئے کام (عمل) کرتا ہے اور اس آئینہ میں وہ عمل بھی بتا دیا گیا کہ صبح وشام رب کو پکارتے ہیں یا یاد کرتے ہیں یہاں پکارنے اور یاد کرنے سے ذکر دوام ہی مراد ہے

ان سب معنی اور تفصیل کے بعد اگر ہم ہمارے دائروں پر نظر کریں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ یہ عمل دائرہ میں مکمل طور پر ہوتا ہے اور جو شخص بھی طالب دیدار مولا ہوتا فوراً دائرہ سے وابستہ ہوجاتا تھا تاکہ وہاں رہنے والے ذاکرین کے ساتھ رہے اور وہاں آنے والے تمام مشکلات میں صبر بھی کرتا تھا اللہ کو یاد بھی کرتا تھا اور صرف طالب رہتا تھا کہ دیدار خدا ہوجائے اور جن کو دیدار ہوجاتا تھا وہ درجات کے لئے اسی عمل پر قائم رہتے تھے۔اور قرآن کا حکم امرونہی پر کام کرتے تھے اور یہ کام ''یدعون'' کے دونوں معنی میں آجاتا ہے کہ اللہ کو پکارتے بھی تھے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے بھی تھے۔بیعت کرنے یا مرید ہونے کے تعلق سے بھی بڑے اچھے انداز سے یریدون کے تحت گفتگو کرتے ہوئے اس کتاب میں بتائی گئی ہے اقتباس دیکھیں۔

چاہنا الگ چیز ہے تلاش الگ اور ارادہ الگ۔ارادہ کے معنی کے اندر عزم اور فیصلہ بھی شامل ہے یہی وجہ ہے کہ سلسلہ تصوف میں صوفیا اس شخص کے لئے جو ان کے ساتھ چلنے یا ان کی راہ پر چلنے کا ارادہ کرتا ہے مرید کا لفظ استعمال کرتے ہیں (ماخوذ من دورفتن میں راہ عمل)

یعنی یہاں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اللہ کے حکم پر کہ تم ذاکرین کے ساتھ رہو یا صدیقین کے ساتھ رہو اور پھر اللہ کے دیدار کی طلب رکھتے ہو تو ارادہ کرو اور تمہاری زندگی کا مقصود اور ان کی توجہات کا مرکز صرف یہ رہنا ہے کہ وہ اللہ کے دیدار کے طالب ہیں اور اسی طلب میں اس کی رضا کو ہی تلاش کرنا ہے اور اللہ نے اس کے لئے جو اعمال بتائے ہیں اس پر عمل کرنا ہے اور مہدوی دائروں میں ہی آپ دیکھیں گے کہ اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔

اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مہدویت میں دائروں کی کیا اہمیت ہے اور ہم مہدویوں کو کیوں دائرہ سے وابستہ ہونا چاہئے اور دائروں سے وابستگی کا طریقہ یا قانون کوئی ہمارا اپنا بنایا ہوا قانون نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ کا ایک حکم ہے کہ تلاوت کرو اور ان لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط کرو جو صبح شام اللہ کو یاد کرتے ہیں ایسے لوگ دنیا سے دور ہوتے ہیں جسکا اگلی آیت میں ذکر بھی کیا گیا۔ ایسی جگہ کو ہم نے دائرہ کا نام دیا ہے۔ اور اس بات کو پایۂ ثبوت تک لے جانے کیلئے اس کے بعد کی آیت بہت ہی واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولا تعد عنک عنهم ترید زینة الحیواة الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتبع هوٰه و کان امره ، فرطا و قل الحق من ربکم ممن شاء فلیومن و من شاد فلیکفر (الکھف ۲۹)

ترجمہ: اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو کیا تم دنیا کی زینت کو پسند کرتے ہو ؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی اور جس کا طریق کار افراط تفریط پر مبنی ہے۔ صاف کہدو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

یہاں شروع میں ہی اللہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کو یاد کرنے والوں سے نگاہ نہ پھیرو اور اس سے پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ ’’واصبر‘‘ کے تحت ان سے باندھے رہو ان کو تھامے رہو یعنی اللہ کو یاد کرنے والوں سے اپنے تعلق کو مضبوط رکھو ان سے نگاہ نہ پھیرو اور ساتھ ہی یہ بھی سوال کیا جا رہا ہے کیا تم دنیا کی زینت کو پسند کرتے ہو؟ سوال اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اس سے پہلے کئی بار بتا دیا گیا ہے کہ دنیا بری چیز ہے اور دنیا کی زینت کو پسند کرنے کے بجائے آخرت کو ترجیح دو اسی لئے یہاں بصورت پوچھا گیا اب آپ غور کریں تو محسوس ہوگا کہ دائروں میں رہنے والے کبھی بھی دنیا کی زینت کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ دنیا کی زینت کو کچھ حد تک پسند کرنے والوں کو بھی پسند نہیں کرتے تھے جیسے کہ آیت اس کے آخری حصہ میں بتایا گیا ہے کہ ہم نے ان کے دل کو ہماری یاد

سے غافل کر دیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا یا دنیا کی زینت کو پسند کرتے ہیں۔

دنیا سے یا دنیا کی زینت سے بے رغبتی کا عالم دائروں میں کیا تھا صرف ایک نقل سے واضح ہوجاتا ہے یہاں حضرت اول میراں سید محمود ثانی مہدیؓ کے دائرے کی ایک نقل پیش کی جاتی ہے۔

نقل ہے میاں عبدالقادر سے کہ ایک برادر احمد آباد سے آئے اور سید مصطفیٰ عرف غالب خاں کا سلام میراں سید محمود(ؓ ثانی مہدیؓ) کو پہونچایا۔ بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ اس پر بے حد خفاء ہوئے کہ وہاں کس لئے گئے اور (دنیا داری میں گرفتار) دنیا دار کا سلام کیوں لائے۔

ایسے کئی نقلیات اس سلسلہ میں پیش کی جاسکتی ہیں حتیٰ کہ راہ خدا میں دینا قرابت داری کے اعتبار سے اگر ہوجائے تو اس میں للّٰہیت ختم ہوجانے کی بات سوچتے تھے اور قرابت دار سے کہتے تھے کہ ہمارے بجائے دوسرے کسی دائرے کو یہ روانہ کردو۔

اتنی زیادہ سختی سے جو عمل دائروں میں ہوا تھا اور ان آیات پر عمل کرنا کافی مشکل عمل بھی ہے اس لئے اس آیت میں واصبر کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لفظ پر اسی کتاب سے ایک اقتباس دیکھیں تو بات بہت واضح ہوجاتی ہے۔اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔

قرآن نے ان آیات میں تعلق کے لئے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ صبر ہے یہ بڑا عجیب سیاق وسباق کے اندر آیا ہے عربی زبان میں ربط کا لفظ بھی مستعمل ہے اور محبت کے لئے بھی استعمال ہوسکتا ہے کہ محبت کرو لیکن یہاں صبر کا لفظ استعمال ہوا ہے میرے خیال میں اس کے اندر بھی ایک خاص معانی پنہاں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ دراصل تعلق تو ہے ہی یہ کہ ایک انسان دوسرے انسان کا ہاتھ تھامے اور اپنے رب کی رضا کی تلاش کی راہ پر چلے لیکن اس تعلق کے لئے عزم و استقلال کی ضرورت ہے یہ ایسا تعلق ہے کہ جس کے نتیجہ میں ایک فرد بہت سارے صدمات اور خطرات سے دوچار ہوتا ہے اگر آدمی اس بات کے لئے تیار نہ ہو کر صبر بھی کرے گا تو محبت اور اخوت کا تعلق قائم نہیں رہ سکتا۔ دو انسان جب مل کر ساتھ چلیں گے تو ایسی باتوں کا پیش آنا جو ناگوار خاطر ہوں لازمی ہے۔اس لئے حدیث نبویؐ میں اس آدمی کی تعریف کی گئی ہے جو لوگوں

کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور اگر اس میں اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے۔ میری رائے میں قرآن نے یہاں پر صبر کا لفظ اس تعلق، اس تعلق کی مضبوطی اور استحکام اور اس راہ میں جو ناگوار چیزیں پیش آنے والی ہیں ان کے مقابلے میں صبر کے ساتھ قائم رہنا ان سب معنوں میں استعمال کیا گیا ہے (ماخوذ میں ''دورفتن میں راہ عمل'' از خرم دار صاحب)

اس اقتباس کے بعد دائروں میں صبر اور اخوت کی بات پر نظر کریں تو محسوس ہوگا کہ یہ بات نہ صرف دلوں میں تھی بلکہ اس کا اظہار بھی برملہ تھا اور ایک دوسرے کو بھائی کہہ کر نام لیا کرتے تھے اور اس میں نہ عمر کا خیال رکھا جاتا تھا نہ رشتہ بلکہ سب سے اہم رشتہ خدا کی راہ پر چلنا اور اس کا دیدار حاصل کرنے کا جو رشتہ اخوت تھا اس کا برملہ اظہار بھی ہوتا تھا کہ باپ بھی اپنے بیٹے کے لئے بھائی کا لفظ استعمال کر رہا ہے اور قران پر عمل کی ایسی مثال جو دائروں میں پیش کی گئی تاریخ میں ملنا مشکل ہے سوائے رسولؐ کے دربار کے۔

اور آخر میں جو کہا گیا کہ کہدو یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

اس حصہ پر بھی پوری طرح عمل ہوا نہ صرف حق کہدیا گیا بلکہ حق کا مشاہدہ بھی کرایا گیا۔ جس کے دل میں ایمان تھا اس نے مانا بھی دیکھا بھی اور جس کے دل کو اللہ نے مقفل کر دیا اس نے انکار کر دیا۔

و آخر داعوانه الحمد لله رب لعٰلمین .

☆☆☆

لمحہ فکر
(کیا ہماری فکر کا اغوا ہوگیا؟)

اس عنوان پر گفتگو سے پہلے فکر اور اغوا کے کیا معنی ہیں معلوم کریں یہ الفاظ عربی زبان سے اردو میں من وعن آئے ہیں۔

فکر: ۔فکر کے معنی لغاتی اعتبار سے سوچ بچار، اندیشہ خیال، غور وتامل ہیں، اردو میں اس کا ایک مرکب ہے ''فکر فردا'' اس کے معنی ہیں مستقبل کا خیال، قیامت کی فکر، آخرت میں اللہ کو جواب دہی۔

قرآن میں یہ لفظ عربی قواعد کے لحاظ سے **یتفکرو ا' یتفکرون** وغیرہ آیا ہے

اغواء: ۔اغواء کا مادہ عربی میں غوی ہے۔غوی کے معنی ہیں راہ سے بھٹکنا اس حساب سے اغوا کے معنی یوں مرتب ہوتے ہیں، ورغلانہ راہ راست سے بہکانہ، بہکا کر بھگا لے جانا، سیدھی راہ سے اُکھیڑنا وغیرہ

قرآن میں **اغوا یاغوی** قواعد کے لحاظ سے **اغوینا اغویتنی، اغویناھم** وغیرہ آئے ہیں۔

اس مضمون میں ہم یہ دیکھینگے کہ کیا ہماری آخرت کی فکر، اللہ کو جواب دہی کی فکر کا اغواء تو نہیں ہوگیا ہے اور یہ اغواء کا سلسلہ کب سے اور کون چلا رہا ہے آج تک کس طرح چلا آ رہا ہے۔

اس کا جواب ہوگا یہ فکری اغواء کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے چل رہا ہے اور قیامت تک چلے گا ہم کو اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رسول، نبی، خلیفتہ اللہ کی بعثوں کا سلسلہ جاری کیا تھا اور ان کے ذریعہ ہم کو اس سے آگاہ بھی کرتا رہا ہے لیکن انسان بعثت کے بعد ہی اپنی جواب دہی کی فکر سے آزاد ہوتا رہا۔

فکری اغوا کا سلسلہ حضرت آدم سے اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں سورہ الاعراف میں یہ بتایا کہ ہم نے کتاب اس لئے اتاری کہ رسول لوگوں کو ڈرائیں اور لوگوں کو نصیحت ہو جو ایمان والے ہیں اور جو نہ ڈریں ان پر عذاب لانے کی بابت بھی اس سورت میں بتایا اس طرح تخلیق آدم کا ذکر کرتے ہوئے فرشتوں کو سجدہ کا جو حکم دیا گیا اس کا بیان ہے ابلیس نے انکار

کر دیا اور ابلیس نے اس وقت جو کچھ کہا جو مکالمہ ہوا اس کا ذکر آیت نمبر 16 میں ذکر کیا **قال فبما اغویتنی لا قعدن لھم صراتک المستقیم** ''ترجمہ: (ابلیس) بولا جیسا مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر۔یعنی ابلیس کہہ رہا ہے رہزنوں کی طرح ان کے ایمان پر ڈاکہ ماروں گا ان کا اغواء کروں گا ان کو بہکاؤں گا تیری سیدھی راہ سے

اللہ تعالیٰ اپنے کلام بلاغت نظام میں ایک اور جگہ دوسری آیت جو سورہ الحجر کی ہے آیت نمبر 39 میں بھی یہی ذکر کچھ مختلف انداز میں کیا ہے **قال رب بما اغویتنی لا زینن لھم فی الارض ولا غوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین** . ترجمہ: . (ابلیس) بولا اے رب تو نے مجھ کو راہ سے کھو دیا میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا زمین میں اور راہ سے کھودوں گا ان سب کو مگر جو تیرے مخلص بندے ہیں۔یعنی یہاں بھی وہی بات ابلیس کہہ رہا ہے اضافہ یہ ہے کہ **الا عبادک منھم المخلصین** ان کو نہیں گمراہ کروں گا جو تیری عبادت خلوص سے اخلاص سے کرتے ہیں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر ہمارے پاس سے ہماری عبادات سے اخلاص ختم ہو گیا تو ابلیس ہم پر مسلط ہو سکتا ہے۔

فکری اغواء کا یہ تسلسل ابلیس تب سے ہی چلا رہا ہے اور گمراہی کے نئے نئے راستے منظر عام پر آتے جا رہے ہیں۔پچھلے زمانوں میں لوگوں نے اس کے چکر میں نبیوں رسولوں کی بعثت کا انتظار کیا، نبیوں کو قتل تک کر دیا، موسیٰؑ کا ظہور ہوا معجزے طلب کئے گئے، ان پر ایمان لانے والوں نے ایمان لایا، انکار کرنے والوں نے انکار کیا لیکن چند دنوں کی موسیٰؑ سے دوری میں شیطان کے ہاتھوں اپنی فکر کا اغواء کروانے والے ایک بچھڑا بنا کر پوجنے لگے۔پھر موسیٰؑ کی واپسی پر راہ راست پر آ گئے مگر موسیٰؑ کے بعد شیطان نے دنیا کی بہاریں بتائیں اور ان کی فکر کا اغواء کر لیا اور ان لوگوں نے اللہ کے کلام میں ردوبدل کر ڈالا اور اللہ کی آیتوں کو چند سکوں کی خاطر بدل ڈالا، اس بات کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے یعنی یہ لوگ اللہ کے پاس جواب دہی سے بے فکر ہو کر ابلیس کے ہاتھوں میں اپنی فکر تھما دی، پھر ایک نئی بعثت ہوئی حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہوا ان کی پیدائش کے بعد جب جھولے میں کم سن بچے نے بات کی اور اپنی پا کی بتائی یہودی بہت خوش ہوئے لیکن جب عیسیٰؑ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا کئی لوگوں نے انکار کر دیا اور ان کے جانی دشمن بن گئے، جب اللہ تعالیٰ

نے عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا تب عیسائیوں نے بھی یہودیوں کی طرح اللہ کے کلام میں ردوبدل کر دیا اور ابلیس کے غلام ہو کر اپنی فکر شیطانی و طاغوتی ہاتھوں اغواء کرا چکے

آخری شریعت آخری کتاب کے ساتھ خاتم النبین رسول اکرمؐ کی بعثت ہوئی، اللہ نے اس کلام کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی، اس لئے قرآن کریم تحریفات سے آج تک محفوظ ہے اور رہے گا لیکن شریعت میں تحریف اور قرآن کے معنی میں تحریف کا سلسلہ رسول اکرم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ہی شروع ہو گیا اور زکوۃ کے منکرین کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ان سے جنگ کرنی پڑی یہاں سے پھر ابلیس نے فکری اغواء کا نیا سلسلہ شروع کیا تو آج تک تھمنے کا نام نہیں۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا جنگ جمل پھر خارجیوں کے فرقہ کا منظر عام پر آنا یہ سب فکری اغواء کا تسلسل ہی تو ہے اور مسائل آتے چلے گئے، واقعۂ کربلا ہو گیا، معتزلہ کا مسئلہ اٹھا، اسی طرح کئی فرقہ وجود میں آتے چلے گئے۔

یہ سب ہونا ہی تھا ان لوگوں کے دین سے ارتداد کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا اس لئے پیشگی یہ خبر بھی اپنے کلام میں دی بطور انتباہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 54 میں بتا دیا "**یاایھا الذین امنوا من یرتدمنکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم** ......" اس پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ فرما رہا ہے "اے ایمان والو جو کوئی تم میں سے پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں، نرم دل ہیں، مسلمان (مومن) پر زبردست ہیں، کافروں پر لڑتے ہیں، اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ فضل ہے اللہ کا دیگا جس کو چاہے اور کشائش والا ہے خبر دار (ترجمہ من شیخ الہند محمود الحسن)

یہ ارتداد اس لئے بھی تھا کہ لوگ وحی الٰہی کے بجائے انسانوں کے پیش کردہ نظریات میں اپنی بھلائی اور بڑائی چاہتے تھے اس لئے وہ وہاں چلے گئے جہاں طاغوتی طاقتیں دنیا کی بہاریں لئے اپنا جال بچھائے بیٹھی تھی کہ ان کی فکر کا اغواء کر لیا جائے اور انہوں نے طاغوتی ہاتھوں اپنی فکر کا اغوا کرا چکے اور فکر فردا کو بھول گئے اور جن کو فکر فردا یاد نہیں رہی ان کو اپنے نظریات میں ہی دین دیکھانے کا کام ابلیس نے کر دیا۔

اصل میں ہر ایک انسان اپنی ذہنی وابستگی کی نشاندہی کے لئے کسی نہ کسی نظریاتی لیبل کو یا پھر اپنی انا کو اپنی پہچان بنائے ہوئے رہنا چاہتا ہے، ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اللہ نے ان کو ایک خاص لیبل ''حنیف'' کا عطا کیا تھا اس کو استعمال کرتے اور دنیا سے الگ ہوکر یکسو ہوکر اللہ کی عبادت اخلاص سے کرتے جیسا کہ اللہ خود فرماتا ہے **انی وجھت الوجھی للذی فطرالسمٰوت والارض حینفا و ما انا من المشرکین** ترجمہ: میں متوجہ کرلیا اپنے منہ کو اس کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہوکر اور میں نہیں شرک کرنے والا (سورہ انعام آیت 79)

حضرت ابراہیمؑ سے ادا کئے گئے جملہ میں ہی اللہ نے ہم کو بتادیا کہ یہ دین ہے اور مسلمانوں کو یہ ہی حکم دیا کہ حنیف رہو ویسے لفظ مسلمان کے معنی بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، مسلمان کا لفظ عربی مصدر سلم سے ماخوذ ہے، عربی قواعد کی ترکیب سے وہ مسلم ہوا، لغت کے مطابق اس کے معنی ہیں فرمانبرداری، اطاعت، عاجزی کے ساتھ مکمل طور پر اپنے آپ کو کسی کے سپرد کردینا، یعنی سچا مسلمان اسی کو کہا جائے گا جو اپنی مکمل رضامندی کے ساتھ مکمل طور پر اپنی زندگی کی باگ ڈور اللہ کے سپرد کردے اور اس نے تم کو جو حکم دیا ہے اسی پر عمل کرے۔

ایک اہم بات کہ اسلام آزادی اور آزاد خیالی کا سب سے بڑا علم بردار ہے کیونکہ یہ دین فطرت ہے اور دین فطرت کبھی آزادی کے آڑے نہیں آتا لیکن اسلام کی آزادی و آزاد خیالی (اجتہاد) بے راہ روی کی بنیادوں پر استوار نہیں ہے بلکہ اس کا منشور اپنے ماننے والوں کو رسول کی مکمل اتباع و اطاعت کا پابند بناتا ہے، منشور رسول کی عملی زندگی ہی ہے اس لئے منشور میں مقرر کی گئی حدود کے اندر آزادی یا آزاد خیالی کا استعمال حق ہے لیکن آزادی کے دعوے کی آڑ میں منشور سے بغاوت دین کے خلاف بغاوت متصور ہوگی۔

منشور کے خلاف آزاد خیالی انسان کو دین سے ارتداد کی طرف لیتی چلی گی جیسا پہلے ہی بتایا جاچکا ہے کہ لوگ وحی الہٰی کے بجائے انسانی نظریات کی پیروی کرنے لگے، اسی زمانے سے بعثت مہدی کی مخالفت بھی شروع ہوگئی، قرآن کے تراجم میں تحریف کرڈالی، احادیث پر جرح و تعدیل کے علم کی بنیادوں کو اس طرح استوار کیا کہ صحیح احادیث پر بھی حسن وضعیف کا اطلاق کردیا

گیا تا کہ بعثت مہدی کا مسئلہ اس میں گم ہو جائے اور یہ سلسلہ آج تک بھی جاری وساری ہے بلکہ احادیث میں اپنے نظریہ کے تحت یا اپنے مسلک کے تحت کوئی بات کھٹکتی ہے تو قدیم کتب کی نئ اشاعت میں اس حدیث کے الفاظ کو اپنے نظریہ کی تائیدی الفاظ سے ردوبدل کر دیتے ہیں اس کی ایک مثال طویل ہے لیکن دیکھ لیجئے۔امام ترمذی (279ھ) اپنی سنن میں ایک روایت یوں نقل کرتے ہیں'' محمد بن الملک بن ابی شوار روایت کرتے ہیں کہ یحیٰی ابن عمرو بن ملک الفکری جو روایات کرتے ہیں اپنے والد سے جنہوں نے روایت کی ابو جوزا اور وہ روایت کرتے ہیں ابن عباسؓ سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے ایک دفعہ انجانے میں ایک قبر کے اوپر خیمہ لگا دیا۔اس شخص نے قبر کے اندر سے سورہ ملک کے مکمل تلاوت کرنے کی آواز سنی۔اس شخص نے نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سارا واقعہ عرض کیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ نجات ہے۔یہ سورۃ قبر کے عذاب سے نجات دلاتی ہے۔(سنن ترمذی باب فضائل قرآن، فضائل سورہ ملک) اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قبر کا مکیں تلاوت کر رہا تھا چونکہ اس کے انگریزی کے مترجم کے نظریات میں، مسلک میں یہ بات غلط ہے، ان کے حساب سے سب مرنے والی مٹی میں مل جاتے ہیں اس لئے اسنے عربی عبارت فی الوقت تو یونہی رکھی اور قبر سے آواز آنے کا ترجمہ کرنے کے بجائے اس صحابی کا قبر پر تلاوت کرنا سورہ ملک کا بتاتے ہوئے ترجمہ کردیا جب کہ ان کے پاس قبر پر جانا بھی بری بات ہے مگر اس کے سواء ان کے پاس چارہ نہیں تھا۔

عربی عبارت **فاذافیه قبر انسان یقرا سوره ملک حسنیٰ ختمها** اور اس کا انگریزی ترجمہ یوں کیا گیا

So when I realized there was a person in it I recited surat Al Malik until its completion

جب کے اردو میں ان الفاظ کا ترجمہ یوں ہوگا، اس میں قبر کا انسان پڑھ رہا تھا، سورہ ملک جب تک سورہ ختم نہ ہوا'' قبر کا انسان'' کی جگہ اس نے I (میں پڑھا) کر دیا۔

(سنن ترمذی انگریزی باب فضائل قرآن باب 9 حدیث نمبر 2890 ناشر دارالسلام

سعودی عربیہ) کوئی بھی یہ کتاب انٹرنیٹ پر دیکھ سکتے ہیں، اس کا صفحہ نمبر 227 ہے۔

اسی طرح سنن نسائی میں ایک حدیث میں راویوں میں ایک نام شعبہ آیا ہے نئے ایڈیشن میں اس حدیث کو ضعیف بتانے کے لئے ان کی نام کی جگہ سعید کر دیا گیا کیونکہ راویوں میں سعید ایک ضعیف راوی ہیں یہ کتاب پہلے بیروت سے دارالمعرف سے شائع ہوئی تھی نیا ایڈیشن اب دارالسلام سعودی عربیہ سے شائع ہوا جس میں نام تبدیل ہے۔ اسی طرح ایک اور کتاب ''العقیدہ اسلف اصحاب الحدیث'' میں لکھا ہوا ہے کہ ''میں نے حجاز کا سفر رسول اللہ ﷺ کے روضہ کی زیارت کی نیت سے کیا''

1397ھ اور پھر 1404ھ میں دو بار نیا ایڈیشن شائع ہوا 1397 کے ایڈیشن میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ کی جگہ مسجد نبوی کی زیارت کر دیا گیا اور حاشیہ میں لکھا کہ ''اصل میں یہاں روضہ کی زیارت غلط آ گیا ہے اصل میں مسجد نبوی کی زیارت ہے۔ اس کے بعد 1404 کے ایڈیشن میں حاشیہ نکالدیا گیا یہ دونوں ایڈیشن کویت سے شائع ہوئے۔

ویسے تو یہ حال کے زمانے کی تحریفات ہیں، قدیم تحریفات کی کتاب مل نہ سکی، ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے پہلے جرئ وتعدیل کی چکر میں صحیح احادیث کو ضعیف بتایا گیا اور بعد میں رہی سہی کسر مترجمین نے پوری کر دی کہ متن جوں کا توں رکھا کہ آج کل کون پڑھتا ہے، ترجمہ میں تحریف کر کے اپنا نظریہ اور مسلک ڈالدیا ایک اور مثال جو زمانے قدیم سے چلی آ رہی ہے بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے کہ عیسیٰؑ کا جب نزول ہوگا تو نماز میں امام تم سے ہوگا اور عیسیٰؑ اس کی اقتداء کریں گے، عربی متن آج تک جوں کا تو شائع ہوتا ہے، پہلے جب تحریف اس میں کی گئی، امام کے آگے قوسین میں (مہدی) لکھا اس کے بعد کے ایڈیشن میں قوسین کو نکال دیا۔

یہ سب چیزیں دین حنیف سے ہٹ کر ابلیس کی چکر میں انسانی نظریہ کا لیبل لگا کر طاغوتی طاقتوں کے ہاتھوں اپنی فکر کا آغواء کرا چکے ہوئے لوگوں نے کی۔ اس اغواء کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سب دین حنیف سے ارتداد کرتے چلے گئے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ رسول اکرم کے بعد دین میں ارتداد شروع ہو جائے گا اور آہستہ آہستہ تقریباً مسلمان

اس کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لئے ان کو انتباہ بھی کر دیا گیا سورہ مائدہ کی آیت 54 میں صاف صاف بتا دیا گیا کہ اے ایمان والو اگر تم دین سے ارتداد کرو گے تو اللہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو لائے جن کو وہ خود چاہتا ہے اور وہ بھی اسی طرح اللہ کو چاہیں گے جیسا کہ اللہ کو چاہے جانے کا حق ہے اور وہ لوگ جب اپنے بھائیوں مومنین سے ملیں گے ان کے ساتھ بہت نرمی سے دوسروں کے سامنے انکساری سے جھک کر ملیں گے۔ اپنے کو دوسرے سے کمتر سمجھ کر اپنی انا کو بلائے طاق رکھ کر ان سے ملیں گے اور ان کے ساتھ زندگی گذاریں گے اور جو اللہ کے احکام اور رسول کی اطاعت نہیں کریں گے کفر میں مبتلا رہیں گے ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔

وقت آیا اور حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی اور حضرت مہدی موعودؑ نے بحکم خدا (بلا واسطہ تعلیم منجانب اللہ) یہ فرمایا کہ یہ آیت فسوف یاتی الله ... میری قوم کے لئے ہے۔

تاریخ پر نظر کریں تو جتنی مخالفت رسول اللہ ﷺ کی ان کے زمانے میں ہوئی ویسی ہی مہدی موعودؑ کی مخالفت دعویٰ مہدویت کے بعد ہوئی، کئی جگہوں سے اخراج ہوا، دوسری طرف اللہ نے جنہیں ہدایت دی تھی وہ ایمان لائے، کئی علماء وزراء حاضر خدمت ہوئے، بیان قرآن سنتے اور ایمان لا لیتے، جو ابلیس کے ہاتھوں اپنی فکرِ فردا کا اغواء کروا چکے تھے وہ علماء سو صرف سوال و جواب میں رہ گئے اور انکار کر دیا، نہ صرف انکار کیا بلکہ مخالفت پر کمر کس لی۔ حضرت سید محمد جون پوری مہدی موعودؑ، جون پور سے فراہ (افغانستان) تک ہجرت کی، مکہ بھی گئے اور دعویٰ مہدویت کیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے اصحاب افغانستان سے ہندوستان واپس آ گئے اور گجرات میں قیام کیا یہاں اول میراں حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے تبلیغ کے لئے اصحاب مہدیؑ میں 18 لوگوں کو الگ دائرہ باندھنے کا حکم دیا اور ہندوستان میں پھیل جانے کا حکم بھی دیا یہاں مخالفت اور تیز ہو گئی آپ کے اصحاب نے ان کا مقابلہ کیا اور اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ حق پر تھے، حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے 20 سال بعد جنگ ہوئی جو بدلِ ذاتِ مہدی موعودؑ کی شہادت پر ختم ہوئی۔ یہ جنگ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد دو معجزوں کی پیشین گوئی کا ثبوت ہے۔ آپ نے اس جنگ کے تعلق سے فرمایا تھا کہ

پہلے دن فتح ہوگی اور دوسرے دن حضرت صدیق ولایتؓ کی شہادت ہوگی اور بالکل ویسا ہی ہوا۔

اصحاب مہدیؑ نے اپنے اپنے دائروں میں اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ حضرت مہدی موعودؑ نے ہمیں قرآن پر عمل کرنا سیکھنا بتایا اور ہم ویسے ہی عمل کرتے ہیں، دائروں کی زندگی سورہ الکہف کی آیت نمبر 27 سے 29 تک جو احکام دیئے گئے ہیں اسی طرح دائروں کی زندگی رہی۔

وَ اُتْلُ مَآ اُوحِیَ اِلَیکَ مِن کِتَابِ رَبِّکَ لَامُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهٖ مُلْتَحَدًوَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیدُونَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْهُمْ تُرِیدُ زِینَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَن ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَکَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَن شَآءَ فَلْیُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِن یَسْتَغِیثُوا یُغَاثُوا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوهَ بِئسَ الشَّرَابُ وَسَآءَ تْ مُرْتَفَقًا(سورہ الکہف آیت نمبر 29-27)

ترجمہ:''اور تلاوت کرو اس چیز کو جو وحی کی گئی ہے (قرآن) تمہاری طرف رب کی طرف سے اس اللہ کے کلمات کو بدلنے والی کوئی چیز نہیں ہے اور تم ہرگز پناہ گاہ نہ پاؤ گے اس کے علاوہ اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح وشام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کرلی ہے اور جس کا طریق کار افراط وتفریط پر مبنی ہے، صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے''

اس آیت پر تفصیلی گفتگو نور ولایت میں شائع ہو چکے میرے ایک مضمون دائروں کی اہمیت میں آ چکی ہے۔ مختصر یہ کہ اس آیت میں جو کام کرنے کو کہا گیا اور جو صورت بتائی گئی ہے وہ تعلیمات ولایت پر عمل کرنے سے پوری ہو جاتی ہے اس لئے ہمارے دائروں میں یہ ہی عمل ہوتا تھا۔

زینت دنیا و دنیا سے بے رغبتی کرنا ہے وہ ہے ترک دنیا، کوئی پناہ گاہ کا نہیں پایا جانا سوائے اللہ کے توکل، صبح شام اللہ کے ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہنا اس میں ذکر اللہ وصحبت

صادقین کا ذکر آ گیا کسی ایسے شخص کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے جو غافل ہے دنیا میں ملوث ہے، دنیاداروں سے دور رہنے کی تاکید عزلت از خلق ہمارے دائروں میں یہ تمام عمل پر پابندی ہوتی ہے ۔اسی لئے بازاروں سے دور شہر سے دور ہمارے دائرے ہوا کرتے تھے۔

وقت اور حالات نے پلٹا کھایا اور جس طرح ترقی کرتے ہوئے انسان کے ذریعہ ابلاغ میں بھی ترقی ہوئی اس ترقی کی چکر میں ہم نے ہمارے اپنے دین کو بھلا دیا، قرآن سے ہم نے دوری اختیار کرلی بلکہ قرآن کی اس آیات کو ہی بھلا بیٹھے بلکہ مندرجہ ذیل ایک اہم آیت کو بھی نظرانداز کردیا '' یا ایھا الذین امنو لا تاخذوا الیھود و النصٰری اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔

اور ہم نے نہ صرف دنیادار مسلمانوں کی طرف راغب ہوگئے بلکہ یہود و نصاریٰ حتیٰ کے مشرک کو نہ صرف دوست بنالیا بلکہ ان کے سماجی رسوم کو اپنانا شروع کردیا جب کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر یہود و نصاریٰ کا کوئی سماجی بلکہ دینی طریقہ تم سے میل کھاتا ہے تو اس کو تھوڑا سا بدل لو لیکن ہم یہ بات بھی بھول گئے ۔ یہاں ایک ضروری بات کردینا بہتر سمجھتا ہوں کہ ہماری ثقافت ہو کہ اسلامی ثقافت اس کی خوبی یہ ہے کہ وہ کسی بھی جگہ یا نسل کی مخصوص روایات پر قدغن نہیں لگاتی لیکن یہ چاہتی ہے کہ جاہلی ثقافت کی آئینہ دار ہر روایات کو ختم کرنا ضروری ہے اور ہم نے اس بات کو بھلا کر اس میں جو آزادی خیال یا آزادئ فکر دی گئی ہے اس کو استعمال کرتے ہوئے جاہلی روایات کو بھی اپنانا شروع کردیا اور اسی کا استعمال دین میں بھی کرنے لگے اور جو تقلیدی و تحقیقی روایات چلے آرہے تھے ان کو جاہل روایات کا پیراہن پہنادیا اور اس پر کئی ایک سوال کھڑے کردئے، اس کے علاوہ انسان کے نظریات واصولوں کو عین دین سمجھنے لگے یہ ہی اصل میں انسانی فکر کا اغواء ہے جو صراط مستقیم کی راہ سے بھٹکانے کا کام کرتا ہے۔

فکری اغواء کے سب سے اہم بات جس پر ہم کو سوچنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ جسمانی طور پر اغواء ہونے والے کو اغواء کرنے والوں کے ظلم اور اپنی مظلومیت کا احساس رہتا ہے اور فکری اغواء کا شکار ہونے والے اس احساس سے بھی عاری ہوتے ہیں اور دوسروں کے ہاتھوں یا اپنی غلط فکر کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن جانے میں عار نہیں سمجھتے اور جو اس میں پختہ ہوجاتے ہیں وہ اپنی فکر اپنے نظریہ کو

ہی دین سمجھنے لگتے ہیں اور ایسے لوگوں کے فکری اغواء کا ذمہ دار ابلیس ان کی اس جہالت پر پردہ ڈالدیتا ہے اور ان کی فکر کو اور ان کے اعمال کو اور مزین کر کے دکھاتا ہے۔

آج ہم کو سوچنا چاہیئے کہ کیا ہماری فکر کا بھی اغواء ہوگیا کہ ہم ہندوستان سے باہر جاتے ہیں وہاں کے لوگوں سے متاثر ہوکر ان کے نظریات کو ہمارے دین میں تلاش کرتے ہیں یا ہمارے دین کو ان کے نظریات میں تلاش کرتے ہیں اگر ہے تو ٹھیک ورنہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم کہیں نہ کہیں غلط تو نہیں ہیں، اس کی ایک مثال عورت کی آزادی ہے۔ اکثر عورتیں یہ سمجھنے لگی ہیں کہ ہمارے دین اور معاشرہ میں عورت کو آزادی کیوں نہیں ہے، جب کہ قرآن میں اللہ نے مرد وعورت کو ایک دوسرے کا لباس کہا ہے، اس کا غلط مطلب نکال کر بتایا جاتا ہے کہ یہ رجعت پسندی ہے، روشن خیالی میں عورت و مرد برابر ہیں، اسی وسعت نظری میں عورت اور عورت کے مقام دونوں کو تباہ و تاراج کر دیا گیا، عورت خود عورت کی دشمن ہوگئی۔ اس کے علاوہ ہماری تقلید پر غیر مقلدوں کی صحبت کے اثر نے کئی سوال کھڑے کر دیئے اور دین کو نہ صرف تقلید سے آزاد سمجھا بلکہ عین اتباع سنت سے بھی آزاد ہوگئے اور علم درایت، علم کلام سے پوری طرح واقف بھی نہیں مگر اس انداز میں سوچنے لگے کہ یہ بات عقل میں نہیں آتی، اس لئے شائد تقلید میں ہم کچھ غلط کر رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ روشن خیالی، آزاد خیالی، انسانیت دوستی، غیر مذہب والوں سے تعلقات اور دوستی بلکہ رشتہ داری (لین دین) جائز ہوگئی۔ جو دین میں رہتے ہوئے دنیا کی زینت کو پسند کرتا ہے اس سے دور رہنے کہا گیا اور آج ہم مرتدین سے بھی رشتہ کی بنیادوں پر میل جول رکھے ہوئے ہیں، اسی لئے ارتداد کا سلسلہ اور بڑھ گیا، کیا یہ ہمارے فکر کا اغوا نہیں ہے؟

ایک اور مسئلہ پر بھی یہ بتانا ہے کہ ہم آج ''اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا'' کے غلط ادراک میں یہ سب کرتے ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیئے اللہ کی رحمت صحیح عقیدہ مسلمان ومومن پر ہوگی، اتباع سنت کے منکر پر کوئی رحمت ہونے والی نہیں ہے۔ خدا نے خود سورہ آل عمران کی 31ویں آیت میں فرمایا ہے کہ **قل ان کنتم تحبون الله ما تبعونی یحببکم الله و یغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم** ترجمہ: اے محمد آپ فرمادیجئے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری

اتباع کرو خدائے تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ہر بات میں شرک فی الصفات کا نیا لبادہ اوڑھے ہوئے ایک نیا شوشہ بھی غیر مقلدین کی نئی فکر سے نکلا، ہمارے پاس بھی اس نے اثر کرنا شروع کر دیا ہے جس کی بنیاد پر لفظ خدا کا استعمال مت کرو خدا حافظ کی جگہ اللہ حافظ کہو جب کہ لفظ خدا فارسی لفظ ہے اور جو اہم بات ہے حضرت مہدی موعودؑ نے لفظ خدا استعمال کیا ہے جبکہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ وہؑ بلا واسطہ تعلیم اللہ تعالیٰ سے پاتے تھے اور اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے تھے ان کے استعمال کئے گئے لفظ پر ترک استعمال کا مشورہ کیا ہم کو نہیں بتاتا کہ ہماری فکر کا اغواء ہو گیا ہے ؟

مذکورہ تمام چیزیں فکر کے اغواء کی طرف ہی اشارہ کرتی ہیں جیسے منکر حدیث، اہل قرآن، غیر مقلدین کے فکر کی طرح ہماری بھی فکر نہیں ہو رہی ہے۔ تعلیم ولایت میں ترک دنیا کے مفہوم کو بدل دے رہے ہیں۔ ترک دنیا کے بعد میراث و وراثت کی جو تعلیم ولایت میں دی گئی اور اس کے ذریعہ حضرت مہدی موعودؑ نے انسان کا مقام بلند کیا تھا دنیا کی خواہش کی چکر میں اس کو تباہ و تاراج کر دیا اور ہمارے پاس وراثت کے حقوق کے لئے عدالتوں کے چکر کاٹے جا رہے ہیں اور مشرک و کافر وکیلوں کے مشورہ پر غلط بیانی سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے ہیں۔ کیا یہ سب دنیا کی بہاریں حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے یعنی ابلیس نے جو کہا تھا ان کو ایسی بہاریں بتا کر ان کو تیری سیدھی راہ سے ہٹاؤں گا، ان کا اغواء کروں گا، سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ہم اس کے ہاتھوں اغواء تو نہیں ہو چکے ہیں؟

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ترجمہ میں کتابوں میں جو تحریفات کی گئی ہیں کہ آج انٹر نٹ پر ایسے ہی کتابوں کے اردو اور انگریزی تراجم بھرے پڑے ہیں اور یہ لوگ اپنے مسلک کی تبلیغ کے لئے مفت تقسیم بھی کرتے ہیں۔ ہمارے نوجوان اس کو پڑھ کر اگر سوال کرتے ہیں، اس کتاب میں یہ حدیث ہے اور آپ دوسرا کچھ بول رہے ہیں، ہم اس قابل ہیں یا نہیں یہ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن ان تحریفات پر اس سے قدیم کتب کا حوالہ بھی نہیں دے سکتے اور اس کے سوالات کے تدارک کی بھی کوئی کوشش نہیں کی گئی، بعض علماء ان سوالات کے جوابات دے سکتے ہیں لیکن عمومی طور پر کیا

ہے؟ ہم جب نبی وخلیفتہ اللہ کے مقام کی بات کرتے ہیں تو واویلا شروع ہو جاتا ہے اور غیر مقلدین اوران کے ساتھی رسولؐ کے مقام کو ایک عام بشر کے پاس لا کھڑا کر دیا۔ ان پر آواز نہیں اٹھتی اور ہم بھی ان حوالا جات کا ذکر نہ کبھی اپنی تقریروں تحریروں میں کرتے ہیں۔ دیکھئے تحذیر الناس کتاب کی ایک تحریر جو قاسم نانوتوی کی ہے لکھتے ہیں۔

''انبیاء اپنی امت میں ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں'' (تحذیر الناس صفحہ 8 مطبوعہ دار الکتاب دیوبند)

جب ان کے شاگردوں سے سوالات ہوئے کہ یہ کیا ہے جواب نہ دے سکے، تب اس کی دوبارہ اشاعت میں اس کو اس طرح بدل دیا ''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں''

یعنی پہلے ''علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں'' حذف کر دیا گیا۔ ہمارے اپنے مقرر اپنی تقریروں میں کیا یہ سب نہیں بتا سکتے اور اگر بفرض محال کوئی کچھ بتاتا بھی ہے تو اتنی شدت وغصہ سے گفتگو کرتے ہیں کہ سننے والوں کو صرف شدت یاد رہتی ہے اصل متن پر ذہن کام نہیں کرتا۔ لوگ اس وقت واہ واہ کرتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری تقاریر میں جو واقعات بیان ہوتے ہیں وہ صرف ذہنی یادداشت پر بیان کیا جاتا ہے، نام کبھی غلط ہو جاتے ہیں، کبھی دو واقعات ایک واقعہ میں بدل جاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ تقاریر میں اور تحریروں میں حوالہ جات پر کام ہونا چاہیئے۔

آج کل انٹرنٹ پر ہر آدمی مبلغ بنا ہوا ہے۔ نہ علم حدیث کا پتہ ہے نہ کبھی منطق پڑھی۔ حدیث پر استدلال کر بیٹھتے ہیں، کونسی بات کدھر جا رہی ہے اس کا اندازہ بھی نہیں ہے۔ کسی کو بھی جو دل میں آیا القابات سے نوازا جانے لگا ہے اور جن کو لقب دیا جا رہا ہے وہ اب زندہ بھی ہیں تو اس کو تو کم از کم یہ سمجھنا چاہیئے کہ بھائی میں اس قابل بھی ہوں لیکن ایسی کوئی فکر اس کے ذہن کے کسی گوشہ میں موجود نہیں ہوگی۔ یہی اصل میں فکری اغواء ہے۔

بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ ''حدیث گمراہ کرتی ہے سوائے فقہا کے'' کیونکہ فقیہ ہی مجتہد ہوتا ہے یا تو وہ کبھی عالم ہوتا ہے یا کبھی عطیہ خداوندی سے علم حاصل ہو جاتا ہے، منطق جانتا ہے، قواعد

سے واقف ہے، اصل متن پڑھ سکتا ہے اس لئے استدلال برابر کر سکتا ہے ویسے بھی دیکھا گیا ہے اور دیکھا بھی جا سکتا ہے کہ اخبارات میں جب کسی مفتی سے سوال کیا جاتا ہے جواب دینے کے بعد قدیم کتب کا حوالہ عربی، فارسی جس زبان میں ہے، جس کتاب میں ہے اس کا حوالہ تحریر ہوتا ہے۔

آخر میں ایک اور تحریف بھی دیکھ لیں جو لوگ خود کو مقلد بولتے ہیں لیکن اپنا عقیدہ غیر مقلدین کے ساتھ ملانے میں نئی نئی حرکتیں کرتے ہیں۔ مدارج النبوہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی وھوبکل شئی علیم کے معنی یہ لکھتے ہیں کہ حضور ذات الٰہی واحکام صفاتِ حق کے جاننے والے ہیں اور آپ نے جمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر کا احاطہ فرمایا ہے (مدارج النبوہ فارسی، ناشر نول کشور) دیوبندی ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور مترجم سعید الرحمٰن علوی نے اسی کتاب کا اُردو ترجمہ کر کے شائع کیا تب مذکورہ عبارت نکال دی اور اس کے علاوہ ''اول ماخلق اللہ النوری'' کی عبارت بھی حذف کر دی دوسری جگہ جہاں محمد کے نور ہونے کا ذکر آیا اور جملہ حذف نہیں کیا جا سکتا تھا متن نے اس کی اجازت نہیں دی وہاں نورِ محمد کے آگے قوسین لگا کر نورِ محمد کی تشریح کی اور لکھا (نور نبوت وہدایت) کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق رسول صرف ایک عام بشر ہیں (نعوذ باللہ)

بہر حال آخر میں صرف یہ دیکھنا ہے کہ کیا ہم اپنے اعمال پر نظر کرنے کی قوت رکھتے ہیں کیا ہم کو آج اپنا محاسبہ نہیں کرنا چاہیئے، کیا ہم کو اتحاد کی بنیاد پر مل کر احتساب نہیں کرنا چاہیئے اور اگر ہم یہ سب کر سکتے ہیں تو پھر ہماری فکر کا اغواء نہیں ہوا۔ ہم سے مراد ہر مہدوی مومن چاہے وہ کسی ادارہ کا صدر ہو کہ دائرہ کا صدر کیونکہ اللہ کی عبادت اخلاص سے کرتے ہیں اور اپنا محاسبہ کرنے کی ہمت رکھتے ہیں اور نہیں تو پھر جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کے فکری اغواء کا ذمہ دار شیطان، ایسے مسلمانوں کی تاریکی و جہالت پر پردہ ڈالتا ہے اور انہیں ان کے اعمال اور مزین کر کے دکھاتا ہے، روشنیوں کے ہم سفر اور نقیب بننے کے خواہش مند ہم مومن بھی اپنی باگ ڈور ایک ایسے رہنما کے ہاتھ پکڑا دیئے ہیں جس کا کام ہی انسانوں کو اغواء کر کے اسے گمراہی کی تاریکی کے جنگل میں ڈھکیل دینا ہے۔

وآخر داعوانا۔۔۔

☆☆☆

بدعت کیا ہے اور کیا میلاد منانا بدعت ہے؟

بدعت کیا ہے بدعت کے معنی اوراس کا استعمال سب واقعات کے حساب سے ہوتا ہے اور اس لفظ کے استعمال اور استعمال کا وقت دیکھنے کے بعد ہی بدعت حسنہ ہے یا بدعت مذمومہ کی بابت بتایا جاسکتا ہے۔بعض لوگ اس لفظ کو صرف معصوم عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ہی استعمال کرتے ہیں تا کہ شرع یا رسول اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد جو بھی چیز شروع کی گئی بدعت ہے اور ایسا کہنے والے لوگوں کو جو چیز نہیں کرنا ہے اس کو لفظ بدعت استعمال کر کے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں ۔اگر ایسا دیکھا جائے تو پھر ہم یہ کہنے کہ حق بجانب ہیں کہ آپ کے کئی ایسے اعمال ہیں جس کو بدعت کہا جا سکتا ہے لیکن ہم اصول کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے اس لئے پہلے ہم بدعت کے معنی اور اس لفظ کے عربی زبان میں استعمال اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یا آپ کے بعد صحابہ کے دور میں استعمال ہونے پر غور کریں گے۔

بدعت کی تعریف: بدعت عربی زبان کا لفظ ہے جو ''بَدَع'' سے مشتق ہے۔کسی سابقہ مادہ، اصل، مثال، نمونہ یا وجود کے بغیر کوئی نئی چیز ایجاد کرنا بدعت ہے۔امام ابن حجر عسقلانیؒ اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں'' بدعت اور اِحداث کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسے کسی کام پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوگا جس کی اصل، مثال یا نمونہ شریعت میں موجود ہو اور شریعت میں کسی کام کی اصل، مثال موجود نہ ہو تو اس کو بدعت کہتے ہیں''۔اب اگر شریعت میں مثال، نمونہ یا اصل موجود ہے تو ایسے کام کو بدعت نہیں کہا جا سکتا بدعت پھر بدعت کے اقسام بھی ہیں جیسے بدعت محمودہ اور بدعت مذمومہ یا بدعت سیئہ کہتے ہیں۔بعض لوگ بدعت کو شرک سے جوڑ دیتے ہیں اور یہ تو سراسر شرک ہے بھی کہا جاتا ہے جو کہ بہت غلط بات ہے

جو لوگ بدعت مذمومہ کو صرف بدعت کہتے ہیں اور بدعت محمودہ کا ذکر نہیں کرتے۔ان کو صرف اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہا جاسکتا ہے۔اصل میں وہ بدعت جو

مستحسن اُمور کے تحت دین میں داخل ہوا اور وہ قرآن وحدیث کے حکم سے ٹکراتی بھی نہیں تو وہ مشروع مباح جائز ہے۔

ایک حدیث یوں ہے **من احدث فی امرنا هذا ما لیس فیه فهو رد** یعنی جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اُس میں اصلاً نہ تھی تو وہ مردود ہے۔

اس حدیث پر غور وفکر کرنے پر یہ معلوم ہوتا ہے **احدث** یعنی نئی چیز کے بعد **ما لیس** کے لفظ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر نئے کام پر بدعت یعنی بدعت سیئہ کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ بدعت صرف وہ نیا کام ہے جو ضروریات دین و واجبابِ اسلام اور اساسیِ عقائد شرعیہ میں یوں داخل ہو جائے کہ وہ اساسیات دین میں اضافہ کا باعث بن جائے جس سے دین کے بنیادی اصولوں میں زیادتی یا کمی یا بیشی واقع ہو۔ایسی بدعت کے لئے کہی گئی بات ہے

میلاد‘ مرحومین کا چوتھا‘ دسواں‘ ایمانیات میں داخل نہیں ۔ایک عمل خوشی سے منایا جاتا ہے دوسرا ایصالِ ثواب کے لئے پہلی چیز کسی یوم کی خوشی منانا یا کسی کی پیدائش پر خوشی منانا قرآن اور احادیث سے ثابت نہ ہو تو وہ بدعت کہلائے گی۔اب یوم منانے پر یا یوم (دن) کو یاد رکھ کر خوش ہونے پر مثالیں دی جائیں گی۔ دوسری چیز چوتھا‘ دسواں وغیرہ جو کیا جاتا ہے وہ مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے کیا جاتا ہے اگر کوئی نہیں کرتا ہے تو اس پر کفر کا حکم لگایا جاتا تو بات غلط ہوتی یہ اپنے مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لئے کیا جاتا ہے۔اس لئے ایصال ثواب کرنا اور اس سے مرحوم کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں اس کے تحت بات کریں گے۔ پہلے میلاد کی بات۔۔۔

میلاد:۔ سورہ مریم کی آیت ہے جس میں اللہ خود یحییٰ علیہ السلام پر سلامتی بھیجتا ہے اور ان کے ولادت کے دن اور ان کے موت کے دن اور دوبارہ اٹھائے جانے کے دن کا ذکر بھی کرتا ہے اور نہ صرف ذکر آیا ہے بلکہ اس دن کے حوالے سے اور اس دن پر سلامتی بھی بھیجنے کی بات بھی کہی گی ہے۔

سورہ مریم آیت نمبر ۱۵ ’’**وسلام علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حئیا**‘‘ اس آیت سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اس لئے یہ یحییٰ علیہ السلام پر سلامتی کی بات ہے اس کے آگے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا اور پھر سلامتی کی بات ہو رہی ہے اور یہ دعا عیسیٰ

علیہ السلام کی دعا کی خاص صورت میں ہے۔

سورہ مریم آیت۳۳ والسلام علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حئیا

اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر (پہلے صرف سلام تھا اس آیت میں السلام کہا گیا ہے)

تفسیر عثمانی میں شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں۔

''اس جملہ کے ہم معنی جملہ پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میں گذر چکا فرق اتنا ہے کہ وہاں خود حق تعالیٰ کی طرف سے کلام تھا یہاں حق تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کی زبان سے وہ ہی بات فرمائی نیز سلام اور السلام کا فرق بھی قابل لحاظ ہے''

اس کے بعد بھی یہ کہا جائے کہ نہیں ہم میلاد منانے کی بات کر رہے ہیں آپ میلاد منانے کا بتاؤ ایسی بات نہیں ہوتی۔ جیسا کہ بدعت کی تعریف میں لکھا گیا کہ دین میں اصل مثال نمونہ کچھ بھی ہو تو پھر وہ کام بدعت نہیں ہوتا یہاں میلاد منانے سے مراد یوم پیدائش کو خوشی منانے کی بات ہے یوم پیدائش کو رسول پر درود بھیجنے کی بات ہے اس لئے یوم ولادت کے حوالہ سے اللہ خود سلامتی کا ذکر کرتا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اسی حوالہ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں یوم ولادت پر سلامتی مانگی جارہی ہے اور پہلی آیت میں اللہ خود یوم ولادت پر سلامتی کہہ رہا ہے بلکہ یوم وفات اور پھر اٹھائے جانے کے دن پر بھی سلامتی کی بابت بتا رہا ہے ہم میلاد کے دن حضورؐ پر درود پڑھتے ہیں، سلام پڑھتے ہیں ان کے اخلاق حسنہ کا ذکر کرتے اور ان کے اخلاق کی تبلیغ کرتے ہیں یوم پیدائش پر آپ کی سیرت کے پہلوؤں کو لوگوں تک پہنچانے کی بات ہے تاکہ اس اخلاق حسنہ کی اتباع کی جاسکے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے تو بُرا کیسا ہو گیا اور اگر یہ برائی ہے تو ایسا کہنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ اس میں کیا برائی ثابت کریں اور یہ کس طرح گناہ یا شرک ہو گیا بتائیں

امام غزالیؒ کے پاس بھی جب تک یہی دو شرائط احداث اور ما لیس منه نہ پائی جائیں کوئی نیا کام بدعتِ مذمومہ نہیں ہوسکتا۔ احیاء العلوم ۲:۳ میں یوں رقم طراز ہیں۔ ''ہر بدعت ممنوع نہیں ہوتی بلکہ ممنوع صرف وہ بدعت ہوتی ہے جو سنت ثابتہ سے متضاد اور اس سنت کی علت کے ہوتے

ہوئے امر شریعت کو اٹھا دے''۔(امر شریعت کو اٹھادے کے معنٰی ہوئے اس کام سے شریعت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ چھوڑ کر دوسرا کام کرنا) میلا دمنانے کے لئے ہم شریعت کا کوئی حکم نہیں چھوڑتے۔

بدعت کے معنی صرف برائی ہیں جو لئے جاتے ہیں غلط ہے: بدعت کے معنی صرف برائی میں جو لئے جاتے ہیں وہ غلط ہے۔ بخاری کی ایک حدیث سے اس بات کا پتہ چلتا ہے۔صحیح البخاری کتاب العمرہ رقم ۱۶۸۵ کی حدیث دیکھیں۔

روایت ہے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ''میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حجرہ عائشہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے ہم نے ابن عمرؓ سے ان لوگوں کی نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا بدعت ہے پھر ان سے گذارش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے فرمایا چار''۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بدعت کئی قسم کی ہوتی ہے بدعت حسنہ، مذمومہ، بدعت سیئہ ۔قرآن جمع کرنے اور اس کو ایک کتاب کی شکل دینے پر جو کچھ ہوا سب کو معلوم ہے۔نماز تراویح حضرت عمرؓ کے زمانے سے ایک قاری کی امامت میں ۳۰ تراویح پڑھی گئی۔اور حضرت عمرؓ نے اس کو بدعت حسنہ کہا۔

یوم منانا کوئی بُری بات نہیں ہے: کوئی یوم کو یاد رکھنا اور اس کی خوشی منانا یا اس کو یاد رکھنے کے لئے کوئی عمل کرنا بُری بات نہیں ہے۔حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ جب حضورؐ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ان سے سبب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر فتح عطا کی تھی اس لئے ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔حضورؐ نے فرمایا ہم تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں۔چنانچہ آپ نے بھی اسی دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔اور دوسری روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے ۹ اور ۱۰ محرم دو دن کے روزے رکھنے کا فرمایا اگر ۹ تاریخ کا کسی وجہہ سے چھوٹ گیا تو ۱۱ کو روزہ رکھا جاتا تھا اور فرمایا کہ ایک نہ رکھو کیونکہ اس سے یہودیوں کی مطابقت ہوتی ہے۔ دوسری اہم بات کہ دوسری قوم سے مطابقت ہوتی ہے تو اس کو تھوڑا بدل لیتے ہیں جیسا کہ یومِ عاشورہ کے روزہ کو دو دن

رکھنے کا کہا گیا تا کہ یہودیوں سے مطابقت نہ ہو اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی صحابی کا وصال ہو گیا ان کے دفن کے وقت قبر کو گھیرے ہوئے تمام لوگ کھڑے تھے ایک صحابی نے کہا کہ کتنا اچھا معلوم ہو رہا ہے انصاریوں کے پاس بھی اس طرح کھڑے ہوتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا ایسا ہے تو سب بیٹھ جاؤ۔ اب آپ کے سوچنے کا کام ہے کہ آپ جو کام کر رہے ہیں اس کی مطابقت کسی سے ہوتی ہے تو اس کو بدلو یا پھر چھوڑ دو

جمعہ کے دن کو مبارک کہنے کی بھی اہمیت ہے واضح ہو کہ اس دن پیکر آدم تیار کیا گیا تفصیل کے لئے مشکواۃ دیکھیں صفحہ ۱۳۱

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سابقہ امتوں کے احوال اور ان پر اپنی نعمتوں کا خصوصی تذکرہ کیا ہے اور یہ حکم بھی فرمایا کہ ان احوال و واقعات کے اور احسانات خداوندی کو یاد بھی کیا کرو تا کہ اس تذکرے سے تمہیں بھی نعمت کی قدردانی کا احساس رہے۔ سورہ ابراہیم میں آیت ۵ میں فرما رہا ہے۔

ولقد ارسلنا موسیٰ بایاتنا ان اخرج قومک من الظلمات الی النور وذکر ھم بایام اللہ ان فی ذلک لایات لکل صبار شکور

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ (اے موسیٰ) تم اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاؤ اور انہیں اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ (جو ان پر اور پہلی امتوں پر آچکے تھے) بے شک اس میں ہر زیادہ صبر کرنے والے اور خوب شکر بجا لانے والے کے لئے نشانیاں ہیں

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے کچھ دن ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے۔ پچھلے امتوں پر عذاب بھی آیا اور انعام بھی آیا۔ یعنی دونوں کو یاد رکھنے کی بابت اللہ خود کہہ رہا ہے۔ بعثتِ رسول پر جب اللہ قرآن میں یہ کہہ رہا ہے سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۵ **یا اھل کتاب .. قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین** ترجمہ: اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کر رہے تم پر بہت سی چیزیں جسکو تم چھپاتے تھے کتاب (یعنی توراۃ و انجیل) میں سے اور درگزر کرتا ہے بہت سے چیزوں سے (توراۃ و انجیل کی باتیں) بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی۔

اس کی تفصیل شبیر احمد عثمانی صاحب نے یوں کی ہے۔

''یہ سب یہود ونصاریٰ کو خطاب ہے کہ وہ نبیؐ جس کی آمد کی بشارا تیں تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریف ہونے پر بھی کسی نہ کسی عنوان سے موجود ہیں تشریف لے آئے جن کے منہ میں خدا نے اپنا کلام ڈالا ہے۔اور جنہوں نے ان حقائق کی تکمیل کی جو حضرت مسیحؑ چھوڑ گئے تھے توراۃ وانجیل کی جن باتوں کو تم چھپاتے تھے اور بدل بدل کر بیان کرتے تھے ان میں کی سب ضروری باتیں اس نبیؐ نے ظاہر فرمادیں اور جن باتوں کی اب چنداں ضرورت نہ تھی ان سے درگذر کیا۔''

تفاسیر میں کئی چیزیں بیان کے دوران بدل بھی جاتی ہیں اس لئے ہم کو اس سلسلہ میں دوسرے کیا کہتے ہیں دیکھنا بھی ضروری ہے اس کا ایک اور ترجمہ وحید قاسمی صاحب کا ہے مختصر اور جامعہ بھی ہے

''اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب الٰہی میں سے چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں بے شک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے۔'' یہاں نور سے مراد رسول اللہؐ ہی ہیں

اس تمام گفتگو ترجموں اور تفسیر لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رسول کو بھیجا اوران کو ہمارے لئے نور یا روشنی اور دوسری آیتوں میں رحمت بنا کر بھیجنے کی بھی بات آئی ہے بلکہ رحمت اللعلمین کو بھیجا گیا بھی قران میں کہا گیا ہے اب ایسی ہستی کے آنے پر یا اللہ نے جو رحمت بھیجی ہے اس پر خوش ہونا اور اس خوشی کا اظہار کرنا کس طرح بری بات ہوگی ان کی پیدائش کے دن کو یاد رکھنا اس دن خوشی منانا بری بدعت کیسے ہوگیا' آگے ایک اور آیت پر کُھلے دل ودماغ سے غور کرینگے تو کئی باتیں صاف سمجھ میں آجائیں گی اللہ قرآن میں فرمارہا ہے سورہ یونس آیت ۵۷ اور ۵۸ میں

یا یھا الناس قد جاء کم موعظة من ربکم .... قل بفضل اله وبرحمته

ترجمہ: اے لوگو بے شک تمہارے پاس آئی یہ نصیحت تمہارے رب سے اور شفا دلوں کے روگ کی اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے واسطے کہدو۔ اللہ کے فضل سے اور اس کی مہربانی سے سو اس پر ان کو خوش ہونا چاہئے۔ یہ بہت ہے ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں۔(ترجمہ

مولوی محمود الحسن صاحب)

یہاں قرآن کے آنے پر خوش ہونے یا خوشی منانے کی بات کی جارہی ہے ساتھ ہی اللہ کے فضل کی بھی بات اور بعثت رسول فضل اللہ ہی تو ہے ان کی بعثت ان کے میلاد پر خوش ہونا یا خوشی منانا بدعت سیئہ کس طرح ہوئی۔ اب آخری بات یہ حدیث میں دیکھئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ بڑے عزم واہتمام کے ساتھ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ دیکھنے والوں کے دل میں تجسس پیدا ہوجانا ایک طبعی امر تھا۔ چنانچہ انہوں نے پوچھ ہی لیا آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ **فسئل عن صوم یوم الاثنین** آپ نے جواب عطا فرمایا **فیه ولدت وفیه انزل علی....** ہم پیر کا روزہ اس لئے رکھتے ہیں کہ اس میں ہماری ولادت ہوئی تھی اور اس میں نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

ان تمام چیزوں پر غور کریں تو بات پانی کی طرح صاف اور شفاف نظر آتی ہے کہ یوم (دن) کو یاد رکھنا اور اُس کو منانے کے لئے کوئی اہتمام کرنا رسول اللہ سے ثابت ہے تو رسولؐ کے پیدائش کے دن کو یاد رکھنے اور اس یاد کے سلسلہ کو آگے بڑھانے کو کوئی اہتمام کرنا کس طرح بری بات، گناہ یا شرک ہوسکتا ہے۔ دوسری اہم بات اس دن جو اہتمام کیا جاتا ہے جلسے کرنا اچھا کھانا کھانا اور ان جلسوں میں حضورؐ کی سیرت بیان کرنا ان کے اخلاقِ حسنہ کا بیان کرنا اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کرنا اور بتانا کہ قران کہتا ہے ان کے اخلاق کی اتباع کرو وغیرہ کس طرح بری بات گناہ یا شرک ہوگیا میلاد منانے کو جو لوگ بدعت کہتے ہیں اپنے جلسوں میں یہی سب نہیں کہتے۔ اس میں اہم بات کے اس کو منانیکے جو طریقہ آجکل شروع کئے گئے ہیں اس پر اگر اعتراض ہوتا ہے تو وہ بات صحیح ہے کہ بہت سی ممنوعات کو اس میں شامل کرلیا گیا ہے جیسے اس میں DJ کا استعمال نعتوں کیلئے، ماڈلس بنانے کا کام وغیرہ۔ اسی لئے ایسے کاموں سے بچنا چاہئے۔

(باقی تفصیل آگے بدعت اور ایصال ثواب میں)

بدعت اور ایصال ثواب
(دسواں' بیسواں' چہلم' برسی وغیرہ)

بدعت کی تعریف بتا دی گئی اس کے اقسام کا بھی یہاں ذکر کر دینا مناسب ہے حضرت سید اسحاق مہدوی صاحب قبلہؒ اہل ہمنا آباد جو کسی زمانے میں معتمد معین المصدیقین بھی تھے اپنے ایک رسالہ میں جس کا نام ہے "حجت التقلید" میں بدعت کی اقسام بتائے ہیں بدعت کی تعریف میں یہ بتا دیا گیا تھا کہ جس کی مثال ملتی ہے وہ بدعت نہیں ہے جس کی مثال نہیں ملتی وہ بدعت ہے لیکن ان میں بھی اقسام ہیں ہر بدعت بدعتِ سیئہ نہیں ہوسکتی۔ اس میں ان بدعتوں کا ذکر ہے جو سب کر ہی رہے ہیں اور بدعت کی بات آتی ہے تو اس کا ذکر نہیں کرتے وہ یوں رقم طراز ہیں۔

"اور جو بدعت ایسی ہو کہ اسکی مثال نہ ملتی ہو مثلاً جود سخا کی کوئی نوعیت اور فعل معروف کی کوئی نوعیت تو وہ افعالِ محمودہ سے ہے اور اس کا خلافِ شرع ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ رسول اللہؐ نے اسکے لئے ثواب مقرر کیا ہے" (آگے امام ابومحمد کا حوالہ دے کر اقسام بتائے ہیں) "امام ابومحمد عبدالعزیز بن عبدالسلام نے کتاب قواعد کے آخر میں بیان کیا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

ایک بدعت واجبہ ہے مثلاً علم نحو میں مشغول ہونا۔ جس سے کلام اللہ وکلام رسول مفہوم ہوتا ہے کیونکہ شریعت کا حفظ ضروری ہے اور حفظِ شریعت بجز علمِ نحو کی واقفیت کے نہیں ہوسکتا اور جسکے بغیر واجب کی تعمیل و تکمیل نہیں ہوسکتی اس کا حصول ضروری ہے لہذا علمِ نحو کا حصول بھی واجب ہے اور مثلاً کتاب وسنت کے غرائب کا حفظ اور اصول فقہ کی تدوین اور جرح وتعدیل میں کلام اور صحیح وسقیم میں امتیاز کرنا یہ سب بدعت واجبہ میں داخل ہیں۔

دوسری قسم بدعتِ محرمہ ہے مثلاً مذاہبِ قدریہ۔ مرجیہ اور مجسمہ کا جاننا اور بدعت واجبہ کو ہتیار بنا کر اسکے ذریعے سے ان کا رد کرنا۔ کیونکہ ان بدعتوں کے ذریعہ سے شریعت کی حفاظت کرنا فرضِ کفایہ بھی ہے۔

تیسری قسم کی بدعت بدعتِ مندوبہ ہے۔ مثلاً سرئیوں کا بنانا اور مدارس کا قائم کرنا اور

ہر وہ اچھا کام جو عصر اول میں نہ تھا جیسا کہ تصوف کی دقیق باتوں میں کلام کرنا اور مسائل میں استدلال کرنے کیلئے مجالس کا منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے خدا کی خوشنودی کی نیت ہو

چوتھی قسم بدعتِ مکروہہ ہے۔ مثلاً مسجدوں اور مصاحف کی آرائش وغیرہ

پانچوں قسم بدعتِ مباحہ ہے۔ مثلاً نمازِ صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا اور کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں لذیذ اور آرایش کو وسعت دینا''

جو لوگ بدعت بدعت بری بات کرتے ہیں کیا مذکورہ بدعتوں کو اپنائے ہوئے نہیں ہیں کیا یہ لوگ علمِ نحو نہیں سیکھتے اور اسی کے زور پر دوسرے صحیح مسلک والوں کے خلاف نہیں بولتے کیا مدارس اور سرائیوں کا قیام اپنی جماعت کی تبلیغ کے لئے نہیں کرتے کیا مساجد وہ مصاحف کی آرائش میں شریک نہیں ہیں اور جس کے تعلق سے حکم موجود ہے اور جس کی مثالیں ملتی ہیں ان کو بدعت ہے کہنا یا اس کو غلط ہے کہنا کہاں کا انصاف ہے۔

دسواں، بیسواں، چہلم، برسی: دسواں، بیسواں، چہلم، برسی وغیرہ کا جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ میت کے ایصال ثواب کے لئے کیا جاتا ہے۔ ایصال ثواب اس لئے کیا جاتا ہے کہ مرحوم کی بخشش ہوجائے اور بخشش کے لئے دعا کرنا یا کیا جانا قرآن سے ثابت ہے۔ حدیث سے ثابت ہے۔ بلکہ نماز میں درود کے بعد جو دعائیں کی جاتی ہیں اس میں والدین اور مومنین کے لئے خاص دعا بخشش کی' کی جاتی ہے۔

سورہ ابراہیم میں ہے۔ **ربنا اغفرلی ولوالدی واللمومنین** اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو دیگر سب مومنوں کو بھی (جس دن حساب قائم ہوگا)

اور غیر مومنین کے لئے یہ دعا نہیں کی جاسکتی کہ وہ بھی بخش دئے جائیں اس کے تعلق سے بھی قرآن میں یہ کہا گیا سورۃ التوبہ آیت ۱۱۴۔

وما کان استغفار ابراھیم لابیه الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین ......

ترجمہ: اور ابراہیم کا اپنے باپ (آزر جس نے آپ کو پالا تھا) کے لئے دعا مغفرت کرنا صرف اُس وعدہ کی غرض سے تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے۔ پھر جب ان پر ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہوگئے بے شک ابراہیم بڑے دردمند نہایت بردبار تھے۔

شریعت اسلامی میں یہ طئے شدہ امر ہے کہ ایک شخص کی دعا اور نیک عمل سے دوسرے کو

فائدہ پہنچتا ہے۔ایک کی دعا سے دوسرے کی بخشش ہوتی ہے اور ایک کی کوشش سے دوسرے کے درجات میں بلندی نصیب ہوتی ہے۔اس کے لئے بھی قرآن میں کہا گیا ہے سورہ الحشر کی آیت

والذین جاء وبعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان

ترجمہ:۔اور وہ لوگ بھی جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے۔

ایسے اور آیات بھی ہیں جہاں بخشش مانگنے کی بات کی گئی ہے۔کسی کی میت ہو گی اس کے نام پر اس کے ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانا کا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص مرحوم کی بخشش کے لئے دعا کرے۔آگے احادیث میں ایصال ثواب کے لئے جن چیزوں کے کرنے کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اس پر بھی غور کریں تو آپ کو یہ کھانا کھلانا غلط نہیں معلوم ہوگا۔تبدیلی زمانے کے ساتھ اگر کوئی چیز بدل جاتی ہے یا آپ کو سمجھ نہیں آتی ہے دوسری چیزوں سے استدلال لیا جاتا ہے۔ اگر استدلال نہ لیا جائے تو دین میں ایسی کئی چیزیں ہیں جن پر سوالات کھڑے ہو جائیں۔

حدیث بخاری کی ہے کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم ۲/۶۹۰ الرقم ۱۸۵۱ اور یہ حدیث مسلم میں بھی ہے ابوداؤد میں بھی ہے اس کا مطلب یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے (باقی) ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔(اسی کو بنیاد بنا کر شاید ہمارے پاس مرشد کو بعد دفن عمر ساٹھی عمر قضاء کے طور پر فطرہ کی مقدار سے حساب کر کے دیتے ہیں کیونکہ تارکِ دنیا کی میت کا وارث مرشد ہی مانا جاتا ہے ویسے اس کی تفصیل الگ ہے ایسے ہی معلوماتی طور پر یہاں لکھ دیا گیا ہے)

یعنی ولی روزے رکھے تو اس کا ثواب مرحوم کو جائے گا اور اس کے ذمہ جو چیز باقی تھی وہ ختم ہو جائے گی۔ یہ حدیث بھی بخاری میں کتاب الجنائز باب موت الصحاہ البغتہ ۱/۴۶۷ رقم ۱۳۲۲ مسلم میں کتاب الوصیہ باب وصول ثواب الصدقات الی المیت ۳/۱۲۵۴ اسی طرح ابوداؤد سنن النسائی، ابن ماجہ میں ہے یعنی متفق علیہ ہے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے۔اور میرا

خیال ہے کہ اگر وہ (بوقت نزع) گفتگو کرسکتی تو صدقہ (کی ادائیگی کا حکم) کرتی اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو اسے ثواب پہنچے گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

اسی طرح حج بدل کے تعلق سے بھی احادیث کثرت سے ہیں اور جو لوگ دسواں وغیرہ کے مخالف ہیں وہ خود حج بدل والدین کا کرتے ہیں۔ اسی طرح مرحوم کے قرض کے بارے میں بھی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی کے فوت ہوجانے کے بعد دوسرے کا کوئی عمل کوئی نیت مرحوم کو فائدہ پہنچا سکتی ہے جیسے ان کے نام سے صدقہ دینا' خیرات کرنا' کھانا کھلانا وغیرہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص وفات پا جائے اور اس کے ذمہ رمضان شریف کے روزے باقی ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ امام ترمذی' ابن ماجہ وخزیمہ سے یہ روایت ہے اور ان کے کتابوں میں یہ حدیث درج ہے۔ باب کتاب الصوم

ابوداؤد فی سنن کتاب صوم ۳۱۵/۲ رقم ۲۴۰۱ والبیہقی لسنن اکبری ۲۵۶/۴ رقم ۸۰۱۲ میں ایک حدیث بہت واضح ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہوجائے پھر صحت یاب نہ ہو بلکہ مرجائے تو اس کی جانب سے کھانا کھلایا جائے اور اس کے اوپر قضا نہیں ہے اور اگر اس نے نذر مانی ہو تو اس کا ولی اس کی نذر پورا کرلے۔

ابن ابی شیبہ البیہقی کی کتاب میں یہ حدیث ہے رقم ۱۲۰۸۳ اور ۱۲۴۲۱ دیکھیں۔

حضرت عطارؒ حضرت سفیانؒ اور حضرت زید بن اسلمؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اپنے مرحوم باپ کی طرف سے غلام آزاد کرسکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

بخاری کی ایک حدیث ہے کتاب الادب بالغیبہ میں اور یہی حدیث المسلم میں کتاب الطہارۃ باب الدلیل نجاسۃ البول میں ہے۔ ایصال ثواب' عذاب کا روکنا' زیارت کئی چیزیں اس سے ثابت ہوتی ہیں۔ اور دوسروں کے پاس بھی یہ روایت ہے اس لئے یہ متفق علیہ حدیث ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا ان دونوں مردوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ کے سبب عذاب

نہیں دیا جارہا ہے ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا جب کہ دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے ایک تر ٹہنی منگوائی اور چیر کر اُس کے دو حصے کر دئے ایک حصہ ایک قبر پر اور دوسرا حصہ دوسری قبر پر نصب کر دیا پھر فرمایا۔ ''جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی''

ویسے اس سلسلہ میں ایک حدیث دنوں (ایام) کے ذکر کے ساتھ بھی ملتی ہے ہماری مشہور قومی کتاب چراغ دین نبوی میں صفحہ ۱۱۸ پر اس طرح تحریر ہے ''کتاب کنز المومنین میں بحوالے کتاب شرفِ نبوت لکھا ہے ''کہ حضرت بی بی عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میت کے دفن کے بعد اس روز میت کو گور کی سختی و پرسش ہوتی ہے اور چوتھے روز پھر گور کی سختی اور پرسش ہوتی ہے اور پھر دسویں روز اور بیسویں روز اور چالیسویں روز گور کی سختی اور پرسش ہوتی ہے اور اس طرح سال بھر تک ہوتی ہے''

اس کے علاوہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۹ پر میت کے دن کا مرشد کی طرف سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے اور تین دن تک جو رشتہ دار وغیرہ اہتمام کرتے ہیں اس کا ذکر کرتے ہوئے ''فتح القدیر'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''اسباب میں اصل وہ حدیث ہے کہ حضرت جعفرؓ کی خبرِ شہادت جب آئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''جعفر کے متعلقین کے لئے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے غم میں ہیں''

اسی کتاب میں کتاب مالا بد کے حوالے سے لکھا ہے ''مصیبت کے وقت صبر کرنا سنت ہے اور یہ کہنا سنت ہے انا للہ و انا الیہ راجعون (مالا بد) کھانا بھیجنا اہلِ میت کے واسطے مصیبت کے روز سنت ہے (مالا بد)

ان سب باتوں کے بعد بھی بات نہیں سمجھنا چاہتے تو نہیں سمجھ سکتے بولیں گے کہ دسواں، بیسواں بتاؤ۔ تو بھائی ایصال ثواب کے لئے یہ کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اور ان ایام میں کئے جانے کا بھی حدیث سے بتایا گیا ان دنوں میں بوجھ یا عذاب ہوتا ہے اس لئے ان کی قبر پر پھول چڑھاتے اور کھانا کھلاتے ہیں۔ دوسرے دنوں میں بھی ایصالِ ثواب کے طور پر کر سکتے ہم نے ہمارے خیال سے بات سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش اللہ واسطے کی ہے اور باقی کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

☆☆☆

ایمان وتمدن

یہ بات ہر شخص کے علم میں ہے کہ حیوانات میں آدمی کو جس قدر حاجتیں لگی ہوئی ہیں اور کسی کو نہیں ہے۔ حیوانات میں جانور اپنی خوراک خود ڈھونڈتا ہے اور اس کو استعمال بھی کر لیتا ہے جب کہ انسان کو دوسرے انسان سے اس سلسلہ میں مدد لینی پڑتی ہے اور یہ ایک دوسرے کی مدد ہی معاشرہ کہلاتی ہے اور تمدن کو جنم دیتی ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے کس طرح مدد ملتی ہے یا لینی پڑتی ہے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ انسان کے لئے معاشرہ یا تمدن کتنا اہم ہے ہر کوئی جانتا ہے۔ اللہ نے آدمؑ سے انسان کو تعلیم دی اور دین کی طرف آنے کی جہاں دعوت کا بندوبست کیا وہیں معاشرہ اور تمدن اور آدمی کی عقل کے اعتبار سے اس معاشرہ میں کس طرح زندگی گزارنا ہے اس کی تعلیم بھی اپنے پیغمبر نبیﷺ کے ذریعہ دی، ساتھ میں اپنا کلام بھی نازل کرتا رہا اور آخرکار جب انسان کی عقل ایک اعتبار سے مکمل ہوگئی تب اپنے محبوب حضرت رسول اکرمﷺ کی بعثت عمل میں لائی اور ان کے ساتھ ایک مکمل ضابطۂ حیات بھی ساتھ اترا جس کو ہم قرآن کہتے ہیں۔ اس کلام بلاغت نظام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا اهل الکتاب قدجاء کم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب و یعفوعن کثیر قدجاکم من الله نور و کتاب مبین ۔ترجمہ: اۓ اہل کتاب تحقیق آیا تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگزر کرتا ہے بہت سی چیزیں بیشک تمہارے پاس آیا اللہ کی طرف سے نور اور کتاب ظاہر کرنے والی اُ

جب اس نور کی بعثت کا وقت آیا روایت میں آیا ہے کہ بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ حضرتﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت مجھ سے ایک ایسا نور نکلا کہ اس سے تمام عالم منور

ہو گیا اور شام کے مکانات مجھے نظر آنے لگے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ جو میلاد شریف کی رات بی بی آمنہ کی خدمت میں حاضر تھیں بیان کرتی ہیں کہ قبل ولادت شریف گھر میں جدھر بھی نظر ڈالتی تھی نور ہی نور نظر آتا تھا اور اس وقت ستاروں کی یہ کیفیت محسوس ہوئی تھی کہ گویا وہ اس مکان پر ٹوٹ پڑ رہے ہیں۔ بہر حال پھر یہ ندا آئی **و قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** . ترجمہ: اور کہہ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا اور بے شک باطل تو نابود ہی ہونے والا تھا۔

یہ نور جس کی خبر دی گئی تھی تورات میں، انجیل میں اس خبر کو مٹانے کی کوشش کی گئی۔ اس کا بیان مذکورہ آیت میں موجود ہے، یہ نور ظاہراً نور ہی تھا مگر اس کی حقیقت کچھ اور ہی تھی۔ بصارت کو ہمرنگ بصیرت کر کے کل جسمانی ظلمات کو منور کر دینا معمولی نور کا کام نہیں۔ یہ آفتاب کا نور نہ تھا کہ اجسام کی سطح بالائی پر ٹھیر جاتا بلکہ یہ اُس ذات مقدس کا نور تھا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''**انا من نور الله و کل شئی من نوری** '' ترجمہ یعنی میں اللہ کے نور سے بنا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوئی۔ یہ وہی نور ہے اور یہ نور اجسام کے اندر سرائیت کئے ہوئے تھا اور اس نور نے خدا کے حکم سے اس کے کلام کو انسان تک نہ صرف پہنچایا بلکہ اس پر عمل کر کے بتا دیا بشری صورت میں تا کہ بعد میں انسان ''بشر'' یہ نہ کہے کہ وہ بشر ہے یہ نور کا ہی کام ہے اور ایک ایسا معاشرتی نظام ہمارے لئے ترتیب دیا جو رہتی دنیا تک قائم و دائم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم کی بعثت فرما دی پھر ہم کو روز میثاق کا وعدہ یاد دلایا کہ اس پر ایمان لاؤ اصل میں ایمان کا ذاتی مقتضیٰ اصلاح تمدن ہے جس کی مثالیں آگے چل کر دی جائیں گی، جہاں بتایا جائے گا کہ اصلاح تمدن میں ایمان کی کیسی حیرت انگیز تاثیریں ہیں اور اس کے لئے جب بھی کوئی بعثت فرمائی اس رسول کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا لیکن جب رسول اکرم محمد ﷺ کی بعثت فرمائی ان کی اہمیت کے ساتھ ساتھ ان سے محبت کی بھی تاکید فرمائی اور ان کا مقام و مرتبہ بھی بتایا۔ یہ چند آیتیں ہیں جو ان کی شان بیان کرتی ہیں۔

(1) و ما ينطق عن الهوى. ان هوا لا وحى يوحى (النجم آیت 4)

وہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں بناتے، ان کا ارشاد وحی ہے جوان پر بھیجی جاتی ہے

(2) و ما اتكم الرسول فخذوه و مانهكم عند فانتهو (الحشر آیت 7)

اور رسول تم کو جو کچھ دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے روک دیں رک جایا کرو۔

(3) من يطع الرسول فقد اطاع الله (النساء آیت 8)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی

بعض لوگ اللہ پر ایمان اور اس سے محبت کا اقرار تو کرتے اور رسول کا انکار کرتے ہوئے پائے گئے۔ تب یہ آیت اتاری گئی۔

(4) قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله و يغفرلكم ذنوبكم والله غفور رحيم (آل عمران 31) آپؐ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

(5) ان اللّٰه وملائكته يصلون على النبى يا ايها الذين آمنو صلوا عليه و سلموا التسليما (احزاب آیت 56) اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر صلواۃ وسلام بھیجتے رہو۔

(6) لقد كان لكم فى رسول اللّٰه اسوة حسنه (احزاب آیت 21)

تم لوگوں کے لئے رسول کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔

اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اس اسوہ کی ہم کو اتباع کرنی ہے اور ان کی زندگی کے نمونے کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے اسی اُسوہ کے ذریعہ اصحاب کی ایک جماعت ایسی ترتیب دی کہ اس کی مثال سابق میں تو نہیں ملتی۔

دیکھیں کہ دین کیا سکھاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے کن چیزوں کو اختیار کرنے کو کہا۔ نیک نیتی، صدق، راست باز، اتحاد باہمی، خوش خلقی، امانت داری، دیانت داری، ایک دوسرے کی

مدد، سفارش، حاجت روائی، بیمار پرسی، مسافر نوازی، ایفائے وعدہ، اصلاح بین الناس، عفو درگزر، عیب پوشی، ماں باپ کی فرمابرداری، پڑوسی کا حق، حقوق العباد، بزرگوں کی تعظیم، صلہ رحمی محتاجوں کی خبر گیری، سخاوت، رحم، فریادرسی مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑانا، عدل وانصاف وغیرہ وغیرہ۔

جن چیزوں سے منع کیا ان میں، جھوٹ، وعدہ خلافی، عہد شکنی، جھوٹی گواہی، افترا بردازی، بہتان، غیبت، چغلی، لوگوں کے عیب کی تجسس، تمسخر تحقیر و توہین، ہجو، دل شکنی، سخت کلامی، سب وشتم، فحش گوئی، فتنہ انگیزی، مکر وفریب، چاپلوسی، قمار بازی، ناپ تول کی کمی، دغا بازی، چوری، بغاوت، غارتگری، اذیت رسانی، بھیک مانگنا یا سوال کرنا، حرص طمع، عداوت، بغض، حسد، رشوت، کالا بازاری، فسادی طرزِ زندگی وغیرہ وغیرہ، جن چیزوں کو کرنے کا حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا اگر اس پر عمل ہو تو ایک ایسا معاشرہ یا تمدن قائم ہوگا، لوگ اس سے خوش رہیں گے۔

انسانی نفسیات میں قوائے شہویہ وغضبیہ کی اصلاح کے لئے ایمان ضروری ہے۔ ویسے جو حکومتیں ہیں ان کے اصول بھی یہ ہی ہوتے ہیں لیکن اس پر عمل آوری مشکل ہے کیونکہ ایمان کے ساتھ یہ چیزیں ہوں تو انسان کی قوائے شہویہ وغضبیہ کی اصلاح اچھی طرح سے ہوتی ہے۔ یہ صرف حکومتی قانون کے تحت جھوٹ بولنا منع ہو یا جرم ہو تو جن کو ایمان سے کوئی تعلق نہ ہو اپنا مقصود حاصل کرنے کی غرض سے جس بات کو چاہیں خلاف واقعہ قانونی پیرایہ میں لا سکتے ہیں، جس سے ان کا جھوٹ بولنا ثابت ہونا ہی مشکل ہو جائے گا لیکن جو ایمان رکھتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ اوپر جا کر جواب دینا ہے اور خدا ہم کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے اور ہماری ہر چھوٹی بڑی اچھائی اور برائی کا حساب بھی رکھتا ہے تو وہ کبھی اس طرح کی حرکت نہیں کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کی تربیت اسی طرح کی اور ایک ایسا معاشرہ تمدن وجود میں لایا اس معاشرہ وتمدن میں ایمان کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کی محبت بھی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ایک واقعہ یوں ہے، ویسے اس کو تاریخ کی کتابوں میں دو طرح سے لکھا گیا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا، مہاجرین اور انصار میں مسئلہ خلافت میں بحث

شروع ہوئی تو انصار نے اس وجہ سے کہ ملک انہی کا تھا مہاجرین سے کہا کم از کم اتنا تو چاہئے کہ ہم میں سے بھی ایک امیر ہو مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وصال سے بیشتر حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر فرمایا تھا اور آپ میں سے کس کا نفس گوارا کرتا ہے کہ ابوبکرؓ کی امامت کرے۔ انہوں نے کہا نعوذ باللہ ہم ہرگز اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوگیا اور صدیق اکبرؓ کی خلافت مسلم ہوگئی۔ دوسری کتاب میں لکھا گیا ہے کہ اس بحث کے دوران حضرت عمرؓ اٹھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور کچھ اصحاب نے بھی ایسا ہی کیا جس پر معاملہ ختم ہوگیا۔

صرف اس بات پر کہ رسول ﷺ نے جس کو اپنی حیات میں نماز کی امامت عطا کی تھی اس کی امامت نہ کرنے کی غرض سے سلطنت چھوڑ دی۔ فی زمانہ کیا کوئی اپنے کسی لیڈر یا بھائی یا باپ کی خاطر مکان چھوڑ سکتا ہے، جواب اس کا نفی میں ہی ملے گا شائد!

خلافت ملنے کے بعد دوسرے ہی دن حضرت ابوبکرؓ حسب عادت چادروں کا گٹھا لے کر اس کو بیچنے بازار جا رہے تھے اور راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا کاروبار کے لئے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو حضرت ابوعبیدؓ کے پاس لے آئے جو بیت المال کی ذمہ داری سنبھالتے تھے اور درخواست کی کہ خلیفہ کے لئے کچھ مقرر کر دیا جائے تا کہ آپ کا وقت کاروبار میں خراب نہ ہو۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ ایک مہاجر شخص کو جو دیا جاتا ہے آپ کے لئے مقرر کر دیتا ہوں، نہ اس سے زیادہ نہ کم۔ گرما اور سرما کا لباس بھی دے دیا جائے گا۔ جب بوسیدہ ہو واپس کر کے نیا لے سکتے ہیں اور آدھی بکری روزانہ مقرر کر دی لیکن سر اور پیٹ کا سامان نہ دیا جائے گا۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک خلیفہ (حاکم) کا معاوضہ مقرر ہو رہا ہے اور حاکم کچھ نہیں کہہ رہے ہیں۔ ابوعبیدہؓ کی ہر بات پر سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے ان کو امین مقرر فرمایا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف جب روم قسطنطنیہ جزیرہ اور ارمینہ کی فوجیں جمع ہونے لگیں تب

حضرت عمرؓ کی خلافت کا وقت تھا۔ آپؓ نے جن سے جزیہ یا خراج لیا جاتا تھا ان کو واپس کرنا شروع کردیا اور کہا کہ ان سے کہدو کہ اب ہم ان کے جان و مال کی حفاظت نہیں کرسکتے، اس لئے یہ واپس کردیا جارہا ہے۔ عیسائی اور یہودیوں پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ وہ لوگ مسلمانوں کے لئے دعا کرنے لگے اور کہا توریت کی قسم جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کرسکتا، یہ تھا حسن تمدن جو رسول اللہ ﷺ نے ایمان کے ساتھ اس دنیا کو دیا۔

حضرت ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ ذات السلاسل کے لئے ایک دستہ حضرت عمرو بن العاصؓ کی سرداری میں بھیجا جو شام کے اطراف میں تھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے وہاں کے حالات دیکھ کر مزید مدد اور کمک کے لئے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسو سپاہیوں کا لشکر تیار کر کے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو اس دستہ کا امیر مقرر کیا۔ جب یہ دستہ منزل پر پہنچا تو سوال یہ کھڑا ہوا کہ اب امیر کون، حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو میری مدد کے لئے مانگا تھا لیکن حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھی عمرو بن العاص کو امیر نہیں ماننا چاہتے تھے اور یہ کہا تم جن کے ساتھ آئے تھے ان کے امیر ہو، ہم ابوعبیدہ ؓ کو ہی امیر مانتے ہیں، جب بحث ہونے لگی تب حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا اے عمروؓ تم پر واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو رخصت کرتے ہوئے جو آخری عہد لیا وہ یہ تھا کہ جب تم اپنے ساتھی کے پاس پہنچو تو دونوں اتفاق کے ساتھ مل کر کام کرنا، باہم اختلاف نہ کرنا، پس خدا کی قسم اگر تم میری بات نہ مانو گے تب بھی میں تمہاری اطاعت کروں گا، اس واقعہ میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ ان دوسو سپاہیوں میں جو حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ آئے تھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شریک ہیں اور وہ ان سرداروں کی بحث میں بالکل خاموش ہیں، یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی تربیت اور حسن تمدن۔

جنگ قادسیہ میں جب رستم فوج کثیر اور بہت سے ہاتھیوں کو لیکر مسلمانوں کے مقابل ہوا اور لڑائی کا ہنگامہ گرم ہوا، اس وقت ابو محجن ثقفی جو شراب پینے کے جرم میں مقید تھے، قید خانہ کے دریچہ سے لڑائی کا تماشہ دیکھ کر بے اختیار ہوجاتے ہیں۔ آخر کار ضبط نہ کرسکے اور

زوجہ ابن ابی وقاصؓ، سلمیٰؓ کے پاس گئے کہ خدا کے لئے اس وقت مجھے چھوڑ دو، لڑائی کے بعد زندہ بچ گیا تو فوراً آ کر بیڑیاں پہن لونگا۔ ان کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں، انہوں نے فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر رستم کی فوج پر حملہ بڑے ہی زور وشور سے کیا۔ جس طرف جاتے صف کی صف الٹ دیتے۔ اسی طرح دن بھر تنہا حملے کرتے رہے جس سے سعدؓ اور دوسرے مسلمان حیرت زدہ تھے اوران سے ہمدردی کرنے لگے۔ شام ہوئی تو قید خانہ میں جا کر بیڑیاں پہن لی، حضرت سلمیٰؓ نے جب سب حالات حضرت سعدؓ سے بیان کئے تو انہوں نے اسی وقت ان کو رہا کر دیا اور کہا کہ خدا کی قسم مسلمانوں پر جو شخص یوں نثار ہو میں اس کو سزا نہیں دے سکتا اور ابو محجن نے کہا کہ بخدا میں بھی آج سے پھر کسی طرح کی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔

اس واقعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کے ذریعہ جو قرآن کی تعلیم ان لوگوں کے دل میں اتری تھی وہ کام آئی کیونکہ یہ اپنی زندگی اس آیت پر گزارتے تھے۔

الله اشترى من المومنين انفسم واموالهم بان علم الجنه.

اس کا ثبوت یہ ہے کہ جنگ یرموک میں جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور عیسائیوں کے حملوں سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور حضرت شرجیل کو کفاروں نے گھیر لیا اور آپ ان کے نرغہ میں ڈٹ کر ان سے لڑ رہے تھے اور یہ آیت زور زور سے پڑھتے تھے۔ **الله اشترى من المومنين** جس کے بھی کان میں یہ آواز پہنچتی وہ واپس آ کر لڑنے لگتا جس فوج کے قدم اکھڑ گئے تھے وہ سنبھل کر لڑنے مرنے پہ آ گئی اور عیسائیوں کے حملہ کو ناکام کر دیا۔

اس تمام گفتگو سے یہ ہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ انسان ایمان کے تقاضہ کا کو اگر ہمشہ ملحوظ رکھے گا تب ہی اس کا تمدن اور سماجی زندگی نہ صرف دنیا میں بھی بہتر ہوگی بلکہ اس کی آخرت بھی بہتر ہوگی۔

وآخر داعوانا۔۔۔۔۔۔۔

☆☆☆☆

احادیث صحیحہ

بعثت مہدی کا جب ذکر ہوتا ہے تو بعض لوگ ہمارے نوجوانوں کو گمراہ کرنے کی جو کوشش کرتے ہیں اس میں سب سے پہلے مہدی کا ذکر قرآن میں نہ ہونے کی بات بتائی جاتی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کا اپنا ایک طرز بیان ہے اور قانون الٰہی میں ہے کہ آنے والی ہستی کا قرآن سے پہلے جن کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے اُسی خاص طرز بیان کے تحت کیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اُسی طرز بیان کے زیر اثر ایک موعود ہستی کا ذکر آیا ہے۔حضرت ابن عربی اور دوسرے مفسرین نے کئی ایک آیات کی تفسیر میں مہدی کی بعثت کی نشاندہی کی ہے لیکن دوسری وجہ جب احادیث میں بعثت مہدی کا وضاحت سے بیان ہونے کی بات لوگوں کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو احادیث صحیحہ احسن ضعیف کی گفتگو شروع ہوجاتی ہے اور بخاری شریف کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کے بعد یہی کتاب صحیح ہے اور اس سے ہٹ کر کچھ نہیں اس لئے سونچا کہ اس پر کچھ لکھا جائے۔

سب سے پہلے بتادینا بہتر ہے کہ اس مضمون سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ امام بخاری کے مرتبہ اور مقام کو کم کیا جائے یا ان کی بیان کردہ احادیث کو ضعیف بتایا جائے بلکہ ان لوگوں کو حقیقت کی طرف لانا چاہتا ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ بخاری شریف کے علاوہ جو احادیث ہیں وہ صحیح نہیں ہیں ایسا کہنا بالکل غلط ہوگا۔خود امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ مجھے 3 لاکھ احادیث یاد ہیں جن میں ایک لاکھ احادیث صحیح ہیں جبکہ صحیح بخاری شریف میں اگر ابواب قائم کرنے کی وجہ سے احادیث کی تکرار اور متن کے فرق اور راویوں کے اختلاف کی وجہ سے جو احادیث دو دو بار یا چار چار مرتبہ ذکر ہوئے ہیں ان کو نکال دیا جائے تو جملہ تعداد تقریباً 2500 صحیح احادیث رہ جاتی ہیں تو جو باقی احادیث حضرت امام بخاریؒ کو یاد تھیں اور جن میں 1 لاکھ صحیح احادیث یاد رہنے کی بابت خود انہوں نے بیان کیا ہے ان کو کیا آپ احسن یا ضعیف کہیں گے۔

حضرت امام بخاری نے اپنی احادیث کی کتاب مرتب کرتے وقت کچھ ابواب قائم کئے اوران ابواب میں حدیث ذکر کرنے کے لئے ایک اپنا اصول بنایا اس اصول کے تحت انہوں نے اپنی جمع کردہ احادیث کو اس میں ذکر کیا۔ جو حدیث ان ابواب میں ذکر نہیں کی جاسکتی یا ان کے اپنے اصول سے ہٹ کر تھی اس حدیث کو انہوں نے چھوڑ دیا۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حضرت امام بخاری نے جو احادیث جمع کی ہیں اور اس کو بیان کیا اس میں عدل وانصاف کے ساتھ ساتھ ان کو حاصل کرنے میں بڑی احتیاط اور محنت سے کام کیا ہے۔

بعض کتب میں امام بخاری کا مسلک شافعی ہونا بتایا جاتا ہے لیکن کئی ایک جگہ ابواب کے قیام کے دوران انہوں نے اس مسلک سے اختلاف بھی کیا ہے اور اپنے اجتہاد پر ابواب قائم کئے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ کی بخاری شریف سے پہلے 100 کتابیں احادیث کی موجود تھی جس میں امام ابوحنیفہ کی کتاب الاثار، امام شافعی کی مسند، امام احمد بن حنبل کی مسند حنبل، امام مالک کی موطا امام ملک، امام داری کی مسند داری، مشہور کتابیں ہیں اس کے علاوہ جامع سفیان ثوریؒ ابن ابی شیبہؒ، امام عبدالرزاقؒ وغیرہم کی کتب بھی ہیں۔

امام بخاریؒ کے والد حضرت امام اسمعیلؒ احادیث جمع کیا کرتے تھے اور امام اسمعیلؒ، امام حماد بن زید، امام عبداللہ بن مبارک اور امام مالک سے علمی استفادہ کیا جن میں امام حماد بن زید اور امام عبداللہ بن مبارک حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اپنے والد کی جمع کردہ احادیث بھی اپنے ضابطہ کے تحت نہ آئی تو نہیں لی گئی ہے۔

امام بخاریؒ اور امام مسلم کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے صرف 6 سال کا فرق کم وزیادہ آتا ہے۔یعنی امام بخاری جس وقت احادیث جمع کررہے تھے اور کتاب مرتب کئے ہیں وہی زمانہ امام مسلم کا بھی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے ملاقات بھی ہوئی ہے اس لئے یہاں اس بات کا تذکرہ بے جانہ ہوگا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب بستان المحدثین کا ایک اقتباس پیش کیا جائے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مسلم امام بخاری پر بعض امور پر فضیلت رکھتے تھے اور امام

بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات ان کی کتابوں میں سے بطریق منادلہ حاصل کیا ہے اور اس میں کنیت اور نام دونوں کے ذکر سے غلطی واقعی ہو کر انہوں نے ان کو دو راوی خیال کیا جبکہ امام مسلم نے اپنی بیان کردہ تمام احادیث کا راوی سے براہ راست سماع کیا ہے۔

اس کے علاوہ امام مسلمؒ نے اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے علاوہ ان ہی احادیث کو اپنے مجموعہ میں ذکر کیا جن پر اس وقت کے اکابرین کا اتفاق تھا پھر ان احادیث کو اپنے وقت کے امام الحدیث حافظ عصر ابوزرعۃ کی خدمت میں پیش کیا اور جس روایت کے بارے میں انہوں نے کوئی علت کی نشاندہی کی امام مسلم نے اس کو کتاب سے خارج کر دیا۔

امام بخاری اور امام مسلم کا ہی زمانہ ایک نہیں تھا بلکہ صحہ ستہ کے نام سے جو ائمہ محدثین مشہور ہیں ان تمام آئمہ کا زمانہ بھی تقریباً وہی ہے اور آئمہ فقہ اس سے پہلے کے ہیں جنہوں نے احادیث بھی جمع کئے اور ان پر اجتہاد کر کے فقہ تیار کیا ایک نظر دیکھتے ہیں کہ کون کس سنہ میں موجود تھے۔

ائمہ محدثین:۔حضرت امام بخاریؒ کی ولادت 194ھ کی ہے، حضرت امام مسلمؒ کی اور امام داؤدؒ کی ولادت 202ھ ہے امام ترمذی اور ابن ماجہ کی ولادت 209ھ اور امام نسائی کی 204ھ اور بعض کتب میں 205ھ بتائی جاتی ہے۔ان تمام ائمہ محدثین نے تقریباً 20 سال کی عمر کے بعد ہی احادیث جمع کرنے کا کام کیا

ائمہ فقہ:۔حضرت امام ابوحنیفہؒ 80ھ، امام مالکؒ 93ھ، امام شافعیؒ 150ھ، امام احمد بن حنبل 164ھ۔

اس بات سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ احادیث جمع کرنا اور فقہ مرتب ہونے کا زمانہ 100ھ سے شروع ہوگیا تھا جبکہ صحہ ستہ کے احادیث جمع ہونے کا کام 216ھ میں شروع ہوا۔یعنی رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 80 سال بعد فقہ کا کام شروع ہوگیا اور 196 سال بعد احادیث جمع ہونا شروع ہوئے۔

آج کل نوجوان جو احادیث کی کتب پڑھتے ہیں اور اس کا مطلب نکال کر بعض مرشدین سے سوالات کرتے ہیں ان کو جاننا چاہئے کہ خود محدثین یا ان کے اساتذہ کیا کہتے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ اور امام مسلم کے استاد سفیان بن عیینہؒ کا ارشاد ہے کہ **الحدیث**

مضلة الفقهاء. یعنی حدیث گمراہ کرنے والی ہے سوائے فقہا کے (فتاویٰ رحیمیہ 166/4)

اور ایک محدث جلیل امام عمشؒ کا قول ہے۔

نحن الصيادلة و انتم الاطباء. ہم (محدثین) دوا فروش ہیں اور تم (فقہاء) طبیب

خود امام ترمذیؒ کا قول ہے کہ

وهم اعلم بمعانی الحدیث ترمذی باب غسل المیت صفحہ 188/1

جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی مراد و مطلب کو فقہاء کرام زیادہ جاننے والے ہیں۔

ان بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ کتابیں ہمیں تعلیم یافتہ نہیں کرسکتیں۔ تعلیم دینے والا ضرور بنا سکتی ہیں۔ یعنی جو پڑھا وہ بتا دیا جائے تعلیم یافتہ صرف محبت کرسکتی ہے اسی لئے حضرت مہدی موعودؑ نے حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کو کتاب پڑھنے سے منع کیا اور جب حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ مہدی موعودؑ کی صحبت میں ذکر اللہ کے ذریعہ نور ایمان حاصل کرلیا اور تعلیم یافتہ ہوگئے تو وہی کتاب پڑھنے کی اجازت دی اور پوچھا کہ اب کیسا محسوس کررہے ہو تو حضرت شاہ نظامؓ نے فرمایا جب صرف الفاظ تھے اب ان الفاظ کا ضمیر بھی روشن ہے۔

اسی لئے مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ذکر کرو اور قرآن کو سمجھنے کے تعلق سے فرمایا کہ

''برائے فہمیدن القرآن نور ایمان بس است''

پچھلے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ آج کل لوگ قرآن کا ترجمہ پڑھ کر یہ کہتے ہیں اللہ قرآن میں یہ کہہ رہا ہے لیکن بعض وقت ایسا نہیں ہوتا جو مفسر جس مسلک کا ہوگا وہ اس حساب سے اس کا ترجمہ کرے گا۔ قرآن سمجھنے کے لئے صحبت و ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ نور ایمان ضروری ہے۔ اس طرح احادیث بھی ہیں اور قرآن کی طرح احادیث بھی عربی زبان میں ہیں اور آپ جو پڑھتے ہیں وہ ترجمہ ہے اور مترجم اصحاب نے کس طرح ترجمہ کیا ہے اس کی دو مثالیں دے کر بات ختم کی جاتی ہے۔

صحیح بخاری کی جلد سوم کی حدیث ہے۔ باب طلاق میں حدیث نمبر 255, 256, 253, 254 یہ چار احادیث نہیں ہیں اصل میں ایک ہی حدیث اور واقعہ ہے لیکن راویوں اور

اختلاف متن کی وجہ سے چار ہو گئیں ہیں جیسا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے جس میں 253 ویں حدیث کا پورا متن کچھ یوں ہے۔

عربی متن : **حدثنا ازهر بن جميل حدثنا عبدالوهاب الشقفى حدثنا خالدعن عكرمه ابن عباس ان امراة ثابت بن قيس انت النبى صلى الله عليه و سلم فقالت يا رسول الله ثابت بن قيس ما اعتب عليه فى خلق ولا دين و لكنى اكرة الكفر فى اسلام فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم (اتر دين عليه حديقته؟) قالت نعم قال رسول الله صلى الله عليه و سلم (اقبل الحديقة وطلقها تطليقة)**

ہم سے ازہر بن جمیل نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے کہا ہم سے خالد خداد نے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباسؓ سے انہوں نے کہا ثابت بن قیس کی جورو (جمیلہ بنت ابی) آنحضرتﷺ کے پاس آئی کہنے لگی یا رسول اللہ! ثابت بن قیس کی دینداری اور اخلاق میں کچھ عیب نہیں کرتی مگر میں یہ نہیں چاہتی کہ مسلمان ہو کر خاوند کی ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہو جاؤں۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا اچھا ثابت نے جو باغ تجھ کو (مہر) میں دیا ہے وہ تو اس کو پھیر دیتی ہے ؟ اس نے کہا جی ہاں پھیر دیتی ہوں اس وقت آپ نے (ثابت سے) فرمایا کہ اپنا باغ واپس لے لے اور ایک طلاق اس کو دے دے۔

254 میں اسحاق بن شاہین اور 255 ایوب سختیانی اور 256 محمد بن عبداللہ بن مبارک فرمی اور دوسرے راویوں کے نام ہیں لیکن سب کے پاس روایات حضرت ابن عباس اور پھر عکرمہؓ سے آئی ہے 254 میں راویوں کے بعد اوپر کا متن کہدیا گیا ہے 255 میں اختلاف متن میں ہے، عربی متن راویوں کے بعد ثابت بن قیس کی بیوی کے الفاظ اس طرح ہیں۔ **انى لا اعتب على ثابت فى دين ولا خلق و لكننى لا اطيقه** میں کچھ ثابت کی دین داری اور اخلاق پر ناراض نہیں ہوں مگر میں اس کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتی۔

حدیث 256 میں بھی عربی متن میں صرف اتنا ہے ثابت بن قیس کی بیوی کے الفاظ

میں۔یا رسول اللہ ما انقم علی ثابت فی دین ولا خلق الا انی احان الکفر
اوراس کا ترجمہ کیا جارہا ہے۔

یا رسول اللہ میں ثابت کی دینداری اور خصلت سے ناراض نہیں ہوں لیکن میں ڈرتی ہوں کہیں خاوند کی ناشکری میں پھنس نہ جاؤں۔

حدیث نمبر 253 میں یا 256 میں خاوند کی ناشکری کا عربی متن میں ذکر ہی نہیں ہے مترجم صاحب نے کہاں سے لایا معلوم ہی نہیں۔

دوسری ایک کتاب میں یہ حدیث کا اردو ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی جمیلہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ مجھے ثابت کے دین اور اخلاق پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس کے ساتھ رہتے کفر میں مبتلا نہ ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس کا دیا ہوا باغ مہر میں لوٹا سکتی ہو تو اس نے کہا کہ اس پر آپ نے ثابت کو حکم دیا کہ باغ واپس لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔

یہ ترجمہ عربی متن کے حساب سے صحیح ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے صرف یہ کہا ہے کہ ولکنی اکرۃ الکفر فی اسلام دوسری جگہ انی اخاف الکفر

اب حال میں اس کے انگریزی میں بھی ترجمہ کردئے گئے ہیں ان کا بھی حال دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ کیا سے کیا ہو گیا ہے۔اسی حدیث کو اس طرح ترجمہ کیا گیا ہے لیکن مختلف ترجموں میں حدیث کے نمبر بدل گئے ہیں میری نظر سے گذری eBook میں 192 اس کا نمبر ہے۔ حدیث یوں ہے راویوں کو چھوڑ کر مرکزی متن تحریر کیا جارہا ہے۔

"....... I do not blame habit for any defet in his character or his religion but I am afraid that I (being a Muslim) may become un thankful for Allah Blessing

اوراس کے بعد ہی یہ حدیث Repeat ہوئی ہے اس کا مرکزی متن جمیلہ بنت ابی

کے الفاظ اس طرح لکھے گئے ہیں۔

But I being a Muslim dislike to behave in unislamic manner

آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس طرح آپ تک حدیث پہنچی یا نہیں جو اصل میں کہا گیا وہ ختم ہو گیا۔

اور ایک حدیث ہے جو اردو میں کچھ اس طرح ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا

تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''

اس کا انگریزی ترجمہ اس طرح ہے

Anas- none of you will have faith till he wishes for his brother what he likes himself.(Book2 Chapter7 No.802)

یہاں تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا کا ترجمہ none of you will have faith کر دیا گیا۔ یعنی مومن کا ترجمہ ہوا faith کیا یہ ترجمہ صحیح ہے؟ کیا انگریزی میں پڑھی گئی حدیث نے وہی کچھ پہنچایا جو اصل میں کہا گیا ہے۔

اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس طرح کے ترجموں سے دین اور احادیث کہاں آ پہنچے ہیں اس لئے اگر آپ دائروں سے منسلک رہیں گے اور علماء کرام سے معلومات کرتے رہیں گے تو آپ کو صحیح کیا ہے غلط کیا ہے معلوم ہوگا۔

حضرت مہدی موعودؑ کے بارے میں جو احادیث ہیں وہ متواتر ہیں اور نہ یہ صرف ہمارا عقیدہ ہے بلکہ جو لوگ آج منتظر مہدی ہیں وہ بھی بعثت مہدی کی بابت احادیث کو متواترہ کہتے ہیں اور یہ ایک ایسا اہم مسئلہ ہے صرف ایک مسئلہ کے لئے آپ کو 350 سے زیادہ احادیث ملیں گے اور احادیث متواترہ کا مقام یہ ہے کہ اس کا منکر کافر ہے۔

قطر کے ایک عالم نے بعثت مہدی کی ضرورت سے انکار کیا تو سعودی عرب بریدہ

سے شیخ حمود التویجری نے اس کے رد میں ایک کتاب لکھی اور بتایا کہ بعثت مہدی ضرورت دین سے ہے اور اسی ایک کتاب میں 350 احادیث کے پیش کرتے ہوئے جواب لکھا کہ قطر کے عالم سید محمود کا ایسا کلام باطل اور مردود ہے۔

اس کتاب پر تقریظ سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ بن باز نے لکھی ہے۔کیا انہوں نے بھی صحیحہ احسن اور ضعیف کی تمیز نہ کی ہوگی یا انہوں نے بھی سب غلط لکھدیا! تفصیل کے لئے دیکھیں مضمون ''بعثت مہدی''

ان تمام باتوں کے علاوہ امام نودیؒ نے تو احادیث کی بناء پر مہدیؑ کی آمد کی تاریخ نکالی اور بتایا کہ بعثت مہدی 900 ہجری میں ہوگی جبکہ امام الحدیث طبریؒ نے 905 بتایا اور مہدی موعودؑ نے 905 میں ہی دعویٰ موکدہ کیا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جن احادیث سے امام نودیؒ اور امام طبریؒ نے تمسک کر کے یہ نتیجہ نکالا تھا وہ احادیث مہدی کے باب میں صحیح ہیں۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے صحہ ستہ کے علاوہ بھی کئی احادیث ہیں جو صحیح ہیں۔

آخر میں ہمارے نوجوانوں سے گذارش کرتا ہوں کہ دائروں سے منسلک رہیں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم کو صحیح دین جاننے کی توفیق عطا کرے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا کرئے۔امین ثمہ امین

وآخر دا عوانا۔۔۔۔

☆☆☆

تقلید کی شرعی حیثیت

بنی نوع انسان کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے آخری کلام کو بصورت قرآن شریف انسانوں کی حیات کا مقصد بنا کر نازل کردیا۔ یہ وہ کلام الٰہی ہے جس کی جامعیت بنی نوع انسان کے لئے روز قیامت تک کے لئے رہنما ہے اور یہ وہ کتاب ہے جو اول سے آخر تک حقائق ومعارف اور جملہ علوم وفنون کی جامع ہے اور اس کتاب کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف آیت 111 میں ارشاد فرمایا ہے "**لقد کان قصصهم عبرة لا ولی الالباب ما کان حدیثا یفتری و لکن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کل شی ءٍ و هدًی و رحمة یقوم یومنون** ترجمہ: البتہ ان کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو، کچھ بنائی ہوئی بات نہیں۔لیکن موافق ہے اس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت میں بتادیا گیا ہے کہ قرآن میں جو قصے بیان کئے گئے ہیں وہ آپ سے پہلے کے ہیں اور ان قصوں کا حال دیکھ کر یا ان واقعات اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے عقل مند لوگ اپنے حال پر قیاس قائم کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ بنائی ہوئی باتیں یا کوئی کہانی نہیں ہے یہ تاریخی واقعات ہیں اور اس سے پہلے جو کلام اتارا گیا تھا اس سے موافق ہیں اور اس کتاب میں ہر چیز کا بیان ہے اور ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں، قرآن کے شروع میں بھی بتادیا گیا کہ ذالک الکتاب لا ریب فیه هدی اللمتقین ترجمہ: اس کتاب (قرآن) میں کوئی شک وشبہ نہیں یہ ہدایت ہے متقین کے لئے۔

پہلی جو آیت بیان کی گئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے۔ان دونوں آیتوں سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جو شخص بنا شک وشبہ کے ایمان لاتا ہے وہ ہی متقی ہوتا ہے اور اسی کو اس کتاب قرآن سے ہدایت مل سکتی ہے اور جو شک وشبہ نہیں رکھتا

اس کا ایمان کامل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا ایمان اور اللہ پر یقین تھا بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان کیا کہ ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ مرنے کے بعد کس طرح زندہ کرتے ہو، اللہ نے پوچھا کیا اس بات پر یقین نہیں ہے، ابراہیمؑ نے جواباً کہا کہ یقین کامل ہے۔ اطمینان قلب کے لئے دریافت کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے چار پرندوں کو ذبح کرنے والے قصہ کا ذکر قرآن میں کر کے بتادیا کہ یقین رکھنا ضروری ہے، یقین کی پختگی ہی سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

قرآن کی اہمیت اور افادیت کے سلسلہ میں جو آیت شروع میں سورہ یوسف کی بتائی اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ اس میں جو پہلے نازل کی گئی کتاب کا ذکر ہے اس کے تعلق سے اللہ کیا فرماتا ہے دیکھیں ثمہ اتینا موسیٰ الکتاب تماما علی الذی احسن و تفصیلاً لکل شیءٍ و ھدی و رحمۃ لعلھم بالقاءِ ربھم یومنون (سورہ انعام آیت 154) ترجمہ: پھر دی ہم نے موسیٰ کو کتاب واسطے پورا کرنے نعمت کے۔ نیک کام والوں پر اور واسطہ تفصیل ہر شئے کے اور ہدایت اور رحمت کے لئے تا کہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے کا یقین کریں۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر عثمانی میں یوں لکھا گیا ہے کہ ''معلوم ہوتا ہے کہ جو احکام اوپر (قال تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم) سے پڑھ کر سنائے گئے یہ ہمیشہ سے جاری تھے۔ تمام انبیاء اور شرائع کا ان پر اتفاق رہا کہ بعدہٗ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر تورات اتاری جس میں احکام شرع کی مزید تفصیل درج تھی، تورات عطا فرما کر اس زمانے کے نیک کام کرنے والوں پر خدا نے اپنی نعمت پوری کردی۔ ہر ضروری چیز کو شرع وبسط سے بیان فرمادیا اور ہدایت ورحمت کے ابواب مفتوح کردئے تا کہ اسے سمجھ کر لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا کامل یقین حاصل کریں۔

سورہ یوسف کی آیت 111 اور مذکورہ آیت پڑھنے کے بعد یہ ہی بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ کا دین شروع سے ہی ایک ہے اور تمام انبیاء اُسی پر چلتے آرہے تھے۔ پھر موسیٰ پر کتاب اُتاری گئی اور اس کے بعد قرآن جب نازل کیا گیا تو اس میں بار بار حضرت موسیٰ کی کتاب کا ذکر آیا ہے اور کہیں اُسے امام اور رحمت کہا گیا، کہیں اس کو نعمت کہا گیا جیسا کہ اوپر کی آیت میں آیا

ہے اور ساتھ ساتھ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ قرآن میں مذکورہ آیت میں جہاں تورات کو نعمت کہا گیا ثمہ اتینا موسیٰ الکتاب تماما علی الذی احسن (پھر دی ہم نے موسیٰ کو کتاب واسطے پورا کرنے نعمت کے) اور اس نعمت کے ذکر کے بعد جو لفظ استعمال ہوا ہے ولقاء ہے جس کا ترجمہ خدا سے ملنے کا کیا گیا ہے اس کے اور معنی بھی ہیں لیکن اب اس تفصیل میں جانا نہیں ہے۔

اس کے بعد ہی کی آیت میں اللہ قرآن کے تعلق سے فرماتا ہے کہ و ھذا کتاب انزلناہ مبارک فاتبعوہ واتقواء لعلکم ترحمون (انعام 155) ترجمہ: اور یہ کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری برکت والی سو اس پر چلو اور ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت ہو۔

اس کے بعد کی آیتوں میں جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کو ڈرایا گیا اور جو لوگ فرقوں میں بٹ گئے اصول دین کو فروع دین بنالیا، دین میں نئی نئی چیزیں نکالی گئیں، ان کا ذکر ہے تفصیل کے لئے اس کے بعد کی آیات دیکھی جاسکتی ہیں ان آیات کے بعد اللہ نے ہمیں اصل دین بھی بتادیا۔

سورہ انعام کی آیت نمبر 161 میں قل اننی ھدانی ربی صراط مستقیم دینا قیما ملة ابراھیم حنیفا و ماکان من المشرکین ترجمہ: آپ کہد یجئے مجھ کو سمجھائی میرے رب نے راہ سیدھی، دینِ صحیح، ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین میں کتنی بھی راہیں نکالی جائیں یا نکالی گئی تھیں اللہ کا کلام آنے کے بعد بھی۔ وہ سب اللہ تک جانے والی راہیں نہیں ہیں اسی لئے اللہ نے سیدھی راہ یہ بتائی کہ وہ سیدھی راہ، دین ابراہیم کی ہے اور وہ مشرکین میں نہ تھے یعنی سیدھی راہ پر نہ چلنا اور نئی راہیں نکال لینا بھی شرک کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ سورہ نحل میں یہ حکم بھی فرمایا ثمہ اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا و ما کان من المشرکین ترجمہ: پھر ہم نے آپ (محمدؐ) کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں جو مشرکین میں نہ تھے۔

یعنی ابراہیمؑ کی یا ان کے دین کی پیروی، اتباع، یا تقلید کرنے کا حکم دیا گیا جس کو ہم آج تک کرتے آرہے ہیں اور ان چیزوں کو آج بھی سنت ابراہیم کے نام سے جانتے اور مانتے اور بولتے ہیں۔ آج کل تقلید کو غلط بتایا جارہا ہے کہ کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے تو دیکھتے ہیں کہ اس کے

معنی کیا ہیں ۔ فیروز اللغات میں لکھا ہے کہ تقلید کے معنی (1) نقل (2) پیروی (3) کسی کے قدم بقدم چلنا (4) کسی کی متابعت کرنا اور اتباع کے معنٰی یہ بتائے گئے کہ تقلید کرنا ' فرمانبرداری کرنا ۔ اصل میں یہ دونوں لفظ عربی کے ہیں اور ہم معنی ہیں ،ضرورت کے حساب سے مستعمل ہوتے ہیں ۔

قرآن میں ہم کو یہ بھی کہا گیا سورۃ النساء آیت 59 میں کہ **یا یھا الذین امنوا اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم ...... الاخر** ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے آپ میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو پھر اگر کسی بات میں تنازع ہو جائے تو رجوع کرو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور ایسا کرنا بہت بہتر ہے اور اس کا انجام بھی ۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھا گیا ہے ۔ کئی مفسروں نے کہ اس سے پہلی آیت میں حکام کو عدل کرنے کی تاکید کا حکم فرما کر اب دوسروں سے ان حکام کی متابعت کرنے کا حکم دیا جارہا ہے ۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا جارہا ہے ۔ اس میں نہ صرف علماء و مرشدین ہیں بلکہ صوبہ دار قاضی ،لشکر کا سردار جو کوئی بھی جس کام پر مقرر ہے ان کے حکم کی اتباع یا تقلید کا حکم صاف دکھلا دیا گیا ہے، اس کے باوجود حکام میں سے کوئی حاکم کچھ غلط کرتا ہے تو دوسروں کو نہ صرف قرآن بلکہ رسول اللہ کے حکم کی طرف لوٹنے کا حکم بھی ہے اور رسول کے فرمان کی بھی افادیت و اہمیت اس آیت شریفہ میں بتائی گئی ہے ۔ آیئے دیکھتے ہیں ، رسول کی اتباع یا پیروی یا تقلید کے بارے میں قرآن میں کیا کہا جارہا ہے ۔ **قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفرلکم ذنوبکم وللّٰہ غفور رحیم** (آل عمران آیت 31) ترجمہ: کہہ دو (اے محمدؐ) اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو (میری اتباع کرو) تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ اس آیت کے نزول کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور جو دین ابراہیم پر عمل پیرا تھے وہ یہ کہتے تھے کہ ہم خدا سے محبت کرتے ہیں ، خدا کو مانتے ہیں ،تم کو رسول نہیں مانتے ، (نعوذ باللہ) تمہارا کہنا کیوں مانے اس وقت یہ آیت نازل کی گئی اور ان کو کہا گیا کہ صرف اللہ سے محبت کرنا ہی کافی نہیں ہے،

ساتھ اس کے رسول کی اتباع کرنا بھی لازم ہے اور رسول کی اتباع کا فائدہ بھی بتا دیا گیا کہ ان کے گناہ کو اللہ معاف کر دے گا۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول اتباع کتنی اہم ہے۔اس سے اندازہ ہو جانا چاہیئے کہ صرف اللہ سے محبت یا اس کے کلام سے محبت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے جو بتایا ہے اس پر ہی عمل کرنے سے اللہ کے حکم اور قرآن پر مکمل عمل کیا جا سکتا ہے۔

ہم ابھی اتباع کی بات کر رہے تھے رسول ﷺ کی۔ یہاں ایک اور آیت سے تقلید کیوں ضروری ہے اس کے لئے سورہ فاتحہ کی طرف چلتے ہیں جس میں اللہ رب العزت ہمیں دعا کرنے کا طریقہ بتا رہا ہے کہ شروع میں اللہ کی تعریف کی جائے اور پھر یہ کہنا ہے کہ ہم کیا کرتے ہیں **ایاک نعبد و ایاک نستعین** یعنی ''تیری ہی بندگی کرتے ہیں (تیری ہی عبادت کرتے ہیں) اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں'' اور پھر دعا بتائی، بتلا ہم کو راہ سیدھی پھر وہ سیدھی راہ کی وضاحت بھی کر دی گئی، ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا، فضل کیا، جن پر فضل کیا گیا اور جن کو انعام عطا کیا گیا اس راہ پر چلنا ہے تو ان کی پیروی یا ان کے عمل کو اپنانا پڑے گا یعنی ان کی تقلید کرنی پڑے گی۔

آگے ایک دو آیتیں اور دیکھتے ہیں جن سے اس مسئلہ پر اور روشنی پڑے گی۔سورہ انعام کی آیت 9 میں رب العزت ارشاد فرماتا ہے **اولئک الذی ھدی اللہ فبھد ا ھم اقتدہ** یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس تم ان کی ہدایت کی اقتداء کرو۔اس کی تفسیر کچھ یوں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام عقائد اصول دین اور مقاصد کلیہ میں متحد ہیں، سب کا دستور اساسی ایک ہے، ہر نبی کو اس پر چلنے کا حکم ہے یا تھا رسول بھی اسی طریقہ مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا رسول اللہ ﷺ کو اصولی طور پر آپ کا رستہ انبیاء سابقین کے راستہ سے جدا نہیں کہا جا رہا ہے، فروع کا اختلاف وہ ہر زمانے کی مناسبت و استعداد کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے اور اب بھی واقع ہو تو مضائقہ نہیں۔اس سے علمائے اصول نے اس آیت کے عموم سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کسی معاملہ میں شرائع سابقہ کا ذکر فرمائیں تو وہ اس امت کے حق میں بھی سند ہے جیسا کہ دین ابراہیم کے کئی عمل سنت ابراہیمی کے

طور پر ہم ادا کرتے ہیں۔

ایک اور آیت سورہ نحل کی نمبر 43 **وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون** ترجمہ: اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم ان کی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں۔

اس کی تفسیر تفسیر عثمانی میں یوں رقم ہے۔''یعنی پیغمبر کے مظلوم ساتھیوں کو جب وہ صبر و توکل کی راہ میں ثابت قدم ہوں دارین میں غالب و منصور کرنا ہماری کوئی نئی بات نہیں۔ (آگے صبر و توکل کے بعد غلبہ عطا کی تفصیل اور سورہ اعراف کی آیت کے حوالہ کے بعد تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے یوں رقم طراز ہیں) یاد رکھنے والوں سے کہہ کر شائد اسی طرف اشارہ کیا ہے بہر حال عموم میں اس آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ غیر اہل علم کو اہل ذکر سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہیئے، بہت سے علماء اس کو تقلید آئمہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں واللہ اعلم''

جیسا ابھی بتایا گیا کہ اہل ذکر سے معلوم کرلو اور پھر عمل کرو اس کی بھی ایک مثال قرآن کی آیت سے دینے کی کوشش کی ہے کہ بغیر اہل علم یا اہل ذکر یا فقہاء کے بغیر ہم بعض باتیں قرآن سے اخذ نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کی ایک آیت سورہ بقرہ 228 ہے جس میں عدت کے تعلق سے بیان ہے۔

والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروءٍ ...... الخ ترجمہ: اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رُکیں اپنے آپ کو تین قرو (قرو گذرنے تک انتظار کریں)

اس آیت میں مطلقہ عورت کی عدت بیان کی گئی ہے اور اس کے لئے تین ''قرو'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن قرو کا لفظ عربی زبان میں حیض (ماہواری) کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور طہر (پاکی) کے دورانیہ کے لئے بھی۔ اگر پہلے معنی لئے جاتے ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مطلقہ کی عدت تین آیام حیض (ماہواری) کا گزر جانا ہے (اللہ معاف کرئے) اور اگر دوسرے معنی لئے جائیں تو تین طہر (پاکی) گزرنے سے عدت پوری ہوگی۔ اس موقع پر ہمارے لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کون سے معنی پر عمل کریں تو لازمی بات ہے کہ ہم اہل ذکر یا اہل علم یا فقہاء کے پاس ہی جانا پڑے گا۔ اس لفظ کے معنی اپنے دماغ سے جو چاہئے تو نہیں لئے

جاسکتے۔ یہاں ایک بات واضح کر دینا بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی کی تقلید کے یہ معنی ہرگز نہیں لئے جاسکتے یا لئے جانا چاہیئے مقلد کو کہ جس کی تقلید کی جارہی ہے وہ بذات خود واجب اطاعت ہے یا اُسے شریعت بنانے والا یا قانون ساز کا کوئی درجہ ذہن میں رکھ تقلید نہیں کرنی چاہیئے، اُسے صرف قرآن وسنت کی مراد کو سمجھنے کے لئے بحیثیت شارح قانون یا اہل علم یا اہل ذکر سمجھ کران کی بیان کی ہوئی تشریح وتعبیر پر اعتماد کیا جانا چاہیئے وہ اس لئے کہ وہ مجتہد ہے دوسرے قرن اولیٰ سے قریب ہے یا ایسی بزرگ ہستی ہے جو خدا کو دیکھتی اور دکھاتی ہے۔

ایک مصدقہ حدیث بھی کچھ یوں ہے۔ **من لم یترک المخابرۃ فلیئوذن بحرب من اللہ و رسولہ** (ابوداؤد) ترجمہ: جو شخص بٹائی کا کاروبار نہ چھوڑدے وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لے۔

بٹائی کی جو ممانعت ظاہر ہورہی ہے وہ کونسی بٹائی کی ہے کیونکہ بٹائی کی کئی قسمیں ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سی بٹائی کی بات کی جارہی ہے۔ حدیث میں تو ایک قسم کا اجمال پایا جارہا ہے۔ بٹائی کے معنی کی بھی وضاحت کردینا بہتر ہے اس لئے فیروز اللغات کے حساب سے بٹائی کے معنی یہ ہیں کہ (1) تقسیم (2) پیداوار کی وہ تقسیم جو اجارہ دار اور مالک زمین میں قرار پائے (3) کھیت کی پیداوار باٹنے کی اجرت (4) رسی بٹنے کی اجرت۔

فقہاء بہتر جانتے ہیں کہ اس میں کون سے معنی پر اس حدیث کا اطلاق ہوگا اور جو اس کے اقسام میں کن اقسام کی ممانعت ہے۔ مشکواۃ کی ایک حدیث ہے اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو (دنیا سے) اس طرح سے نہیں اٹھائے گا کہ اُسے بندوں (کے دل) سے سلب کرلے بلکہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو (اپنے پاس) بلالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ ان سے سوالات کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل اول)

اس حدیث سے دو باتیں واضح طور پر نکل آتی ہیں ایک فتویٰ دینا علماء کا کام قرار دیا

گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اُن سے مسائل شرعیہ پوچھیں وہ ان کا حکم بتائیں اور لوگ اس پر عمل کریں یہی تقلید ہے۔

دوسری اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ آنحضرت نے ایک زمانے کی خبر دی جس میں علماء مفقود ہو جائیں گے اور جاہل فتوے دینے اور علم بتانے لگیں گے ایسے زمانے میں اہل عقل کو احکام شریعت پر عمل کرنے کے سوائے اس کے دوسری صورت نہیں ہے کہ گذرے ہوئے علماء کی تقلید کریں اور ان کی تصانیف سے مسائل کا اخراج کریں اور اس پر عمل کریں اسی کو تقلید کہا جائے گا۔

اور ایک یہ حدیث بھی مشکوٰۃ المصابیح میں کتاب العلم فصل ثانی میں موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتوے پر تحقیق کے بغیر عمل جائز نہ ہوتا تو مذکورہ صورت میں سارا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہی کیوں ہوتا ہے بلکہ جس طرح مفتی کو بغیر علم کے فتویٰ دینے کا گناہ ہوتا اسی طرح سوال کرنے والے کو بھی اس بات کا گناہ ہونا چاہیئے تھا کیونکہ اس نے فتویٰ کی صحت کی کیوں تحقیق نہیں کی۔ اسی لئے اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ کسی شخص کا فریضہ صرف اس قدر ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں علم نہیں رکھتا تو قرآن اور حدیث کا علم رکھنے والے سے پوچھ لے اور اگر وہ عالم نہیں ہے اور کوئی بات بتاتا ہے یا فتویٰ دیتا ہے تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔ سوال پوچھنے والے یا اس فتویٰ پر عمل کرنے والے اس گناہ سے مستثنٰی کیوں ہیں؟۔

اب تک جو احادیث بتائے گئے اس میں جاہلوں کا ذکر بھی آیا ہے جو بغیر علم کے فتوے دیں گے **البھقی فی مدخل** میں ایک حدیث ہے جو آج کے دور کو واضح کرتی ہے۔ ہر آنے والی نسل کے ثقہ لوگ اس علم دین کے حاصل ہونگے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف کو، باطل پرستوں کے جھوٹے دعوؤں کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

اس حدیث میں تاویلات کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا گیا کہ ان تاویلات کی تردید اہل علم کا فریضہ ہے اور ایک بات اس حدیث سے واضح ہوئی جاتی ہے کہ جو لوگ قرآن وسنت

کے علوم میں مجتہدانہ بصیرت نہیں رکھتے انہیں اپنی فہم پر اعتماد کر کے احکامِ قرآن وسنت کی تاویل نہیں کرنی چاہیئے بلکہ قرآن وسنت کی صحیح مراد کے لئے اہل علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور ان کے بتائے ہوئے پر عمل کرنا چاہیئے اور اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

آخری وقت کے جاہل علماؤں کے بارے میں ایک روایت کہیں یا حدیث السنن الوارہ فی الفتن نمبر 283 میں لکھا ہوا ہے کہ ''قرب قیامت جہالت کے عام ہو جانے اور دین سے نابلد ہو جانے کی وجہ سے لوگ اسلام کے بنیادی عقائد اور احکامات ہی کا انکار کرنے لگیں گے۔ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا کہ ''عنقریب تمہارے درمیان اس امت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو رجم (شادی شدہ زانی کو سنگسار) کرنے کا انکار کریں گے، دجال کو جھٹلائیں گے، مغرب سے سورج کے نکلنے کا انکار کریں گے، عذاب قبر کو جھٹلائیں گے، شفاعت کا انکار کریں گے، گناہ گار مسلمانوں کے جہنم سے اپنی سزا بھگتنے اور جل کر کوئلہ ہو جانے کے بعد نکلنے (اور جنت میں داخل ہو جانے) کا انکار کریں گے پس اگر میں نے ان کو پالیا تو ان کو عاد وثمود کی مانند قتل کر دوں گا۔''

ہم مہدوی ہیں اور مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ **علمت من اللّٰہ بلا واسطہ جدید الیوم** ترجمہ: مجھے تعلیم دی گئی اللہ سے بلا واسطہ کے ہر روز۔

اور اسی بنیاد پر ہم کو تعلیمات امامنًا پر عمل کرنا ہے اور جب ان سے فقہی مسائل پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ چاروں آئمہ برحق ہیں جن کا عمل عالیت پر ہے اس پر عمل کریں، اس سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ اللہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہی حضرت مہدی موعودؑ کچھ کہا کرتے تھے، اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ان کے فرمان سے چاروں آئمہ فقہ برحق ہوئے۔

حضرت فضل اللہ حافظؒ نے اپنی کتاب ''انہٗ حق'' میں ایک مہدوی کا کیا عقیدہ ہے یا ہونا چاہیئے اس کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔صفحہ 6 اور 7 پر نمبر واری اساس پر ہر بات کا ذکر کیا گیا ہے جس میں نمبر 8 پر لکھتے ہیں۔

''☆ تمام صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین اور صالحین کو واجب التعظیم تسلیم کرتا ہے۔

☆ تمام احادیث پر ایمان رکھتا ہے، احادیث متواترہ کا انکار کفر سمجھتا ہے۔

☆ بخاری شریف مسلم شریف' ابوداود شریف' ترمذی شریف' مشکواۃ شریف' ابن ماجہ شریف و نسائی شریف کو صحیح سمجھتا ہے اور دیگر کتب احادیث کو بھی تسلیم کرتا ہے۔

☆ چاروں آئمہ مجتہدین (حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام حنبلؒ) کو برحق سمجھتا ہے۔

یعنی **الحق دائرہ بین الائمة الاربعه** مانتا ہے اور ان چاروں میں سے کسی کا بھی مسئلہ عالیت پر مبنی ہو (یعنی جس کسی مسئلہ میں بھی قرآن کریم وسنت کی زیادہ سے زیادہ پیروی اور تقویٰ و پرہیزگاری ہو) اختیار کرتا ہے (خاتم ولایت محمدیہ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے صدقہ سے چاروں آئمہ کے اختلافات کی خلیج پاٹتا ہے اور اتحاد کی صورت پیدا کرتا ہے۔''

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مہدی موعودؑ نے ان میں کسی کی بھی تقلید کو جائز قرار دیا ہے۔

آج کل تقلید کے خلاف کافی کچھ کہا جارہا ہے، اس لئے اوپر کی تمام گفتگو میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ شرعی حیثیت میں تقلید کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام کو عقل سلیم اور ہدایت نصیب کرے اور ہمیں سیدھی راہ بتلائے جس پر تو نے انعام عطا کیا ہے اس پر عمل پیرا کر کے ہمیں بھی انعام یافتگان میں شامل فرما۔ آمین

☆☆☆

وسیلہ۔شعائرِاسلام

سورۃ العنکبوت آیت 69 والذین جاھَدُو افینا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا . و اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ المُحْسَنِیْنَ
ترجمہ: اورجنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ جو ہماری راہ یعنی اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ انہیں خود راستہ بتاتا ہے۔یعنی جولوگ اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ اللہ کو تلاش کرتے ہیں ان کے راستے کی مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں اور آگے فرماتا ہے کہ اللہ ہمیشہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے

نیکو کار وہ ہیں جو اللہ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرتے ہیں ایسے لوگوں کو شیطان بھی اپنی چال سے خدا کے راستہ سے دورنہیں کرسکتا اور اللہ نے قرآن میں آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے بعد ابلیس سے جو مکالمہ کا ذکر قران میں کیا ہے اس میں بھی واضح طور پر شیطان کہتا ہے میں بھی گمراہ کروں گا ان کو جیسا کہ تو نے مجھے کیا اور دنیا کی بہاریں بتا کر سوائے مخلصین کے۔سورہ الحجر کی آیت 39,40 میں ہے کہ قال رب بما اغویتنی لا زینن لعم فی لارض ولا غوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین ترجمہ: بولا ،ائے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھودیا میں بھی ان سب کو بہاریں دکھاؤں گا زمین میں اور راہ سے کھودوں گا ان سب کو سوائے جو تیرے مخلص بندے ہیں۔

اس کو فکری اغوا کہا جاتا ہے اور لوگ دین میں دنیاداری اور ذاتی نظریہ کو یعنی اپنی فکر کو اہمیت دیتے ہوئے دین کا کام کرتے ہیں تو شیطان غلط راستہ پر ڈال دیتا ہے۔اسی لئے جو کام بھی کرو اس میں اخلاص، للّٰہیت رکھو، دنیاداری یا پھر اپنے نظریہ یا اپنے چاہنے والے کے نظریہ کا پرچار کرنے سے پہلے غور وفکر کرو۔اگر اخلاص ہوگا تو اللہ آپ کو سیدھا راستہ بتائے گا۔

وسیلہ کا مسئلہ بھی کچھ اسی طرح ہے بعض لوگ توحید کی آڑ لیکر رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ کو

نہیں مانتے بلکہ اس کو کفر وشرک کے زمرے میں لا دیتے ہیں جب کہ قرآن میں وسیلہ کا ذکر آیا ہے وہاں اپنے عقائد کی بنیادوں پر اس کا ترجمہ اور مفہوم بدل دیتے ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیت 35 میں اللہ فرماتا ہے یا ایھا الذین امنواتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلہ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون، اس کے لفظی معنی یہ ہوئے کہ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تا کہ تمہارا بھلا ہو۔

وسیلہ کی تعریف لغت بنام ''لسان العرب'' میں یہ لکھا ہے۔

''الوسیلہ ماینقرب بہ الی الغیر'' جس کے ذریعہ کسی دوسری چیز کا قرب حاصل کیا جائے۔اُسے وسیلہ کہتے ہیں جبکہ کسی شئے کو کسی مقصد کے حصول کیلئے ذریعہ بنانا توسیل کہلاتا ہے۔اس سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ شرعی اصطلاح میں توسل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کسی ایسی ہستی یا عمل یا شئے کو ذریعہ بنایا جائے جو اللہ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہو'

لیکن بعض لوگ اس کے معنی اور مفہوم میں صرف اللہ تعالیٰ کا قرب لیتے ہیں اور جنت کا ایک مقام بتاتے ہیں اور ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اذاں کے بعد ان کو اس مقام پر پہنچ جانے کی دعا کرنے کہا ہے

عربی لغت کے معنی میں اور اس مفہوم میں بات کہاں سے کہاں جارہی ہے، آپ خود غور کر سکتے ہیں کیونکہ عربی لغت کے حساب سے کوئی درمیانی چیز جس سے حصول مقصد میں آسانی ہو۔اس کے علاوہ جب اس آیت میں وسیلہ اختیار کرنے کا حکم ہے تو بعض لوگ عربی لغت سے ہی اس کے معنی لیتے ہوئے بھی صحیح نہیں ٹھیرتے کیونکہ وہ درمیانی چیز اعمال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ کوئی شخص ہرگز یہ نہیں جانتا کہ اس کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہیں بھی یا نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد ﷺ کی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے میں کسی مسلمان مومن کو شک وشبہ نہیں ہوسکتا تو جب اپنے اعمال صالحہ کو جو مخلوق ہیں اور جن کی مقبولیت مشکوک ہے وسیلہ بنایا جاسکتا ہے تو سب سے بہتر ہستی نبی کریم ﷺ کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جاسکتا جو اللہ کے محبوب ترین ومقبول ترین ہستی ہیں۔مکہ المکرّمہ کے ایک محقق اور

نامور عالم ڈاکٹر سید محمد علوی اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں ''اس آیت میں وسیلہ کا لفظ صالح ہستیوں اور اعمال صالح دونوں کے لئے ہے۔انبیاء وصالحین اور اولیاء کرام سے ان کی ظاہری حیات میں توسل ہو یا ان کے وصال کے بعد یا شریعت کے مطابق انجام دیئے گئے اعمال صالحہ سے توسل ہو یہ دونوں طریقہ نہ صرف جائز بلکہ مشروع ہیں اور احادیث سے یہ بات ثابت بھی ہے۔نبی کریم ﷺ سے توسل آپ کی ولادت سے پہلے اور بعد وصال کے برزخ میں اور روز قیامت کے بعد میدان حشر میں بلکہ ہر دور میں کیا گیا اور کیا جاتا رہے گا''

ولادت سے پہلے حضرت آدمؑ کا واقعہ کہ رسول اکرم ﷺ کے وسیلہ سے جو دعا کی تھی جو قبول ہوئی

ایک مشہور روایت ہے کہ حضرت آدمؑ نے دعا کی قبول نہ ہوئی تو پھر عرض کیا حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو مجھے بخش دے۔ارشاد باریٔ ہوا اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا عرض کی الٰہی جب تو نے مجھے پیدا کیا اور مجھ میں روح پھونکی تو عرش کے ستونوں پر یہ لکھا دیکھا لا اله الا الله محمد رسول الله تو میں نے جان لیا کہ کوئی ہستی محمد کی ہے

اس کو بحیثیت حدیث حاکم نے مستدرک میں، امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں، امام زرقانی اور امام قسطانی نے مواہب الدنیہ میں، امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اور امام تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں بیان کیا ہے اور سب محدثین نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

دوسرا ولادت سے پہلے وسیلہ بنانے کا ذکر قرآن میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

دوسرا واقعہ یہودیوں نے آپ کو وسیلہ بنا کر دعا کی تھی۔جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے ۔سورہ البقرہ آیت 89 ولم جاء هم كتاب من عندالله مصدق مما معهم و كانوا من قبل يستقحون على الذين كفروا فلما جاء هم ماعرفوا كفروا به ملعنة الله على الكافرين

ترجمہ: اور جب پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہو گئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر۔

اس کی تفسیر میں شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں ''ان کے پاس جو کتاب آئی وہ قرآن ہے اور جو کتاب ان کے پاس پہلے سے تھی وہ توریت ہوئی، قرآن کے اترنے سے پہلے

جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوئے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخرالزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی ان کے طفیل کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ جب حضور پیدا ہوئے اور سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہو گئے اور ملعون ہوئے۔''

ایک اور ترجمہ دیکھیں قوسین میں ہی مترجم نے بات کھول کر رکھدی ہے۔

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (تورات) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے۔ جو ان کے پاس موجود تھی حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے جب ان کے پاس وہی (نبی حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب قرآن کے ساتھ) تشریف لے آیا وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

تفسیر مظہری صفحہ 113 پر اس آیت کا ترجمہ بھی دیکھا جا سکتا ہے اور آگے یہود نے کن الفاظ میں دعا کی ہے اس کا بھی صاحب تفسیر نے ذکر کر دیا ہے''اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس کتاب کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف لے آیا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے، سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر

یہود کے دعا مانگنے کے الفاظ ہیں'' اللهم انصرنا علهم بالنبی اطبعوت فی آخر الزمان الذی نجد صفته فی التوراة ترجمہ: اے اللہ مشرکین کے خلاف ہماری مدد فرما اس نبی مکرم کے وسیلہ سے جو آخر زمانے میں مبعوث ہوگا جس کی صفت ہم توراۃ میں دیکھتے ہیں''

صاحب تفسیر نے ایک بات اور صاف کر دی کہ یہ وہ یہودی تھے جو عرب میں مشرکین سے لڑا کرتے تھے۔ آگے لکھتے ہیں'' یہود کی اس دعا سے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرما دیتا، یہود اپنے مشرک دشمنوں کو کہتے کہ نبی کریمؐ کا زمانہ آنے والا ہے وہ ہماری باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے آئیں گے پھر ہم تمہیں ان کی معیت میں قتل کریں گے جیسے عاد، ثمود اور ارم کا قتل ہوا''۔

اسی طرح اس آیت کی تفسیر ،تفسیر قرطبی ،تفسیر ابن کثیر ،تفسیر روح المعانی میں بھی بیان کی گئی ہے ۔ایک مفسر فیروز آبادی نے ’’فی تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ‘‘ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے حوالہ سے اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں ’’حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں یہود حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں اسد غطفان حذینہ اور جھینۃ (کے قبائل) کے خلاف اللہ سے حضور اکرم اور قرآن کے توسل سے حصول فتح کے لئے دعائیں کرتے تھے لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات وخصوصیات کو وہ اپنی کتابوں میں پہچان چکے تھے جب تشریف لے آئی تو اس کا انکار کر دیا پس (اس کفر کی وجہ سے) کا فر یہود پر اللہ کا عذاب ولعنت ہو‘‘۔

ایک اور واقعہ قرآن میں جس کا ذکر ہے اس سے بھی میں سمجھتا ہوں کہ وسیلہ یا توسیل پر روشنی پڑ سکتی ہے وہ ہے حضرت یوسفؑ کا واقعہ کہ حضرت یوسفؑ کی جدائی میں رونے سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی چلی گئی اور جب حضرت یوسفؑ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنا کرتا مبارک اُتار کر اپنے بھائی کو دیا اور فرمایا میرا یہ کرتا لیجاؤ اور اُسے اپنے والد کے منہ پر ڈالدو ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔ یہ پورا واقعہ سورہ یوسف میں مذکور ہے ، آیت 93 سے 96 تک اہم باتیں جو بیان کی گئی ہیں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت یوسفؑ کے جسم اطہر سے چھو کر کرتا متبرک ہو گیا تھا یا نہیں یہ توسیل نہیں تو اور کیا ہے؟۔ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کی حیات سے پہلے بھی حضور ﷺ کا وسیلہ لیا جاتا رہا ہے اور آگے ان کی زندگی میں ان کے کہنے سے جو دعا کی گئی اس کا بھی ذکر آگے حدیثوں کے بیان میں دیکھ لیں۔

توسیل یا وسیلہ یا کسی چیز کے متبرک ہونے یا کسی جگہ پر عذاب کے نازل ہونے سے اس جگہ سے دور رہنے کا ایک واقعہ بھی دیکھ لیں یہ واقعہ بصورت حدیث مسلم میں باب الذہد الرقائق میں مذکور ہے۔’’حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جب صحابہ کرام کے ساتھ قوم ثمود کی بستی سے گزرے تو صحابہ اکرامؓ نے وہاں سے پانی لیا اور اس سے آٹا گوندھ لیا اس پر رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ آٹا جانوروں کو کھلا دو اور یہاں سے جلدی نکلو کیونکہ یہ ایسی بستی ہے جس پر عذاب نازل ہوا تھا پھر آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی لیں جس سے حضرت

صالح کی اوٹنی پانی پیا کرتی تھی (مسلم کتاب الذہدہ الرقائق)

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں سے نسبت جہاں متبرک ہے وہیں اللہ نے جہاں عذاب بھیجا تھا اس جگہ سے محفوظ رہنا، بچنا چاہیئے۔

حج کے موقع پر بھی جب حاجی عرفات سے مزدلفہ جاتے ہیں، اس راستہ میں ایک وادی ''موحاسر'' آتی ہے، کسی زمانے میں اس وادی میں ''ابرا'' پر عذاب ہوا تھا، اس لئے وہاں سے تیز چلا جاتا ہے اور جلد سے جلد وادی سے گذر جانے کا حکم ہے اور آج بھی حکومت سعودیہ حج کے وقت اس کا خاص اہتمام کرتی ہے تاکہ ٹرافک کی وجہ سے وہاں رکاوٹ نہ آئے اور حاجیوں کو اس وادی میں ٹھہرنا نہ پڑے۔

آگے ایک حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں نبیؐ کے کہنے پر ان کا وسیلہ دے کر دعا کرنے پر نابینا صحابی کی آنکھوں میں بینائی آ گئی۔ وہ حدیث اس طرح ہے ''حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ'' ایک نابینا صحابی رحمت عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ تعالیٰ سے میری صحت کے لئے دعا فرمائیے، آپ نے فرمایا تم اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا کرو'' **اللھم انی اسالک واتو....الیک** ترجمہ: ائے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو رحمت والے نبی ہیں، یارسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کے دربار میں اس لئے متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے، یا اللہ حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ جب اس نابینا صحابی نے بعد نماز یہ دعا کی تو انکی آنکھیں روشن ہوگئیں اور خدا کی قسم وہ ہمارے پاس اس طرح آیا جیسے کہ وہ کبھی نابینا ہی نہ تھا''۔

اس حدیث کو حاکم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، ابن خزیمہ کی احادیث کے مجموعہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ امام ترمذی، امام بیہقی اور امام ذہبی نے فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے بلکہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے (خصائص کبریٰ جلد 2 ص 201) امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب دورِ فاروقی میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو

حضرت عمرؓ نے حضرت عباس کے وسیلہ سے یہ دعا کی ''اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تھے اور تو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا (حضرت عباسؓ) کو وسیلہ بناتے ہیں تو بارش عطا فرما بس بارش ہوگئی (بخاری جلد اوّل ابواب الاستقاء)

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں، اول یہ کہ صحابہ کرام آقا رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے، دوسری یہ کہ غیر نبی کو بھی وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ صالح عمل کرتا ہے اور ظاہری طور پر بھی شریعت پر پورا عامل ہے تو وہ صالح ہستیوں میں شمار ہوگا۔ سب سے اہم بات وسیلہ سے دعا کرنا سنت صحابہ ہونے کا بھی ثبوت ہے۔ آگے ایک قرآنی آیت سورہ النساء آیت 64 دیکھیں جس میں بتایا گیا کہ اگر حضور معاف کردیں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔

وما ارسلنا من رسول الا یطاع باذن اللہ ولو انھم اذظلموا انفسھم جاء وک فاستغفر وا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ تواباً رحیما۔ ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (سورہ النساء آیت 64 ترجمہ کنز الایمان صفحہ 129)

اس ترجمہ میں جہاں شفاعت کا لفظ آیا ہے وہ عربی میں ''**واستغفر لھم الرسول**'' کا ترجمہ ہے کہ رسول ان کی شفاعت فرمائے اس کے ایک معنی **استغفر لھم** سے یہ بھی ہوتے ہیں ''رسول بھی ان کو بخشواتا ہے'' رسول کا بخشوانا ہی شفاعت ہے اس لئے شاید صاحب کنز ایمان نے لفظ شفاعت استعمال کیا۔

ویسے ایک اور ترجمہ بھی دیکھ لیں۔ ترجمہ: ''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آئے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان''۔

بعض لوگوں کا اس آیت پر یہ خیال ہے کہ یہ آیت کافروں کے لئے ہے ''جانو پر ظلم کرنے سے مراد ایمان نہ لانا اور پھر ایمان دیر سے لانے والے وغیرہ کہتے ہیں۔ بعض اصحاب حضرت رسول مقبولؐ کی حیات تک یہ بات تھی کہتے ہیں لیکن سوچنا چاہیئے کہ قرآن مطلق ہے اور

یہ آیت رسول کے بعد بھی قائم ہے اور روز حشر تک رہے گی۔

اس آیت کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے ایک حدیث پر نظر کریں تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔اس حدیث کو امام احمد بن عمرو بزارؒ (292ھ) نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری زندگی تمہارے حق میں بہتر ہے تم مجھ سے پوچھتے ہو میں تمہیں احکام سناتا ہوں اور میرا وصال بھی تمہارے حق میں بہتر ہے۔تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے میں تمہارے اعمال دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کروں گا اور تمہارے برے اعمال دیکھ کر تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا (الہدایہ والنہایہ جلد 5 ص 275)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے اور اوپر دی گئی آیت کی تفسیر سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ دربار رسول اللہ ﷺ میں زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی آپ کا وسیلہ آپ کی شفاعت ہوتی رہے گی۔ایک اور حدیث بھی دار قطنی ، بیہقی اور مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ ''فرمایا حضور اکرم ﷺ نے جس نے میری حیات ظاہری کے بعد حج کیا اور پھر میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات ظاہری میں میری زیارت کی''۔اس سلسلہ کی ایک حدیث بیہقی اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ''جو سفر کر کے میری زیارت کو آیا وہ قیامت میں میرا پڑوسی ہوگا اور جو مدینہ میں قیام کے دوران یہاں کی مشکلات پر صبر کرے گا میں قیامت میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا''

ان تمام آیتوں اور حدیثوں کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وسیلہ لیا جاسکتا ہے اور ان کی شفاعت کی امید رکھی جاسکتی ہے اور اولیاءاکرام وصالحین کے وسیلہ سے بھی دعا کرنا ثابت ہوتا ہے۔اور ایسا کرنے سے ہماری توحید میں کوئی فرق پڑنے والا نہیں۔(واللہ اعلم بالصواب)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆

عظمت خلیفۃ اللہؑ اور اتباع رسول اکرمؐ

رسول اکرم ﷺ کی اتباع میں عظمت مہدیؑ پر غور کرنے کے لئے رسول اللہ ؐ کی عظمت اوران کی تعلیمات اور اعمال دیکھنا ہوگا۔رسول اکرم ﷺ کی عظمت کئی طرح سے دیکھی جاسکتی ہے لیکن اس مختصر مضمون میں ہم صرف دعائے ابراہیمی کی نسبت سے آپ کی عظمت دیکھیں گے کیونکہ خلیفۃ اللہ امامنا حضرت مہدی موعودؑ کی بھی بعثت دعائے ابراہیمی سے ہی ہے،اس لئے رسول اکرم ﷺ کی اتباع میں حضرت مہدی موعودؑ کی عظمت اور خلیفۃ اللّٰہی جہت سے ہی گفتگو کریں گے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام جب کعبۃ اللہ کی تعمیر کررہے تھے اس وقت انہوں نے جو دعا کی اس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے "و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک و ارفا مناسکنا و تب علینا انک انت التواب الرحیم . ترجمہ: اور یہ کہ ابراہیم اور اسمٰعیل جب گھر کی دیواروں کو اٹھارہے تھے تو یہ دعا بھی کرتے تھے،ائے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرما، بے شک تو سب سننے والا ہے اور سب کا حال جانتا ہے،ائے پروردگار ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھ،ہمیں بتا اپنی عبادت کا طریقہ اور ہم پر توجہ فرما بے شک تو توجہ کرنے والا اور بڑا مہربان ہے"۔

اس دعا میں یہ ہی خواہش کی گئی کہ ہم کو اپنا مطیع بنا یعنی اللہ کے حکم پر چلنے والا روگردانی نہ کرنے والا اور پھر اپنی اولاد کو بھی دعا میں شامل کیا کہ ہمیں تیرے احکام، تیری عبادت کا طریقہ بتا۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی سلسلہ میں حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں کئی پیغمبر آتے رہے اور اللہ تعالیٰ اُن سے اپنے پیغام پہنچاتا رہا اور جب آخری پیغام دینے کا وقت آ گیا جب حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں حضرت رسول مقبول ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا جس بات کے لئے حضرت ابراہیم نے دعا بھی کی تھی۔سورہ بقرہ آیت 129 میں اس کا ذکر ہے"ربنا والبعث فھم

رسولاً منهم یتلوا علیهم آیتک و یعلمهم الکتب والحکمه و یزکیهم انک انت العزیز الحکیم . ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ان لوگوں میں خود ان ہی میں سے ایک پیغمبر پیدا کر جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے دلوں کو پاک کر، بے شک تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے‘‘

حضرت ابراہیم اور اسمعیل علیہم السلام نے پہلے جو دعا کی اس میں عبادت کا طریقہ اور مطیع اللہ ہونے کی بات تھی لیکن یہاں یہ دعا کی جا رہی ہے، تیری آیتیں سنائے، کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور امت کے لوگوں کو پاک فرما ’’یزکیهم ‘‘ کے معنی پاک کرنے کے لئے ہیں، دلوں کو پاک کرنے کی جو بات ترجمہ میں آئی ہے وہ محاورۃ استعمال ہوئی ہے، یہاں قلب یا قلوب کوئی لفظ نہیں ہے اس کے اصل معنی ہونگے لوگوں کو پاک فرمائے اس سے ساری بات صاف ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک صفت لوگوں کو پاک کرنے کی بھی ہے۔

اس قرآنی آیت کے تعلق سے متواتر یہ روایت عام ہے کہ اسی دعا کی قبولت پر اللہ نے اپنے محبوب وجہہ تخلیق کائنات کو حضرت اسمعیلؑ کی اولاد میں نبی بنا کر مبعوث کیا۔ ویسے تو پہلی دعا کی قبولیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں کئی نبی آتے رہے اور انہوں نے عبادات کئے اور لوگوں کو عبادات بتاتے رہے اور اللہ کے مطیع اور فرمانبردار رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ جب آخری نبی کی بعثت کا وقت آیا تو اللہ نے ابراہیمؑ کی دوسری دعا کے تحت رسول مقبولؐ کو مبعوث فرمایا اور ان کی بعثت مکۃ المکرّمہ میں ہوئی اور یہ وہ نبی ہے جو عالمین کے لئے رسول و نبی بنا کر بھیجے گئے۔

بعثت رسول اکرم ﷺ کے وقت عرب میں جہاں فصیح زبان بولی جاتی تھی، جہاں شعر و شاعری کا چرچہ تھا وہیں جہالت عام تھی اور لوگوں میں گناہ وثواب کی کوئی حد فاصل مقرر نہیں تھی۔ اسی لئے اس دعا میں ’’یزکیهم ‘‘، لوگوں کو پاک کرنے کی بات بیان ہوئی ہے۔

ساری دنیا پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دور جہالت میں صحابہ کرام کی تربیت کچھ اس انداز سے کی کہ ساری دنیا دیکھتی رہے گی کہ ان کے دلوں میں اللہ کا ڈر اور اللہ سے عشق کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اپنی محبت کچھ اس انداز

سے بھری تھی کہ دنیا دنگ تھی ۔اپنے تو اپنے غیر بھی اس بات کو مانتے ہیں ۔صلح حدبیہ کے وقت ''عروۃ'' نے جو قریش کی طرف سے بات کرنے آئے تھے ان کے الفاظ یہ تھے'' میں نے قیصرو کسریٰ ونجاشی کے دربار دیکھے ہیں ، یہ عقیدت اور وارفتگی کہیں نہیں دیکھی ، محمد (ﷺ) بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا وہ وضو کرتے ہیں تو پانی جو گرتا ہے اُس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے، تھوک گرتا ہے تو عقیدت سے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور چہرہ اور ہاتھوں میں مل لیتے ہیں (بخاری کتاب الشروط ترجمہ سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی)

اس کے علاوہ یہاں ایک صحابی کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعہ یوں ہے، ایک صحابی نے ایک قبیلہ کے اونٹ کو اٹھالیا، جیسا کہ پہلے کیا کرتے تھے لیکن دل بے چین ہوگیا ۔رسول اکرمﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ میں نے فلاں قبیلہ کا اونٹ اٹھالیا ہے اور اپنے پاس رکھ لیا ہے ۔آپ نے فرمایا تم ایسا نہیں کرسکتے ۔صحابی نے پھر وہی بات دہرائی، آپ نے پھر وہی فرمایا کہ تم ایسا نہیں کرسکتے ۔صحابی نے تیسری بار وہی کہا اور کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے مجھے اس گناہ سے پاک فرمادیں، تب رسول اللہﷺ نے چند اصحاب کو ان کے گھر بھیجا کہ جاؤ ان کے گھر والوں سے معلومات کرو اور کچھ اصحاب کو اس قبیلہ کو روانہ کیا کہ معلوم کرو، ان کا اونٹ تو نہیں گم گیا ہے ۔جب تحقیق مکمل ہوئی اور یہ معلوم ہوگیا کہ اونٹ ان کے پاس ہے اور قبیلہ والے اس کو تلاش کرر ہے ہیں تو آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور جب وہ صحابی ہاتھ کاٹتے وقت یہ کہہ کر خوش ہور ہے تھے کہ جو ہاتھ میرے پورے جسم کو دوزخ میں لے جارہا تھا وہ کٹ گیا اور میں اس گناہ سے پاک ہوگیا۔

آپ خود غور کرسکتے ہیں کہ جو لوگ اپنی بیٹیوں کو مار کر خوش ہوتے تھے اور اپنے اس طرح کے کاموں پر ناز کرتے تھے، رسول اللہﷺ کی تربیت میں گناہ سے بچنے پر خوشی کا اظہار کرر ہے ہیں ۔اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے، رسول اللہﷺ نے اپنی جو صفت منذر (ڈرانے والا) ہے اس کی پوری طرح تکمیل کی، وہیں عشق اور محبت کی جو تعلیم دی اس کا اندازہ ہوتا ہے۔

دعا ابراہیم میں یزکیھم کی بابت تو آپ نے دیکھ لی، اس دعا میں ایک اور لفظ ہے وہ ہے حکمت اور حکمت کی تعلیم میں تعلیم احسان بھی شامل ہے ۔اس کی تعلیم آپ نے اپنے خاص

اصحاب تک محدود رکھی اور قرآن بھی اس تعلیم کو آگے جاری رکھنے کی بابت سورۃ یوسف میں آیت 108 میں میں یہ بیان کررہا ہے۔ **قل هذا سبيلى ادعو الىٰ الله على بصيرة و من اتبعنى** (سورہ یوسف آیت 108) ''کہدو (ائے محمد) یہ میرا راستہ ہے بصیرت کی طرف بلاتا ہوں اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے''، یعنی رسول اللہ خود بصیرت (دیدار) کی دعوت دی اور ان کے تابع تام بھی وہی دعوت دینے کے لئے مبعوث ہونگے کیونکہ اللہ کی ذات منزہ ہے اس لئے اس کے دیدار کے لئے جو دعوت دی جائے گی وہ بھی پاک ہونا ضروری ہے اور دعوت دینے والا بھی پاک ہونا ضروری ہے، اسی لئے رسول ﷺ کی جس طرح پاکی ہے اس کے تابع کی پاکی بھی ضروری ہے اور اس دعوت پر عمل کرنے والا، اس دعوت کو قبول کرنے والے کی پاکی بھی ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ، دعا ابراہیمی کے لفظ **یزکیھم** پر عمل کرتے ہوئے لوگ کو پاک کیا، اسی طرح ان کے تابع تام کو بھی کرنا ہوگا۔

اسی لئے تابع تام کی پاکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''مہدی میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا'' اور فرمایا ''**خلق الخلقى**'' (اس کے اخلاق میرے اخلاق ہونگے)

اس کے اخلاق میرے اخلاق ہونگے، قرآن میں اخلاق رسول بیان ہوئے ہیں ''**لعلى خلق عظيم**'' اور **لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنه** اس سے یہ مطلب واضح ہوجاتا ہے جو اخلاق رسول کے قران میں بیان ہوئے ہیں وہی اخلاق ان کے تابع تام کے بھی ہونگے۔

حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی بعثت جونپور میں ہوئی اور آپ نے اپنی پوری زندگی میں یہ ثابت کردیا کہ ان کے اخلاق رسول ﷺ کے اخلاق کی طرح ہیں قولاً، فعلاً وحالاً ہر طرح سے ثابت کیا اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع حدیث وروایت پڑھ کر نہیں کی بلکہ اللہ کے حکم اور روح محمد ﷺ سے علم حاصل کرکے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی۔ اسی لئے مہدی موعودؑ اسی طرح پاک ہیں جس طرح رسول اکرم ﷺ۔ اسی لئے آپ نے دیدار (بصیرت) کی دعوت عام کی۔ بعثت مہدی موعودؑ جس زمانے میں ہوئی اس کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عنه دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبھم و یحبونه ...... (سورہ مائدہ آیت 54) ترجمہ: اے ایمان والوں جو کوئی تم میں سے دین سے پھرے گا یا دین سے پھر جائے گا تو اللہ عنقریب لائے گا ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور (قوم) اس کو چاہے گی۔

حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جب اسلام کا نام باقی تھا، مگر دین کے معنی ومفہوم باقی نہیں رہے تھے۔لوگ رسم وعادت وبدعت میں گھر چکے تھے۔دین صرف چند مجذوبوں میں باقی رہ گیا تھا۔علم کا بول بالا تھا اور علم کے زور پر ہی رسوم وبداعت شروع ہوگئیں تھی۔ایسے وقت حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی اور اللہ نے آپؑ کو دین کا ناصر بنا کر بھیجا۔اسی لئے حضرت مہدی موعودؑ سے یہ نقل منقول ہے کہ، حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ خدا کا حکم ہورہا ہے اور ''فرمان ہوا کہ ہم نے (اللہ نے) ایمان کے خزانہ کی کنجی تیرے ہاتھ (یعنی مہدی موعودؑ) دے دی اور تجھ کو دین محمدی کا ناصر بنایا اور تیرا ناصر میں ہوں'' (نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت جن حالات میں ہوئی ایسے حالات میں حضرت مہدی موعودؑ نے رسول اللہ کے زمانے کے دین کو پھر سے قائم کیا اور دنیا کے سامنے ایک مکمل نمونہ بن کر پیش ہوئے اور اپنے مہدی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''اگر کوئی شخص ہمارا صدق معلوم کرنا چاہے تو وہ قرآن کریم اور حضرت مصطفیؐ کی اتباع (تام) ان دو کو ہمارے حال وعمل سے مطابق کر کے دیکھے۔

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ نے کس طرح رسول اکرم ﷺ کے قول، فعل اور حال میں من وعن اتباع کی۔اسی لئے یہ ضروری ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں یزکیھم کی جو صفت رسول اللہ ﷺ کی واضح ہوئی اسی طرح حضرت مہدی موعودؑ میں بھی اتباع رسولؐ میں اس صفت کو بھی دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شروع مضمون میں جو صحابی کا واقعہ گذرا جو پاکی کے بیان کی بابت تھا حضرت مہدی موعودؑ کے پاس بھی دیکھنے کو ملتا ہے اور وہ واقعہ ہے حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کا

حضرت بندگی میاں شاہ نعمت ایک امیر خاندان اور سپاہ گری جن خاندان میں چلی

آ رہی تھی اس کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد شیخ بڑے جن کو ملک بڑے بھی کہتے تھے بادشاہ کے دربار میں بڑے منصب پر فائز تھے۔ والد کے انتقال پر والد کے منصب میں کمی کر کے جب آپ کو منصب دیا گیا تو آپ ناراض ہوگئے جس کی وجہ سے حکومت کے خلاف لڑ پڑے اور اسی میں ایک دن ان کے ہاتھ سے عبداللہ حبشی نامی ایک شخص کے بیٹے کا قتل ہوگیا۔ حکومت کے سوار آپ کو تلاش کررہے تھے، بمقام سانچیج حکومت کے سوار آپ کے تعاقب میں تھے۔ تعاقب ہو ہی رہا تھا کہ حضرت نے اذان کی آواز سنی اور ساتھیوں سے کہا کہ رک جاؤ تاکہ نماز ادا کرلی جائے لیکن ساتھی نہیں مانے مگر آپ گھوڑے سے اترے اور فوراً وضو کر کے نماز شروع کردی، حکومت کے سوار جب وہاں پہنچے تو دیکھا ایک شخص نماز ادا کررہا ہے تو اس کو چھوڑ کر ان لوگوں کے پیچھے ہوئے جو نماز ادا نہ کر کے چلے گئے تھے۔ آپؓ نماز سے فارغ ہوکر قریب کی بستی میں گئے اور یہ معلوم کیا کہ یہ اذاں کہاں سے آرہی تھی، کسی نے پتہ بتایا اور یہ کہا کہ چند متوکل یہاں رکے ہوئے ہیں جن کے سردار کا نام سید محمد جونپوری ہے، جن کا بادشاہ نے اخراج کردیا ہے۔

حضرت شاہ نعمتؓ حضرت مہدی موعودؑ کے پاس حاضر ہوئے، حضرت مہدی موعودؑ عصر کی نماز کے بعد بیان قرآن فرمارہے تھے، وہ سنا اور زاری کرنے لگے، بعد نماز مغرب حضرت کے قدموں میں گر گئے اور ساری رودادِ زندگی سناڈالی۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا نعمت تم بے شک نعمت ہو، ذکر خفی کی تلقین کی اور فرمایا توبہ کرو، خدا غفور الرحیم ہے، گناہ بخش دے گا لیکن حقوق الناس معاف نہیں ہوتے ہیں جب تک اس کے لواحقین معاف نہ کریں۔ بس حضرت مہدی موعودؑ کے مشورہ پر آپ عبداللہ حبشی کے گھر گئے، پہلے تو وہ آپ سے ڈرا پھر جب آپ نے اس سے معافی کی درخواست کی وہ پریشان ہوگیا اور پوچھا یہ نعمت تم کو کہاں سے ملی۔ آپؓ نے تمام قصہ بیان کیا، اس نے معاف کردیا اور وہ خود بھی سانچیج کی طرف چل پڑا تاکہ حضرت مہدی موعودؑ سے بیعت کرسکے۔ حضرت شاہ نعمتؓ بھی واپس آگئے اور آگے چل کر آپؓ حضرت مہدی موعودؑ کے خلفاء میں شمار ہوئے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے اتباع رسولؐ میں وہی کیا جو عمل رسول اکرم ﷺ نے کیا تھا اور تعلیم بھی وہی دی تھی جو رسول ﷺ نے دی تھی۔

حضرت مہدی موعودؑ نے رسول ﷺ کی اتباع میں بصیرت (دیدار) کی ہی تعلیم دی

اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت بتلائی جیسا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''من عرفہ نفسہ فقد اعرف ربہٗ'' جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔اور کہا جاتا ہے کہ معرفت نفس کے بغیر معرفت دین ممکن نہیں اور معرفت دین کے بغیر معرفت حق ممکن نہیں۔اس لئے حضرت مہدی موعودؑ نے جو دین کی دعوت دی تھی اس میں سب سے پہلے ذکر خفی کی تعلیم دی یہ وہی ذکر ہے جس سے اپنے نفس کی تربیت ہوتی ہے اور نفس کی پہچان ہوتی ہے اور اسی سے معرفت دین بھی اور معرفت حق حاصل ہوتا ہے یہی وہ سب سے اہم طریقہ (یز کیھم) پاک کرنے کا ،اسی لئے ہمارے پاس کی تفسیروں میں آپ دیکھیں گے لکھا گیا ہے کہ نفس کی پاکی استعمال ہوا ہے جہاں یز کیھم آیا ہے۔یہی صفت سب سے اہم ہے۔اس صفت کے بغیر انسان اللہ کی بصیرت حاصل نہیں کرسکتا۔اس لئے عظمت مہدی اس صفت میں سب سے اہم ہے ۔اسی لئے فرمایا مہدی موعودؑ نے کہ مارا فرستادہ است ......ترجمہ: یعنی حق تعالیٰ نے ہم (مہدی) کو جو کھڑا (مبعوث) کیا ہے خاص طور پر اس لئے کہ جو احکام و بیان کہ ولایت محمدی سے تعلق رکھتے ہیں مہدی کے واسطہ سے ظاہر ہوں۔ولایتِ محمدی کے احکام جو بھی ہیں وہ بصیرت (دیدار) کی تعلیمات ہیں ان پر ہی عمل کر کے انسان پاک ہوتا ہے لطیف ہوجاتا ہے تب ہی ممکن ہے کہ اس کو اللہ کا دیدار نصیب ہو

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو پاک رہنے اور رسول اللہؐ اور مہدی موعودؑ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین

وآخر دعوانا۔۔۔۔۔۔

☆☆☆

علاماتِ ماثورہ

روز اول سے اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ جب جب گمراہی وضلالت کا معاشرہ پر غلبہ ہوا اللہ نے اپنے رسول، نبی یا خلیفہ کے ذریعہ اپنا نظام بنی نوع انسان کے لئے روانہ کیا۔اور ان پیغمبروں کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کے عطا کردہ نظام فکر وعمل کا رابطہ کٹ کر چند اعتقادات وعبادات تک محدود ہوجاتا تھا۔اور پھر رفتہ رفتہ اعتقادات وعبادات بھی اپنی روح سے محروم ہوکر صرف مجرد ظاہری رسوم ہی ہوکر رہ جاتے تھے تب پھر اللہ کسی اور پیغمبر کو بنی نوع انسان کے لئے مبعوث کرتا اور اس طرح مبعوث ہونے والے کے ذریعہ پھر دین کے جامع و مکمل نظام حیات کے بارے میں بنی نوع انسان کو مطلع کرتا اور ہر بعثت کے وقت یہ سنت بھی رہی کہ اس کے بعد آنے والے نبی، رسول یا خلیفۃ اللہ کی کوئی نہ کوئی نشانی بتائی جاتی۔لیکن لوگ اللہ کی کتاب کے مفہوم کا غلط تعین کر کے لوگ ہمیشہ گمراہی کا شکار رہے۔غلط تعین کچھ اس طرح ہوا کہ بعض لوگ اس کے مرادی وتشبہاتی معنوں میں الجھ کر آنے والی ہستی کے علامات ماثورہ غلط مرتب کر لیتے بعض نے اپنے من پسند معنی یا اپنی انفرادی سوچ کی محتاجی میں بالکل ظاہری یا اصطلاحی معنی پر اٹک کر رہ گئے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت بھی یہی بات ہوئی اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت بھی ایسا ہی ہوا۔اس کی تمام تفصیل مختلف کتابوں میں بھری پڑی ہے جیسے سینا سے آنا اور سعیر سے ان پر طلوع ہونا اور فاران سے چمکنے والی بات ہوئی اسی طرح بعثت مہدیؑ کی خبر بھی پچھلی کتابوں میں اور رسولوں کے ذریعہ دی گئی جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تنزیل لائے ہیں، فارقلیط تاویل لائے گا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے بعثت مہدیؑ کے تعلق سے جو کچھ فرمایا وہ احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور ان احادیث میں اور قرآن شریف میں بتلائے گئے علامات ماثورہ کو غلط مرتب کرلیا گیا اور یہود ونصاریٰ کی طرح اخبار مغیبہ میں مبتلا ہوکر ان الفاظ کے ظاہری معانی میں الجھ گئے۔

قرآن شریف کی ایک آیت میں اس کتاب اور پیغمبر رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے جہاں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے وہیں عام بنی نوع انسان کے فلاح یاب ہونے کے تعلق سے بھی بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التوریة والانجیل یا مرهم بالمعروف دینهٰهم من المنکر و یحل لهم الصیبٰت و یحرم علیهم لخبت و یضع عنهم اصرهم والا غلل التی کانت علیهم فالذین امنوبه وعزوه و نصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون**

ترجمہ: وہ لوگ جو اس رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے جس (کے ذکر مبارک) کو وہ اپنے ہاں توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (اس نبی اُمی کی شان یہ ہے کہ) وہ ان کو نیک کام کا حکم فرماتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں اور سب پاک چیزیں ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور ان پر ان کے بوجھ اور وہ طوق (یعنی قیود) جو ان پر (ان کی نافرمانیوں کے باعث) لگائے گئے تھے اتار دیتے ہیں پس جو لوگ ایمان لے آئے اور ان کی تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور ہدایت کی اتباع کی جو اس (ہمہ تن نور) کے ساتھ اُترا تھا یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی مراد کو پہنچے۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی پچھلے کتابوں میں ذکر ہونے کے تعلق سے بھی فرمادیا گیا اور رسول اللہ کے نبی اُمی ہونے کی بات بھی بتائی اور اُسی اُمی نبی کے تعلق سے فرمارہا ہے کہ یہ تم کو حرام وحلال کی تمیز بتائیں گے تم کو پچھلی غلطیوں کی وجہ سے پچھلی شرع میں جو قیود لگادئے گئے تھے اس کو بھی دور کردیں گے اس میں ان کی تعظیم کے ساتھ ساتھ ان کی مدد کرنے کو بھی کہا جارہا ہے اور اس کے ساتھ جو کتاب قرآن جو نور ہدایت ہے اس کی اتباع کرنے کا حکم ہے اور بتایا گیا کہ اس کی اتباع ہی اصل چیز ہے اور اسی نور ہدایت (قران) میں آگے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک ہستی کے مبعوث ہونے کی بات بھی بتائی ہے جس ہستی کو رسول اکرمؐ نے اپنے فرامین میں مہدی کے لقب سے یاد کیا ہے۔

سورہ ہود کی آیت ''افمن کان علی بینه من ربه و یتلوه شاهد منه و من قبله کتب موسیٰ اماما و رحمه اولئک یومنون به . و من یکفربه من الاحزاب فالنار موعوده فلاتک فی مریة منه انه الحق من ربک دلکن اکثر الناس لایومنون

''تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے بینہ یعنی روشن دلیل پر ہے اور اللہ کی طرف سے گواہ ہے، قرآن اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام ورحمتہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کا منکر ہے سارے گروہوں میں تو آگ اس کا وعدہ گاہ ہے تو ائے سننے والے تجھے کچھ اس میں شک نہ ہو بے شک وہ حق ہے ترے رب کی طرف سے لیکن بہت آدمی ایمان نہیں لائیں گے۔

بعض علماء و مفسرین نے اس ہستی کو جو بینہ پر ہے اور قرآن اور توریت گواہ ہیں اس کے باوجود عام بنی نوع انسان کو اس کے من کا مصداق جانا اور بعض نے رسول مقبول کو ہی اس آیت کے من کا مصداق جانا

اسی طرح 18 آیتیں قرآن شریف میں ہیں جس میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر آیا ہے جس میں ایک آیت سورہ یوسف کی ہے۔

قل هذه سبیلی ادعو الی الله علی بصیرة انا و من اتبعنی

ترجمہ: کہہ دو (ائے محمد) یہ میرا راستہ ہے بلاتا ہوں بصیرت پر اللہ کی طرف میں اور میرا تابع (تام) بھی

حضرت ابن عربی نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے یہاں من سے اور تابع سے مراد مہدی موعودؑ کو ہی مصداق مانا اور کئی دوسرے مفسرین وعلماء نے اس من کو عام مانا بلکہ ایک جماعت نے اس آیت کو تبلیغ دین کے لئے استعمال کیا اور ہر مبلغ کو رسول اللہؐ کا تابع بتایا اور اس آیت میں بصیرت کی دعوت کو سمجھا ہی نہیں اور حد یہ کردی کہ دارِ دنیا میں بصیرت سے ہی انکار کر دیا۔

اسی طرح سورہ جمعہ میں ہے۔

هوالذی بعث فی الامین رسولاً فهم یتلو علیهم بایة ویزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمه و ان کانوا من قبل یغیضلال مبین . و آخرین منهم لما یلحقوا بهم وهوالعزیز الحکیم

ترجمہ: وہ ایسا خدا ہے جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ آیات الٰہی

ان کو پڑھ کر سناتا ہے اور (شرک اور گناہ سے) ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔اس سے پہلے وہ سب کھلی گمراہی میں تھے اور ان سے آخرین میں بھی یہ آخرین اُن اُمیین سے نہ مل سکیں گے وہی اللہ غالب ہے اور حکیم۔

حضرت مہدی موعودؑ نے ان آیتوں میں جو آخرین کی بعثت کی بات ہے اس سے مراد اپنی ذات اور اس بعثت کی قوم سے مراد قوم مہدویہ بتائی ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت سے پہلے بھی مفسرین نے جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی اس آیت سے مراد حضرت مہدی موعود علیہ السلام اور ان کی قوم ہی لی ہے جس کا تفصیل کے ساتھ آگے ذکر کیا جائے گا۔

یہاں ایک بات بتانا ضروری یہ ہے کہ بعض لوگ جن کو اللہ کی ہدایت نہیں ملی اس آیت کا ذکر کر کے ایک حدیث کو اس کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔حدیث ہے، فارس کی قوم میں سے ایک شخص آئے گا اگر دین اس وقت ثریا کی بلندیوں تک بھی ہوگا تو اس کی بلندی کو پہنچ کر دین کی معرفت حاصل کرے گا اور ساتھ میں اس حدیث کے بیان فرماتے وقت کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ بات فرماتے ہوئے حضرت سلمان فارسی کے کندھوں پر ہاتھ رکھا تھا اور مشہور وجید فقہی اماموں اور محدثین میں صرف امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ ہی فارس سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اس کے مصداق وہ ہی ہیں ۔ بتایا گیا جبکہ امام اعظمؒ کوئی مجی یا موعود ہستی ہونے کی کہیں بھی بات نہیں آئی ہے۔کم علمی کی حد یہ ہوگئی ہے کہ ہمارے اپنے مہدوی بھائی بھی حضرت امام اعظم کے تعلق سے پڑھ کر جب ان پر مضمون لکھتے ہیں، ان غیر ہدایت یافتہ لوگوں کی بات پر یقین کر کے ویسا ہی لکھ دیتے ہیں اور مہدی موعودؑ کے فرمان کو فراموش کر دیتے ہیں۔ان لوگوں نے حد یہ کردی کہ ان آیات کا ترجمہ بھی غلط کر دیا اور امیین کو امتوں میں تبدیل کر دیا گیا لکھتے ہیں۔ وہ ذات جس نے اُمتوں میں رسول بھیجا اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اس سے قبل وہ کھلی گمراہی میں تھے’’ان میں کچھ وہ ہیں جو بعد میں ان سے ملنے والے ہیں۔ بے شک اللہ غالب وحکمت والا ہے‘‘ اور اس میں آیات الٰہی پڑھ کر سنانے اور شرک سے پاک

کرنے والا حصہ ہی حذف کردیا گیا۔اور ہمارے بھائی لوگ اس ترجمہ پر بھی دھیان نہیں دیتے اور غیر ہدایت افراد کا لکھا ہوا من وعن لکھدیتے ہیں اس طرح کرنے والوں کے لئے بڑی وعید آئی ہے۔فرمان آگے آئے گا۔

اس آیت کو نہ صرف حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ نے اپنی قوم کے حق میں فرمایا بلکہ آپ سے پہلے جن مفسرین نے اس کو مہدی علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا وہ اقتباس بھی بیان کیا جاتا ہے۔تفسیر ویلمی میں اس کے مفسر لکھتے ہیں تفسیر عربی میں ہی ہے اس کا اُردو ترجمہ کتاب ''المہدی موعودؑ'' سے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

''یعنی آیت کریمہ وہ آخرین منہم معطوف ہے اُمیین پر اور معنی یہ ہے کہ وہ ایسا خدا ہے جس نے امیین میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا اور وہ رسول محمد ﷺ ہیں اور آخرین میں بھی اور وہ مہدی ہیں (صلی اللہ علیہما وسلم)''

تفسیر کشف الحقائق قلمی میں بھی آیت کے ذکر میں لکھا گیا ہے

''فالمه اومن رسول الاخر مهدی (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی دوسرے رسول سے مراد مہدی ہیں کیوں کہ مطابق فرمان نبوی لا نبی بعدی حضور خاتم الرسل کے کوئی رسول مشرع تو نہیں ہاں آپ کے بعد مہدی موعود چونکہ آخرین کے لئے بجائے رسول اللہؐ اللہ کے خلیفہ تابع تام رسول اللہ معصوم عن الخطا ہیں بلحاظ قاعدہ عطف مقصود و معہود ہیں چنانچہ اسی تفسیر میں اسی آیت کریمہ کے ذیل میں نور محمدی سے انوار ارواح کے ظہور کی تفصیل میں مرقوم ہے۔

یعنی پھر نور محمدی سے روح مہدی قائم ہوئی جس طرح ماں سے بچہ قائم ہوتا ہے پھر جب نبی کو نبوت دی گئی تو اسی وقت اس نبی کی ولایت مہدی کو دی گئی نظر براین (اس لحاظ سے) مہدی کی ذات نبی کی ذات کی مثل ہے اور مہدی کی جماعت نبی کی جماعت کے مثل اور مہدی کا علم نبی کے علم اور مہدی کی دعوت نبی کی دعوت اور مہدی کا حال نبی کے حال اور مہدی کا صبر نبی کے صبر اور مہدی کا توکل نبی کے توکل کے مانند ہے بلکہ (مہدی کا حال) اکثر صورتوں میں رسول اللہ ﷺ کے برابر ہوگا۔مولف المہدی الموعود حضرت علامہ سید حسین صاحب محمودی نور

اللہ مرقدہ آگے جو فرماتے ہیں وہ بھی ملاحظہ کرلیں۔

اس آیت کریمہ کے متعلق جو تفسیر و توضیح بیان کی گئی ہے وہ کما حقہ امام الانام حضرت سید محمد مہدی موعودؑ بن سید عبداللہ جونپوری کے حال و قال اور آپ کی جماعت پر برابر منطبق ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کی جماعت آخرین امت محمدی ہے اور آپؑ کی ذات صورتاً و سیرتاً، ظاہراً و باطناً، خلقاً و خُلقاً، اسماً و جسماً نظیر نبی ہی ہے۔ زہد و تقویٰ، توکل و صبر کا کیا کہنا ہے۔ مورخان قدیم و حال اس بات کے مقر و معتقد ہیں۔ چنانچہ ہم مولوی محمد عباد اللہ صاحب اختر سے آپ کے محمدی اخلاق کا ثبوت مکرر نقل کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے ’’نہایت ہی قابل تعریف امر جو اس وقت سید کے ابتدائی حالات میں بیان کیا جاسکتا ہے یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ سلاطین اسلام اُس (مہدیؑ) کی شرف ملازمت کے خواہاں تھے اور دعوت دیتے تھے کہ ان کی ریاست میں قیام اختیار فرمائیں۔ مگر ہمارے ہیرو نے دنیاوی حشمت کو کبھی آنکھ بھر کر نہیں دیکھا، اس کی پوشیش اور خورش فقیرانہ تھی، اس کی ہر ایک حرکت سے انکسار اور درویشی کا اظہار ہوتا تھا۔ اس وقت جب وہ کھڑا ہو کر ہزار ہا لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھتا، ایک فوق العادت جلال اس کے چہرہ پر ظاہر ہوتا جس کا رعب ناظرین کے دلوں پر خود بخود بیٹھ جاتا۔ ہر ایک لفظ جو اس کے منہ سے نکلتا دلی کیفیتوں کا اظہار ہوتا جو اس کے بے لوث ضمیر کا عکس تھا اس لئے سامعین کے دلوں پر گہرا نقش کرتا، اس کے طریق عمل پر کبھی کسی شخص نے اعتراض نہیں کیا اور زاہد خشک بھی معترف تھے کہ سید محمد سے زیادہ فی زمانہ کوئی متشرع زندگی بسر کرنے والا نہ ملے گا۔ اس وقت اسے صرف ایک ہی دھن لگی ہوئی تھی وہ یہ کہ کم از کم ہندوستان کو کفر و شرک سے پاک کیا جائے۔ اس نے جہاں مسلمان بادشاہوں کو شرع کی پابندی اور اشاعت اسلام میں سعی اور راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئے نامے لکھے، وہیں ہندو راجاؤں کو بھی دعوت اسلام دی۔ ان میں سے ایک دلپت رائے بھی تھا۔ موخر الذکر (دلپت رائے) کی طرف سے جو کچھ اُسے جواب ملا وہ کسریٰ کا جواب تھا جو رسول خدا کو ملا‘‘ (مشاہیر) اس مضمون کو پڑھ کر ناظرین خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ایسی ذات جامع برکات نظیر نبی اور تابع تام محمدی کیوں نہیں ہوسکتی‘‘ (المہدی الموعود تالیف حضرت سید حسین

محمودیؓ)

مولوی خواجہ محمد عباد اللہ صاحب اختر کا جو اقتباس حضرت نے بیان کیا ہے وہ ایک کتاب مشاہیر سے لیا گیا ہے۔اس کتاب میں حضرت مہدی موعودؑ کے بارے میں صرف یہ چند سطور ہی نہیں بلکہ تاریخی حوالہ کے طور پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔جس میں امام علیہ السلام کا آخری جہاد کے عنوان سے مولف المہدی موعود نے سلطان حسین کی راجہ دلپت کی لڑائی اور اس میں حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کی شرکت اور مہدی موعودؑ کا شاہ سلطان حسین کو جہاد کے لئے آمادہ کرنے کا پورا حال بیان کیا ہے تفصیل کے لئے دیکھیں المہدی الموعود۔

پچھلے اقتباس میں ایک غیر مہدوی ہونے اور صرف تاریخ سے دلچسپی ہونے کے مولوی خواجہ محمد عباد اللہ نے لکھا ہے ۔"کم از کم ہندوستان کو کفر وشرک سے پاک کیا جائے" حالانکہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام نے ہندوستان سے مکہ اور پھر واپس ہندوستان آکر خراساں سے افغانستان فراہ تک ہجرت کی اور یہ ہجرت احیاء دین اسلام اور دعوت بصیرت کے لئے ہی فرمائی۔

ایک اور آیت ثم ان علینا بیانہ ترجمہ:اس کا (قرآن) کا بیان کردینا بھی ہمارے ذمہ ہے کہ تحت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ اللہ کا فرمان ہورہا ہے کہ تحقیق ہمارے ذمہ ہی ہے۔ بیان اس کا یعنی مہدی موعودؑ کی زبان سے اور وہ تیری ذات ہے اور مہدی موعودؑ نے اپنے بیان قرآن کے تعلق سے فرمایا کہ

بندہ جو حکم بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے معلوم کرکے اور اللہ ہی کے حکم سے بیان کرتا ہے ۔اس لئے جو شخص ان احکام سے ایک حرف کا بھی منکر ہو وہ خدا کے نزدیک گرفتار ہوگا۔

لیکن آج کل جب ہم یہ کہتے ہیں جس طرح قرآن مجید حضرت رسول اللہ ؐ کا ایک عظیم معجزہ ہے اسی طرح بیان قرآن حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا ایک عظیم معجزہ ہے۔بعض ہمارے اپنے لوگ معترض ہوجاتے ہیں کس طرح مہدیؑ کو معنوں کا نزول ہوا وغیرہ۔ جب کہ میر ذوالنون بیگ کسی طرح آلات جنگ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور صرف بیان

قرآن کی وجہ سے آپ پر ایمان لایا اور جب قرآنی علامات ماثورہ ثابت ہوگی تو پھر بھی ظاہری علامات ماثورہ میں سے ایک علامت پر تحقیق کرنے کی باادب اجازت چاہی اور عرض کیا کہ ’’میں نے سنا ہے مہدی کے منجملہ علامتوں کے یہ بھی ایک علامت ہے کہ تلوار اس کو نہیں کاٹے گی ۔ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ نے اپنی تلوار کو میر ذوالنون کے حوالے کیا اور فرمایا کہ لو مارو۔ میر نے تلوار کھینچ کر چاہا کہ ایک وار کرے مگر ہاتھ اوپر کا اوپر شل ہوگیا اور حضرت مہدی موعودؑ کی اعجاز قوت سے پہلے حال میں آ گیا۔ دوبارہ پھر میر نے تلوار چلائی اس وقت بھی ہاتھ شل ہوگیا اور پھر باطن رحمتہ للعالمین کریمانہ صفت سے اپنی حالت میں واپس ہوگیا۔اسی طرح تین مرتبہ کیا۔ اس کے بعد حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ تلوار کا کام کاٹنے کا ہے، آگ کا کام جلانے کا ہے اور پانی کا کام ڈبونے کا ہے لیکن روایت کا مطلب یہ ہے کہ مہدیؑ پر کوئی غالب نہ ہوگا۔ ملا نور جو اس وقت میر ذوالنون کے ساتھ تھے فوراً کہا کہ یہ ہی مہدی موعود آخرالزماں ہے ۔ پھر دونوں تصدیق سے مشرف ہوئے۔

میر ذوالنون گورنر فرح صرف سیاسی اعتبار سے ہی لائق نہیں تھے بلکہ وہ ایک نہایت عاقل اور عالم اور بہادر شخصیت کے مالک تھے۔اسی لئے سلطان حسین بادشاہ خراساں نے اپنے شاہزادہ کے لئے ان کو اتالیق کی خدمت بھی سپرد کی تھی ۔چونکہ وہ ایک عالم تھے اس لئے جان گئے کہ یہ بیان قرآن کوئی معمولی نہیں ہے اس کے بعد فرح کے کئی علماؤں نے جب یہ سنا کہ میر ذوالنون جیسی شخصیت ہندوستان سے آئی ایک شخصیت کو مہدی موعود مان لیا ہے اور حضرت سید محمد جونپوری پر مہدی موعود ہونے کا ایمان لائے ہیں تو وہ بھی ایک گروہ بن کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کئی روز تک مناظرہ کرتے رہے اور جب ان کے شکوک وشبہات کی مدافعت ہوگئی تو سب نے متفق ہوکر کہا بے شک یہ ہی مہدی آخرالزماں ہیں۔

اس کے بعد گورنر فرح نے اپنے فرض منصبی کو ملحوظ رکھ کر اپنے بادشاہ کو عرضی روانہ کی جو حسب ذیل ہے۔

’’گذارش خدمت یہ ہے کہ تخمیناً ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ ہمارے شہر فرح میں

ہندوستان سے ایک سید السادات بنی فاطمی حسینی النسب سید محمد نام تشریف لائے ہیں۔ روزانہ بیان قرآن فرماتے ہیں اوراس بات کے مدعی ہیں کہ، میں وہ مہدی موعود ہوں جس کے ظہور کا مسلمانوں کوانتظار ہے اور مجھ ہی پر خدا تعالیٰ نے ولایت محمدی کوختم کیا ہے اور دیدار دنیا بچشم سر جائز ہے بلکہ طلب دیدار خدا ہر مرد وزن پر فرض ہے اوراپنی دعوت جن وانس پر عام فرماتے ہیں اوراپنی تصدیق کوفرض بتلاتے ہیں اور خلق اللہ کو اتباع سنت اور ترک بدعت کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور قیام امر بالمعروف ونہی عن المنکر توبہ و تہدیداور توبیخ فرماتے ہیں۔ جب ہم نے اس خبر کو سنا تو پہلے تو فدوی نے ریاست و سیاست کی قوت سے دباؤ ڈالا مگران کے عزم و استقلال میں ذرہ بھی لغزش نہ آئی بلکہ معجزہ کی قوت سے میرے دل کوخود انہوں نے مسخر ومنقاد بنالیا۔ علماءشہر نے ایک سال تک امتحان کیا۔ ان کے حال وقال کو دیکھا تو موافق کلام خدا و مطابق اتباع محمد مصطفیٰؐ پایا بلکہ خلق وشمایل میں نظیر نبی نظر آتے ہیں اور آپ کی ہر ادا ''تخلقوا باخلاق الله'' سے متصف ہے۔ جب ان باتوں کی کامل تحقیق ہوچکی تو یہ فدوی اور یہاں کے علماء نے آپ کی تصدیق وتلقین کا شرف حاصل کرلیا ہے۔ اہل خراسان کے خوشا نصیب وزہِ قسمت کہ خدائے منان تعالیٰ شانہ نے ایسی ذات پیغمبر صفات کوحسب وعدہ مخبر صداق ﷺ بھیج کراس سرزمین کوآپ کے جلوۂ ہدایت سے متجلی ومنور کردیا۔ چونکہ آں سلطنت پناہی ہمیشہ طالب صلاح وفلاح رہا کرتے ہیں اور قیام سنت اور دفاع بدعت میں کمربستہ نظر آتے ہیں۔ بدیں امید کہ اس نعمت غیر مترقبہ سے خود بھی سرفراز ہوں گے بطور اخبار والتماس عرض کردیا جاتا ہے۔

بندہ درگاہ ذوالنون معیت علماءفرح'' (ماخوذ من المہدی الموعودؑ)

سلطان حسین ابوالغازی ایک عالم بھی تھے اور خود صاحب تصنیف وتالیف بھی تھے۔ علماء وصوفیاء کی قدرگری کرنا بھی خوب جانتے تھے۔ان کا دربار ہمیشہ سے علماء سے بھرارہتا تھا۔ اس خط کی وصولی کے بعد سلطان نے علماء سے مشورہ کیا اور چارعلماء کی جماعت کوخوب تیاری کے ساتھ فرح مبارک روانہ کیا (تفصیل کے لئے دیکھیں المہدی الموعود صفحہ 342 سے 350 تک)۔ان علماء نے جب بیان قرآن سنا تو فوراً معتقد ہوگئے۔ پھر بھی فرض

منصبی ادا کرنے کے لئے چند سوالات کی اجازت چاہی ۔جس میں سے یہاں صرف ایک سوال اور اس کا جواب تحریر کیا جاتا ہے ۔سوال کیا گیا کہ آپ قرآن کا بیان کس تفسیر پر کرتے ہیں ۔ حضرت مہدی موعودؑ نے جواب دیا کہ بندہ کوئی تفسیر دیکھتا ہے نہ کسی تفسیر پر بیان کرتا ہے بلکہ بلا واسطہ اللہ سے تعلیم ہوتی ہے جیسی تفسیر بندہ کو من جانب اللہ ہوتی ہے بندہ کی زبان سے بیان ہوتی ہے۔

چونکہ یہ چار علماء بہت بڑے عالم تھے اور مناظرہ کے لئے کافی محنت کر کے آئے تھے ۔ اس لئے بیان قرآن پر ہی سمجھ گئے کہ یہ معنی کوئی عالم نہیں بیان کرتے یہ ہی تو اللہ کا مقصد ہے جو ما مور من اللہ ہستی ہی بیان کر سکتی ہے اور جب یہ لوگ واپس سلطان کے پاس گئے اور سارا ماجرہ سنایا لیکن چند علماء نے پھر اور چند علماء کو بغرض تحقیق روانہ کرنے کی بات کی ۔تب ملا علی فیاض نے جو تقریر اس وقت کی اس کا اقتباس ملاحظہ کریں ۔جس سے بات بہت واضح ہو جائے گی کہ مہدیؑ کا بیان قرآن ایک معجزہ ہے ۔

''ہم نے آپ کو دیکھا تو وہ ذات پیغمبر صفات ہے ۔آپ کے کلام کو سنا تو عین قرآن ہے، مراد اللہ آپ کے بیان کو سمجھا تو بقدر حوصلہ خود سمجھا ان کا بیان پر اعجاز ہے جس طرح کلام اللہ کو ستر بطن ہیں آپ کے بیان میں بھی درجہ بدرجہ دقائق ونکات ہیں ۔ ہر شخص اپنے حوصلہ کے مطابق ہی سمجھتا ہے ۔چنانچہ ہم نے آپ کے بیان کو لکھنے کی کوشش کی کیونکہ خود سلطان المعظم کی درخواست تھی کہ لکھ لاؤ ۔ جب ہم چاروں نے اپنے اپنے کاغذوں کو ملایا تو ایک مضمون سے ایک مضمون اعلیٰ وادنیٰ نظر آیا اور ایسے اسرار و رموز بوقت بیان سنے کہ نہ کسی استاد سے سنے تھے، نہ کسی کتاب میں دیکھے تھے ۔سماعت بیان کے وقت آپ کے روء پر انوار سے لاحوتی تجلیات درخشاں رہتے ہیں ۔ سامعین کے جذب و وجود کا یہ عالم رہتا ہے کہ سروں پر آرہ بھی چلایا جائے تو خبر نہ ہو۔ہم نے سالہا سال محنت شاقہ اٹھا کے جو کچھ سیکھا ہے وہ سب کا سب اس سمندرِ علم کے روبرو ایک قطرہ کی وقعت بھی نہیں رکھتا بلکہ ہم اگر بحر العلوم بھی ہوں تو چند لحظوں میں ہمارا علم ختم ہو جائے ۔

لنقک الجرقتل ان تنفد کلمات ربی کا حال ہے ۔بہر حال جو حق تحقیق تھا

ہم نے پورا کر دیا اور جو حق تھا ہم نے اس کو قبول کرلیا۔ اب پھر تحقیق جدید میں سعی کرنا لا حاصل ہے اور خدا کی دی نعمت (تصدیق) سے کفران نعمت کرنا ہے۔ **یعرفون نعمت اللہ** ...... آ ئندہ تم جانو اور تمہارا کام۔ **و ما علینا الاالبلا غ المبین**"

یہ تمام حوالے دینے کا مطلب یہ ہے کہ مبعوث ہونے والی ہستی کے جو علامات ماثورہ بتائے جاتے ہیں ان کو سمجھنے کیلئے سب سے پہلے اللہ کی ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے جب اس کی ہدایت ملتی ہے ان تمام چیزوں کا ابتدائی علم بھی حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ پھر اپنے ہی ایمان پر شک شروع ہوجاتا ہے اور حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت کیلئے جو پہلی قرآنی آیت اس میں پیش کی گئی ہے اس میں خود اللہ، رسول اکرمؐ سے اور دوسروں سے صاف فرمارہا ہے **فلا تک فی مریة منه انه الحق من ربک لکن اکثر الناس لا یومنون.** تجھے کچھ اس میں شک نہ ہو بے شک وہ حق ہے ترے رب کی طرف سے اور پھر آگے صاف بتادیا گیا اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور آج ہم اکثریت وہ اقلیت میں پڑے ہوئے ہیں۔

ان اقتباس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت سید محمد جونپوری کے مہدی موعودؑ ہونے کے سلسلہ میں ہمارے پاس کافی سے زیادہ مواد لوگوں کے لئے شائع ہو چکا ہے اور اگر ان کی نظر سے نہیں گزرا اور ان کو سمجھ نہیں آیا ہے تو کوئی کیا کرسکتا ہے جیسے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مہدویوں نے حضرت سید محمد جونپوری ہی مہدی موعودؑ ہیں کا ثبوت فراہم نہیں کیا، ان کو یہ سب کہاں نظر آئے گا جو اپنے غیر ہدایت یافتہ علم کے زور پر یہ کہتے ہیں کہ خاتم النبین کی بعثت اور ان کی لائی ہوئی شرع کے بعد پچھلی شرع جس طرح منسوخ ہوگئی، پچھلی رسالتیں بھی منسوخ ہوگئیں (نعوذ باللہ)

اسی لئے اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو ہدایت عطا فرما اور دین کی سمجھ عطا فرما۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

مہدویوں کا سماجی نظامِ زندگی

اس عنوان کے تحت اس کے پہلے لفظ مہدیوں سے بات شروع کی جاتی ہے کہ خاص مہدویوں کیوں کہا گیا ہے اور مہدوی ہوتا کیا ہے۔ مہدویوں کے تعلق سے قرآن میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت و من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ

ترجمہ:۔ اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے (تو کوئی اندیشہ نہیں) عنقریب اللہ ایک قوم کو لائے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ قوم اللہ سے محبت کرے گی۔

یعنی قرآن میں اللہ تعالیٰ ایمان لانے والے مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ اگر کبھی تم دین سے ارتداد کروگے تو اللہ ایک ایسی قوم کولائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ قوم بھی اللہ سے محبت کرنے والی ہوگی اور قرآن شریف میں اللہ کی محبت حاصل ہونے کی شرط بھی بتادی گئی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ......

اے محمد فرمادیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری (محمدﷺ) اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

یعنی اللہ سے محبت کرتے ہو تو رسولﷺ کی اتباع کرنا لازم ہے اور رسول کی اتباع پوری طرح دل و جان سے کروگے تو اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرے گا۔ سورہ مائدہ میں جس قوم کو لانے کا ذکر ہے۔ اس قوم سے اللہ محبت کرتا ہے پہلے کہا گیا ہے اور وہ قوم بھی اللہ سے محبت کرتی ہے بعد میں کہا گیا اللہ اس لئے محبت کرتا ہے کہ یہ قوم رسول اللہﷺ کی اتباع کرنے والی قوم ہے اور رسول اللہﷺ کے حکم پر ہی حضرت مہدی موعودؑ پر ایمان لانے والی قوم ہے۔ سورہ مائدہ کی اس آیت کے تعلق سے حضرت مہدی موعودؑ سے پہلے کے مفسرین نے اس قوم سے مراد مہدی موعودؑ کے ماننے والے ہی لی ہے اور مبین کلام اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے خدا کے حکم سے ہی ہم کو مطلع کیا کہ اس آیت سے مراد قوم مہدی موعودؑ ہی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قوم مہدی

موعودؑ یا مہدوی رسول اکرم ﷺ کی اتباع دل وجان سے کرتے ہیں اور یہ اتباع اخبار کے ذریعہ نہیں کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب قوم کے لئے جس ہستی مسعود کی بعثت فرمائی اور اس ہستی کو بلا واسطہ تعلیم دی اور رسول اللہ کی اتباع تام کروا کر بتایا اس ہستی کی دی گئی تعلیمات پر مکمل عمل پیرا ہیں اسی لئے رسول کی صحیح اتباع کرنے والی قوم ہوئے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مہدوی جب رسول ﷺ کی صحیح اتباع کرنے والے ہیں تو مہدویت ہی عین اسلام ہوئی۔ اس لئے لازماً ماننا پڑے گا کہ ان کی کتاب قرآن ہے اور قرآن وہ کتاب ہے جو بنی نوع انسان کے لئے ایک مکمل دستور حیات ہے اس لئے مہدویوں کا سماجی نظام زندگی قرآن کی تعلیمات کے تحت ہی ترتیب دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں سورہ النحل میں فرماتا ہے۔ **و نزلنا علیک الکتاب** اس آیت کا ترجمہ وتفسیر کچھ اس طرح ہے کہ ''اور ہم نے آپ پر وہ عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا بڑا واضح بیان کرتی ہے''، یعنی اس میں جہاں عبادات کا حکم ہے وہیں سماجی زندگی گذارنے کے طریقہ بھی بنائے گئے ہیں۔ پیدائش سے موت تک ہی کا کیا ذکر اس میں تو موت کے بعد کی صورت گری بھی موجود ہے اور لقا کی تعلیم بھی ہے لقا خداوندی کے لئے دستور اسی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ قرآن اپنے ماننے والوں کی انفرادی اجتماعی قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہر قسم کی سیاسی معاشی اور معاشرتی وسماجی اذیت سے بھی نجات کی اطمینان بخش ضمانت بھی عطا کرتا ہے۔ سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **و شفا لما فی الصدور** . اور ان (بیماریوں) کی شفا آ گئی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

انفرادی اجتماعی قومی اور بین الاقوامی سطح پر اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ سیاسی ، معاشی، معاشرتی وسماجی اذیت کی جو بیماری ہے وہ صرف دلوں کی تنگی دلوں میں بغض وعناد اور حسد کی وجہ سے ہوتی ہے اسی لئے اس میں سینوں کی شفا کی بات کی گئی ہے کہ سینے (دل) اگر صاف ہونگے تو اذیت نہ ہوگی۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے اور اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ

قرآن فرد اور معاشرہ کو داخلی وخارجی اور ظاہری و باطنی ہر قسم کے امراض ومصائب سے کلی نجات کی ضمانت عطا کرتا ہے

قرآن کا یہ خاصہ بھی ہے کہ قرآن فرد اور معاشرے کو اپنی پیروی کی صورت میں ہر قسم کے اندرون اور بیرونی خوف وغم سے بھی بے نیاز ہوجانے کی ضمانت دیتا ہے اور اسی صورت کو سورہ بقرہ کی آیت 83 میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

فاما یاتینکم منی هُدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم و لاهم یحزنون

ترجمہ: جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو لوگ ہدایت کی پیروی کریں گے تو ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن ہم کو کیا ہدایت دے رہا ہے۔ سورہ الکہف کی 28 ویں آیت ہے جس کا ترجمہ عرفان القرآن تفسیر سے لیا گیا ہے۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی یریدون وجهه ولا تعدعیناک عنهم ترید زینة الحیوٰة الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتبع هواه و کان امره فرطاً.

تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت (صحبت) میں جمائے رکھ جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں۔ تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹیں کیا تو دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے اور تو اس شخص کی اطاعت بھی نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس کے وجہ نزول یہ بتائی ہے کہ ابوجہل وغیرہ رسول اللہ ﷺ سے فرماتے تھے کہ اگر آپ اپنے پاس حضرت عمارؓ، حضرت بلالؓ وغیرہ کو نہ بٹھایا کریں تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے جس پر یہ آیت اتری اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھا کریں اور ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ ان کا حکم مانیں لیکن جو ترجمہ میں نے طاہر القادری صاحب کے ترجمہ سے لیا ہے اس میں انہوں نے اس کو مطلق کردیا ہے اور

اس آیت کا مصداق تمام ایمان لانے والوں کو بنایا ہے اس لئے تو کا استعمال کیا ہے۔

اس آیت میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم کو ایسے سماج میں رہنا ہے جو ہمیشہ اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے۔ دوسری بات یہ بتائی گئی ان ذاکرین کی محبت بھی دل میں ہونی چاہیئے اور ان ذاکرین سے ہٹ کر دنیا داروں کی آرائش کو پسند کرنا تو بہت بڑی بات ہوئی ان کی طرف نظر بھی کرنے کی ممانعت اس آیت میں بتائی گئی ہے۔ تیسری بات ایسے شخص کی اطاعت کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے جس کے دل یادِ خدا سے غافل ہیں اس سے یہ بات لازم ہوتی ہے کہ ہم کو ایسے لوگوں کی اطاعت گذاری کرنا ہے جو ہمیشہ اللہ کی یاد میں رہتے ہیں اور جو اپنے ہوائے نفس کی پیروی نہیں کرتے۔

اس ایک آیت میں ہی اللہ تعالیٰ نے ترک دنیا، صحبت صادقین، توکل، عزلت، تمام کا بیان فرمادیا۔ اسی بنیاد پر جو طرز زندگی مہدی موعود علیہ السلام نے اپنایا تھا جس کو ہمارے پاس دائرہ کی زندگی سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دائرہ میں صحبت صادقین بھی میسر تھی، ذاکرین کی محفل بھی، عزلت از خلق کے ساتھ میسر تھی۔ دنیاوی آرائش سے دوری بھی تھی اور انسان کا مقصد حیات یعنی طلب دیدارِ خدا ہے اس کے حصول میں یہاں آسانی بھی تھی رہبر کی موجودگی بھی تھی جو کبھی غفلت کا لمحہ نہیں گذارتا ہمیشہ ذکر میں رہتا ہے اس کی اطاعت کا جو حکم ہے اس کی تکمیل بھی تھی یعنی مہدویوں کا سماجی نظام زندگی اصل میں دائرہ کی زندگی ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے دائرہ کی طرح دائرہ یا ان کے اصحاب و تابعین کی طرح دائرہ کا نظام اب نہیں ملتا تو کیا مہدویوں کا سماجی نظام زندگی بدل گیا، نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ دائرہ کا جو تصور اس زمانے میں تھا اس زمانے میں نہ ہوا تو کیا ہوتا ہے جس طرح قرآن ایک آفاقی کتاب ہے اس کا ہر حکم تا قیامت باقی رہنے والا ہے اس کی نوعیت بدل سکتی ہے اسی طرح قرآنی حکم پر جو دائرہ کا نظام ہے وہ آج بھی قائم ہے۔ صرف اس سے ہماری اسی طرح وابستگی شرط ہے جس طرح دائرہ میں رہنے پر اس سے وابستگی تھی۔ آج ہم اس سے وابستہ تو ہیں لیکن اس طرح نہیں جس طرح ہونا چاہیئے۔ اس دائرہ کے رہبر کی اطاعت سے بالکل محروم ہوگئے جس کا

قرآن ہمیں حکم دیتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے مقصدِ حیات اور مدعائے زندگی سے ہی ناواقفیت کا شکار ہوگئے۔حضرت سید خدا بخش میانجی میاں صاحب قبلہ مدظلہ نے اپنے ایک مضمون میں بڑی اچھی بات لکھی ہے کہ ''دائرہ کی اصطلاح یا ذکر میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وجود مرکزی حیثیت کا حامل ہے اوراس کے احکام اوامر ونواہی حدود ہیں یعنی احکام شریعت وولایت اس کے حدود ہیں اور یہ دونوں چیزیں چونکہ کبھی ختم ہونے والے نہیں اس لئے دائرہ کا تصور بھی کبھی ختم ہونے والا نہیں''

اس دائرہ میں مرشد اس رہبر کی طرح ہے جو ہمیشہ ذکر میں رہتا ہے اور جس کی اطاعت کا حکم قرآن کی اس آیت میں دیا گیا ہے۔

جہاں اسلام دین فطرت ہے وہیں حدود دائرہ منزل کا تعین کرتا ہے اوراسی دائرہ سے وابستگی عشق الٰہی کے جذبہ کو پروان چڑھاتی ہے اور جو نظام زندگی اس عشق الٰہی کے جذبہ کے ساتھ ترتیب دیا جاتا ہے اس میں قرآن کی یہ آیت بڑی خاص اہمیت رکھتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے محمد آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے میں اللہ کی عبادت اس طرح کروں کہ اس کے لئے خالص رکھوں یہاں صرف عبادت میں اخلاص کی بات نہیں بلکہ پوری زندگی میں جو کچھ بھی کرنا ہے اس میں اخلاص رکھنا چاہیئے۔

وہ اس لئے کہ قرآن میں سورہ حجر آیت نمبر 40 میں شیطان جب مردود ہوکر نکالا گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے جو کہا اس کا ذکر یوں کہا ہے کہ **قال رب بما اغویتنی. لا زینن لھم فی الارض ولا اغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین**

یعنی بولا جیسا تو نے مجھے راستے سے ہٹادیا میں بھی زمین میں لوگوں کے لئے (گناہوں کو) سنوار کر پیش کروں گا اور تیرے مخلص بندوں کے سوائے سب کو گمراہ کروں گا یعنی شیطان بھی ان بندوں کو گمراہ نہیں کریں گے جو مخلص ہیں جو اللہ کے چنے ہوئے ہیں اور چنے ہوئے وہ ہیں جو اپنی عبادات اللہ کے لئے خاص رکھے ہیں۔

یہ ہی بات اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں سورہ ص آیت نمبر 82،83 میں یوں بیان فرماتا ہے۔ **قال فبعزک لا غوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین**

بولا تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب (بنی آدم) کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں خاص و منتخب ہیں

اللہ کے خالص بندے بننے کے لئے عبادات میں بلکہ اپنے ہر کام میں اخلاص ضروری ہے اور اسی اخلاص کا اظہار شرک کی نفی سے ہوتا ہے اور مہدی موعودؑ نے ظاہری شرک کے علاوہ شرکِ خفی سے دوری کی بھی تعلیم دی اور اسی لئے مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ خدا سے خدا ہی کو مانگو اور اگر نمک بھی مانگنا ہو تو خدا سے ہی مانگو۔

اس فرمان میں مہدی موعودؑ نے کم سے کم چیز نمک سے بڑی سے بڑی چیز جو کہ عین مقصد حیات ہے یعنی خدا کی ذات اس تک ہر چیز کو صرف خدا سے مانگنے کا حکم دیا۔ نمک سے خدا تک کے درمیان سماجی ضروریات کی ہر چیز اس میں داخل ہے اور وہ صرف اور صرف خدا سے ہی مانگنی چاہیئے اور خدا ہی وہ چیز ہم کو عطا کر سکتا ہے۔

زندگی کا جو اہم مقصد ہے وہ مہدویوں کے پاس طلب دیدار خدا ہے اور دیدار خدا کے حصول کے لئے ہی تگ و دو کرنا ہے۔ چونکہ یہ سب دائرہ کی زندگی سے حاصل ہو سکتا ہے اس لئے مہدویوں کا سماجی نظام زندگی حدود دائرہ یا دائروں کا نظام ہوا اور دائروں کی ظاہری صورت گری میں فرق ضرور ہے۔ یہاں آپ کو ایک خاص بات بتا تا چلوں کہ ربط میں یا ربط کی صورت گری میں فرق کچھ بھی نہیں۔ پہلے کے دائروں میں مرشد سے ربط ایک منٹ میں یا اس سے کم وقت میں ہو جاتا تھا وہ ظاہری طور پر ہو کہ باطنی طور پر اور فی زمانہ بھی ظاہری طور پر فون کے ذریعہ ایک منٹ سے کم وقت میں مرشد سے ربط قائم ہو سکتا ہے چاہے آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں۔

اگر دائرہ کی صورت گری کی وہی صورت ہونا ہوتی تو مہدی موعودؑ کبھی ثانی مہدیؓ کو گجرات جانے کی اجازت نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ ہر جا کہ باشید با یاد خدا باشید۔ یعنی جہاں کہیں بھی رہو یاد خدا میں رہو۔ ان کے اور ثانی مہدیؓ کے درمیان باہمی ربط کی بات بڑی غور

طلب ہے کہ۔فرمایا مہدی موعودؑ نے میاں سلامؓ کو کہ خط لکھو جہاں تم ہو وہاں ہم ہیں اور جہاں ہم ہیں وہاں تم ہو۔اس سے ثانی مہدیؓ کا جو باطنی ربط مہدی موعودؑ سے تھا اس کا اندازہ ہوتا ہے ۔اور اسی باطنی ربط میں ثانی مہدی کی ساری فضیلتیں پنہاں ہیں۔

آخری اور حتمی بات جو قرآن میں بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین یعنی اس آیت میں صراحت کے ساتھ بیان ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دور ہٹانے والوں کے ساتھ نشت و برخاست سے بھی اجتناب کیا جائے۔سماج کے معنی بھی یہ ہوتے ہیں کہ میل ملاپ ،ساتھ اٹھنا بیٹھنا ،لین دین سب چیزیں آتی ہیں۔ہم کو ایسے سماج میں رہنے کا حکم ہے جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور ایسے لوگوں سے اجتناب کرنے کا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دور ہٹانے والے ہیں اس لئے اللہ کی محبت اور توجہ کے حصول کے لئے طالبان حرص وہوس اور بندگان دنیا کی صحبت کو مکمل طور پر ترک کرنا اور اللہ والوں کی نسبت اور صحبت کو دلجمعی کے ساتھ اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔بلکہ از روئے قرآن فرض ہے۔

اور اس نسبت اور صحبت کو اختیار کرنے کے لئے جو Time Table ہم تیار کریں گے وہی نظام ہماری زندگی کا نظام ہوگا اور وہی سماجی نظام زندگی ہوگی۔ہمارے سماجی رسم ورواج بھی وہی ہونے چاہیئے جو کہ ہم کو قرآن میں بتائے گئے ہوں۔سماجی رسم ورواج جو خدا سے دور لے جاتے ہیں ان کا ہمارے نظام زندگی میں کوئی دخل نہیں۔مہدویوں کی سماجی زندگی بھی دینی زندگی کی طرح ہونا چاہیئے۔عام طور پر دینی زندگی کے بھی جو معنی لئے جاتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے ۔مذہب میں جائز چیزیں کرنے سے کوئی نہیں روکتا اور نفس کی کسی قوت کو برباد کردینا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کو اعتدال پر رکھنا اور نفس کی تربیت کرنا ضروری ہے اور اپنے اختیارات حاصلہ کو خدا اور رسول ﷺ مہدیؑ کے احکام کے تابع کردینا اصل سماجی نظامِ زندگی ہے۔اسی لئے حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا بے اختیار شو بختیار باش۔

☆☆☆

مقصود حیات فرامین اماممنًا کی روشنی میں

مقصد حیات اور مقصودِ حیات کے لفظی معنی تقریباً ایک ہی ہیں صرف اس میں اسم اور صفت کا فرق آتا ہے۔ مقصد کے معنی قصد کرنے کی جگہ یا وہ جگہ جہاں کا ارادہ ہو مجازاً مدعا، مراد، نیت، ارادہ، منشا (فیروز اللغات) مقصود کے معنی قصد کیا گیا، ارادہ کیا گیا مجازاً، مراد، مدعا ہی بتائے گئے ہیں۔

عام انسانی نظریہ سے دیکھیں تو ہر آدمی اپنی حیات میں ایک مقصد لے کر جیتا ہے اور اس مقصد کا مقصود یعنی صفت ضروری ہے اور پھر مقصد کا کوئی نہ کوئی مقصود بالذات بھی ہونا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ جیسا مقصد ہوگا اس کے حصول میں کامیابی کے تقاضوں کے مطابق ویسی ہی اپنی شخصیت ہمیں بنانی ہوگی اور اسی کے مطابق اپنا ایک طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا۔ اگر کسی کا مقصد حصول علم ہے تو کامیابی کے لئے وہ درس گاہوں یا اہل علم کے پاس جائے گا۔ کتاب وقلم سے رشتہ جوڑے رکھے گا، تجزیہ اور اظہار بیان پر محنت کرے گا۔

اگر کسی کا مقصد روحانی ترقی ہوگی تو وہ مرشد و عالم کے پاس جائے گا دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عبادات ذکر وعزلت اختیار کرے گا۔ اگر کسی کو جنگ لڑ کر جیتنا ہے تو اسلحہ کی تربیت حاصل کرے گا اس کا استعمال سیکھے گا اور قوت فراہم کرے گا یعنی جو بھی مقصد ہوگا اس کے مقصود پر کوشش کرے گا اور پھر اس مقصود بالذات کو پہنچے گا جیسے کوئی ڈاکٹر بن جاتا ہے کوئی انجینئر یہ اس کا مقصد ہے اور اس کا مقصود بالذات وہ ڈگری ہوگی۔

اس عنوان کے تحت یہ دیکھنا ہے کہ فرامین اماممنًا کی روشنی میں مقصود حیات یا مقصود بالذات کیونکر اور کیسے حاصل ہوگا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہماری زندگی کا سب سے محبوب مقصد موت کے بعد ہمیشہ کی زندگی ہے تو اس زندگی میں قیام جنت اور اللہ کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرنا ہے اس لئے اللہ کے دین پر عمل کرنا ہوگا اور اللہ کی رضا حاصل کرنی ہوگی۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ کی رضا کیا ہے اور اللہ کی رضا کس طرح حاصل کی

جاسکتی ہے ۔ اللہ کی رضا کیا ہے ۔قرآن میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وعدالله المومنين والمومنٰت جنت تجری من تحتها الانهر خلدين فيها و مسكين عيبه فی جنت عدن . و رضوان من الله اكبر ذلک هو الغفور العظيم.**

اللہ نے مومن مردوں اور عورتوں سے بہشتوں کا وعدہ کیا ہے جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانات کا جو ہمیشہ کے باغوں میں ہوں گے (وعدہ کیا ہے) اور اللہ کی رضا (خوشنودی) تو ان سب سے بڑھ کر ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جنت یا جنت کے مکانات و باغات سے بڑی چیز اللہ کی رضا ہے اس کی خوشنودی ہے اور انسان کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہوگی اور اس کامیابی پر جو انعامات ملنے والے ہیں اس کا یہاں ذکر نہیں ملتا ہے لیکن جب جس انعام کا ذکر ہے اس انعام سے بڑی چیز رضاء خداوندی کو کھلے طور پر پیش کردیا گیا تو اس خوشنودی کو حاصل کرنا ہی عین مقصد حیات ہوا۔

اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی جب بات آئی تو یہ خوشنودی اس طرح حاصل ہوگی کہ اللہ کی مرضی پر ہر طرح سے عمل ہو۔ اللہ کی مرضی کیا ہے جس سے یہ خوشنودی حاصل ہوسکتی ہے تو ہمیں اس سلسلہ میں یہ حدیث قدسی سے مدد ملتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔

كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرفا فخلقت الانسان .

ترجمہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا چاہا کہ پہچانا جاؤ تو میں نے انسان کو پیدا کیا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ نے انسان کی تخلیق اس لئے کی کہ وہ پہچانا جاسکے۔ انسان جب تک کسی سے نہیں ملتا تب تک اس کو جان نہیں سکتا۔ اس لئے اللہ نے اس کی پہچان کرنے والے، اس کی پہچان کا شوق رکھنے والے کے تعلق سے فرمایا۔

افمن كان يرجوا لقا ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرک بعبادة ربه احدا (الکہف-11) ترجمہ: پس جو شخص اپنے پروردگار کے دیدار کی امید رکھے اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہ بات تو طے ہوگئی کہ انسان کا مقصد حیات اللہ نے پہلے ہی سے طے کر رکھا ہے اس لے

انسان کی حیات کا مقصود اللہ کے دیدار کی تگ ودو یا طلب ہوا اور مقصود بالذات اللہ کی ذات ہوئی۔

جب انسان کا مقصود حیات اتنا اہم ہے تو اللہ نے اس کے حصول کے راستہ بھی بتائے ہونگے انسان اپنے آپ یا اپنے بنائے ہوئے طریقہ کار سے تو اللہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عدل سے یہ بات بعید ہے کہ وہ ہمیں ایسا راستہ بتائیں یا ایسا حکم دیں جس کو بجالانے کی ہم میں سکت نہ ہو یا ہمیں ایسے امتحان وآزمائش میں ڈالیں جس میں پورا اُترنے کی ہم میں طاقت نہ ہو یہ بات امتحان کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔اس سبق کا امتحان لیا جائے جو پڑھایا ہی نہیں گیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت بھی اپنے کلام بلیغ میں کرڈالی ہے۔

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (سورہ بقرہ:286)

اللہ کسی انسان پر اس کی صلاحیت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حدیث قدسی اور قرآن میں اللہ کو پہچاننے کی بات اور اللہ کے دیدار کی خواہش رکھنے والوں کو عمل صالح کرنے کا حکم انسان کی استعداد میں موجود ہے۔صرف اس کو راستہ متعین کرنے اور اس راستہ پر چلنے کے لئے ایک تربیتی نظام کی ضرورت ہے۔

اور اس تربیتی نظام پر عمل اللہ تعالیٰ نے روز اول سے ہی شروع کردیا۔سب کو اپنی پہچان بھی کرائی اور سب سے پوچھا **الست ربکم** سب نے کہا **قالو بلیٰ** پھر انسان کو اس زمین پر روانہ کردیا گیا اور پھر اس کے پاس ایک نظام حیات بھی روانہ کیا کہ اس پر چل کر وہ اپنے مقصود کو حاصل کرسکے۔دوسری طرف اللہ نے لعین شیطان کو بھی کھلی چھوٹ دے دی کہ انسان کے مقصود حیات کو حاصل کرنے میں جو رکاوٹ کھڑی کرسکتا ہے کرے اور شیطان نے اس مقصود حیات کو حاصل کرنے کے لئے جو نظام حیات دین کی صورت میں انسانوں کے پاس آتا تھا اس میں مجرد ضابطہ پرستی داخل کردیتا اور اس نظام حیات میں جو عبادات ہیں اس میں سے اخلاص کو نکال دیا کرتا۔اللہ نے اس نظام حیات (دین) کی جلاء اور بقا کے لئے وقفہ وقفہ سے کچھ بہتر تبدیلیوں کے ساتھ جو کہ انسانی ارتقاء کے حساب میں دینی ارتقاء ہونا چاہیئے۔اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے رسولوں کو مبعوث کرتا رہا۔دین میں بھی ارتقاء ہوتا رہا اور پھر رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی جو اس وقت سے نبی تھے جس وقت آدم ابھی آب وگل میں تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے جو دین پیش کیا اس سے پہلے بھی دین وہی پیش ہوتا رہا لیکن مجرد ضابطہ پرستی اس میں شامل ہو جانے کی وجہ سے وہ اس دین سے مختلف نظر آتا رہا۔ حضرت آدم سے لے کر رسول مقبول ﷺ تک وہی دین رہا، دین اسلام اور ہر رسول و نبی ہمیشہ سے توحید کی طرف دعوت دیتے رہے اور اس توحید کی دعوت پر عمل پیرا ہونے کی پہلی شرط قرآن میں اس طرح بیان ہوتی ہے۔

انی وجھت وجھی للذی فطرت السمٰوات والارض حینفا و ما انا من المشرکین

میں نے ایک سو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین وآسمانوں کو پیدا کیا ہے

یعنی مقصود حیات کے حصول کے لئے جو تربیت ہے اس کا پہلا قدم یہ ہوگا کہ یک سو ہو جاء، یک سوئی کے ساتھ فیصلہ کرنے کی بات بہت اہم ہے کہ یہ زندگی بھر کا فیصلہ نہیں بلکہ زندگی کے بعد جو زندگی ہے اس کا بھی فیصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں صاف طور پر اور بڑا ہی آسان راستہ بھی بتا دیا ہے۔

و من اراد الاخرہ و سعی لھا سعیھا وھو مومن فاولئک کان سعھم مشکورا

جو آخرت کا خواہش مند ہو اور اس کے لئے سعی کرے جیسی کہ اس کے لئے سعی کرنی چاہیئے اور ہو وہ مومن تو ایسے ہر شخص کی کوشش کو پوری قدر دانی سے نوازا جائے گا۔

اور اس آیت میں صاف بتا دیا گیا کہ کوشش کرو اور ساتھ میں فرمایا وھو مومن اور اگر وہ مومن ہے یعنی وہ اللہ کی ہر بات پر ایمان لانے والا ہے صحیح اور مکمل عقیدہ رکھتا ہے تو اس کی سعی یعنی کوشش کی پوری قدر دانی ہوگی اور اس کو اللہ کی خوشنودی عطا ہوگی۔

یہاں ایک بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ کوئی بھی شخص دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر کہیں بھی نہیں جا سکتا۔ بدقسمتی سے آج ہم جب ہماری تربیت کا فیصلہ کرنے کے لئے پہلا قدم اٹھاتے ہیں اکثر مسائل سامنے رکھتے ہوئے دوغلے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں وہاں ہی ہماری یکسوئی ختم ہو جاتی ہے اور ہم اللہ کے نافرمان ہو جاتے ہیں جیسا کہ سورہ انعام کی آیت میں فرمایا گیا کہ یکسوئی ہے اور رخ زمین و آسمان بنانے والے کی طرف ہے تو مشرک نہیں ہیں اور دوغلہ پن آ گیا تو مشرک ہو گئے۔

یکسوئی کے بعد قرآن میں رسول اللہﷺ کا مقام اور جس راستہ کی آپ دعوت دینے آئے تھے وہ بھی بتادیا گیا۔آپ کے مقام کے تعلق سے کہا گیا ہے۔**و ما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی** اورایک جگہ ارشاد ہوا**قل انما اتبع مایوحی الی من ربی** تمام لوگوں کے لئے حکم آیا**وما اتاکم الرسول فخدوہ** اور بتایا گیا کہ اللہ سے محبت رکھنی ہے تو رسولؐ کی اتباع کرو۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الخ (سورہ ال عمران)

ان آیات سے یہ ثابت ہوگیا کہ رسولﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے سوائے اس کے کہ جو ان پر اللہ کی طرف سے وحی کی گئی ہو اور رسولﷺ سے کہا گیا کہ کہدو اور بتادو ان لوگوں کو آپ صرف اپنے رب کی وحی کی اتباع کرتے ہیں اور ہم کو بھی حکم دے دیا گیا رسولﷺ جو دیں وہ لے لو جو کریں وہ کرو تو ہی اللہ سے تمہاری محبت سچی ہوگی اور اللہ سے محبت سچی ہے تو رسول کی اتباع بھی کرنی ضروری ہے پھر رسول سے کہلا دیا **قل ھذا سبیلی ادعو**......**الخ**

یہاں بتادیا گیا رسول اکرمﷺ اللہ کی راہ بصیرت پر دعوت دیتے ہیں اور وہ بھی دعوت دے گا جو ان کا تابع تام ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمﷺ کو صرف راہِ بصیرت کی دعوت دینے والا ہی نہیں کہا بلکہ رسول اکرمﷺ کو معراج عطا کرکے اپنے دیدار سے مشرف کیا اور لوگوں کو بتادیا یہ جس راہ کی دعوت دیتے ہیں اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

رسول اکرمﷺ نے **قل ھذا سبیلی ادعوالی اللہ** میں جس تابع کا ذکر ہے اس کی بعثت کے بارے میں تفصیلی طور پر ہمیں بتادیا کہ وہ تابع ،مہدیؑ ہوں گے ،رسولﷺ کے نقش قدم پر چلیں گے اور کبھی خطا نہیں کریں گے اور یہ بھی بتادیا کہ مہدی کون ہوں گے ،مہدیؑ کس کی اولاد سے ہوں گے ،مہدیؑ ناصر دین محمد ہوں گے ، دین اسلام کے کسی مسئلہ میں یا کسی حکم کے بارے میں اتنی احادیث نہیں ملتی ہیں جتنی بعثت مہدیؑ کے بارے میں ہم کو ملتی ہیں۔

حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی ولادت باسعادت 847ھ میں ہوئی اور آپ نے مہدی موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا۔اور فرمایا **مذھب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ.** یعنی یہ وہی ہستی ہے جس کا ذکر **قل ھذا سبیلی** ......کی آیت میں آیا ہے اور مہدیؑ نے فرمایا**ھر حکم بیان می کنم از خدا و بامر خدا بیان می کنم ہر کہ ازیں احکام اک حرف را منکر تودار**

عنداللہ ماخوذ گردد۔یعنی میں جوحکم بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے معلوم کرکے اوراللہ کے حکم سے بیان کرتا ہوں جوکوئی بھی ان احکام سے ایک حرف کا منکر ہووہ اللہ کے پاس ماخوذ ہوگا۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے تعلق سے ایک حدیث حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مہدیؑ ہم سے ہونگے یا اوروں سے ۔پس رسول ﷺ نے فرمایا وہ ہمیں سے ہونگے اللہ تعالیٰ انہیں پر دین کوختم فرمائے گا جیسا کہ شروع کیا ہے ہم سے

دین کا مفہوم ہم کو حدیث جبرئیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایمان اور احسان ہے اور تعلیم احسان کے احکام ومسائل جو خاص ولایت محمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں اس کا کامل ظہور مہدی موعودؑ کی ذات اقدس سے مخصوص ہے اور جملہ محققین وعلماء کرام محدثین کا مسلمہ ہے اور حضرت مہدی موعودؑ نے بھی اپنی بعثت کا یہی سبب بتلایا ہے آپ کا فرمان ہے ونیز فرسودہ است حق تعالیٰ کہ مارا فرستادہ است مخصوص برائے ایں است کہ آں احکام و بیان کہ تعلق باولایت محمدی دارو بواسطہ مہدی ظاہر شود (شرح عقیدہ شریف) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو محض اسی غرض سے بھیجا ہے کہ جو احکام و بیان کہ ولایت محمدی سے تعلق رکھتے ہیں مہدیؑ کے واسطہ سے ظاہر ہوں۔

مقصود حیات کوفرامین امامناؑ کی روشنی میں دیکھنے کا اصل مقصد اس فرمان میں ہے کہ فرمایا مہدی موعودؑ نے کہ مارا برائے دیدن یار آفریدہ اند ورنہ وجود ما بہ چہ کار آفریدہ اند۔ ہم کو(مہدی کو) دیدار یار کے لئے مبعوث کیا گیا ہے ورنہ اور کیا کام ہے جس کے لئے بعثت کی ضرورت ہے(نقلیات بندگی میاں عبدالرشید)

اب تک کی گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ انسان کا مقصودِ حیات اللہ کے دیدار کی طلب رکھنا اور اس راستہ پر گامزن ہونا اس کے بعد قرآن اور حدیث اور فرامین امامنا سے یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ اور مہدی موعودؑ راہ بصیرت کے داعی ہیں اور مہدی موعودؑ کے فرمان سے پتہ چل گیا کہ آپ کو اللہ کے دیدار کا راستہ بتانے کے لئے مبعوث کیا گیا۔اسی لئے آپ کو مبین قرآن بھی فرمایا اور آپ کی زبان مبارک سے اس کا بیان بھی کروایا کہ قرآن کے الفاظ کی مراد بیان ہوجائے اور اپنے بیان قرآن کے بارے میں مہدی موعود نے فرمایا علمت

من الله بلا واسطه جديد اليوم. مجھے اللہ سے روز بلاواسطہ تعلیم ہوا کرتی ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے اپنے بیان قرآن میں اس قرآنی آیت کا جو شروع میں بیان کی گئی ہے کہ اللہ کی پہچان اللہ سے ملاقات کا شوق رکھنے والوں کے لئے عمل صالح کرنے کی ہدایت ہے۔

فمن كان يرجوا لقا ربه فليعمل عملا صالحا کے بیان کے وقت عمل صالح سے مراد ترک دنیا فرمایا یعنی اللہ کے دیدار کے لئے ترک دنیا ضروری ہے اور یہ یکسوئی کی طرح اس راستہ کا پہلا قدم ہے۔

مہدی موعودؑ نے طلبِ دیدار خدا کے لئے جو راستہ بتلایا اس میں بھی آپ کو یکسوئی کی دعوت ملتی ہے۔فرمایانیز فرمودند كه هر طالب چه چيز فرض است كه بدان بخدا بدسو باز فرمودند كه آں عشق است عشق چگونه حاصل شود فرمودند كه بتوجه دل دائم بسوئے حق تعالیٰ دارد . ترجمہ: نیز سوال فرمایا کہ طالب پر کونسی چیز فرض ہے کہ اس کی وجہ سے خدا کو پہنچ سکے۔خود آپ نے ہی جواب فرمایا کہ وہ عشق ہے عشق کیونکر حاصل ہوسکتا ہے۔فرمایا کہ دل کی توجہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف قائم رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

طالب کو جب عشق ہوجائے گا تو کیا کیا نہیں ہوگا۔اس لئے اس پر بحکم خدا قرآنی آیات کے ساتھ ترک دنیا،توکل،عزلت ازخلق،ذکر دوام،طلب دیدار خدا،ہجرت جیسی چیزوں کو مہدی موعودؑ نے فرض گردانا جس کو ہم فرائض ولایت کہتے ہیں۔

مہدی موعودؑ نے فرمایا ورائے ترک دنیا ایمان نیست

مہدی موعودؑ نے یہ ایسے ہی نہیں فرمادیا اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے من كان يريد الحيواة الدنيا وزينقا نوف اليهم اعمالهم فيها و هم فيها لايبسحون اولئک الذين ليس لهم في الاخرة الالنار و حبط ماصفوفيها و باطل كانو ايعملون ترجمہ:۔جو کوئی حیات دنیا وہ زینت کا مرید ہو ہم ان لوگوں کے اعمال دنیا ہی میں پوری کردیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہتے۔ یہ سب ایسے لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش دوزح کے سوائے کچھ نہیں اورانہوں نے جو کچھ نیکیاں اس دنیا میں کی ہیں وہ سب حبطہ ہوجائیں گی اور جو اچھے اعمال کرتے ہیں باطل ہیں۔

نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ میں ذکر ہے کہ شہر نہروالہ میں مذکورہ آیت کا بیان فرمارہے تھے۔ایک عہدیدار نے عرض کیا یہ آیت تو کافروں کے لئے ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ کافر ہے۔اس نے کہا یہ صفات بادشاہ قاضی اور علماء میں موجود ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے من کان فرمایا ہے،ہم بھی وہی کہتے ہیں اور کسی کے نام کو مخصوص نہیں کرتے ،اس نے کہا یہ صفت مجھ میں موجود ہے،حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا مسلمان میں یہ صفت نہیں ہوتی اور نہ ہونی چاہیئے ۔اس نے دوبارہ عرض کیا مجھ میں یہ صفت موجود ہے۔حضرت نے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہو یہ صفت تم میں کیسے ہوسکتی ہے۔اس نے تیسری بار بھی وہی کہا،حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا اگر تم میں یہ صفت ہے اور تم اس کا اقرار بھی کرتے ہو تو خدائے تعالیٰ تم پر کفر کا حکم عائد کرتا ہے اور تم کافر ہو۔

قران کی ایک اور آیت دیکھیں کہ یہاں اس آیت میں آپ محسوس کریں گے کہ حضرت مہدی موعودؑ نے عمل صالح سے مراد ترک دنیا جو لی ہے وہ مراد اللّٰہی معنی ہے۔

ان الذین لا یرجون لقاء نا ورضوابالحیواۃ الدنیا وطمنوٗا بھا والذین ھم .... غافلون اولئک ماواھم النار بما کانوا یکسبون (یونس: 7) ترجمہ: جولوگ ہمارے لقاء کی امید نہیں رکھتے اور حیات دنیا سے خوش ہوتے اور اس پر مطمئن ہوگئے اور جولوگ ہماری نشانیاں سے غافل ہیں ان سب کا ٹھکانا ان کے اعمال کے سبب دوزخ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ جولوگ دیدار کی امید نہیں رکھتے حیات الدنیا سے خوش رہتے ہیں اور سورہ کہف کی آیت میں اللہ نے بتایا کہ جولقا کی امید رکھتے ہیں شوق رکھتے ان کو چاہئے کہ عمل صالح کریں یعنی دیدار کی امید نہیں رکھتے اس لئے حیات دنیا کو پسند کرتے اور جو دیدار کا شوق رکھتے ہیں ان کو حیات دنیا پسند نہ ہوگی جو چیز پسند نہ ہوگی تو اس کو ترک کیا جائے گا اس سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے۔مہدی موعودؑ نے سورۂ کہف کی آیت میں عمل صالح سے مراد ترک دنیا ،قرآنی آیت کی روشنی میں لی۔ یہ ظاہری بات ہوئی جب کہ قرآن میں اور احادیث رسول ﷺ سے یہ بات صاف ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ قرآن کا بیان کرنے مبعوث ہوئے ہیں تو مراد اللّٰہی معنی ہی بتائیں گے اور اللہ تعالیٰ خود اپنے کلام میں حضرت مہدی موعودؑ

کے بارے میں یہ فرمار ہا ہے۔ **ثم ان علینا بیانه** . پھراس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے

یہ وعدہ بعثت مہدیؑ سے پورا ہوا اور حضرت مہدی موعودؑ نے جن 18 آیتوں میں اپنا اور اپنی قوم کا ذکر ہونا فرمایا اس میں مذکورہ آیت بھی ہے اور ایک آیت سورہ الرحمٰن کی ہے۔

خلق الانسان علمه البیان . انسان کو پیدا کیا اور بیان کا علم دیا

حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا حکم ہورہا ہے یہ آیتیں تمہارے حق میں ہیں

اور جیسا کہ اوپر ذکر کردیا گیا اسی بیان قرآن کے تعلق سے حضرت مہدیؑ نے فرمایا

علمت من الله بلا واسطه جدید الیوم

''اور فرمایا اگر بندہ خلوت میں قرآن کا مطالعہ کرکے معانی سوچ کر باہر آتا ہے اور بیان کرتا ہے تو بندہ ظالم اور اللہ پر بہتان لینے والا ہوگا بندہ جو کچھ کہتا کرتا اور پڑھتا ہے خدا کے حکم اور اجازت ہی سے کہتا اور پڑھتا ہے جو آیت بھی بندہ کو دکھائیں بندہ پڑھتا ہے اور جیسے بیان کی تعلیم (اللہ تعالیٰ) بندہ کو دے بیان کرتا ہے'' (نقلیات بندگی میاں عبدالرشید)

اس تمام گفتگو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمل صالح سے مراد ترک دنیا ہوئی۔

مقصودِ حیات تعلیمات امامناؑ میں دیکھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ **علمت من الله بلا واسطه جدید الیوم** کے تحت مہدی موعودؑ نے فرمایا

و نیز فرمودند که فرمان می شود ثم ان علینا بیانه در حق تست و ترا وارث ولایت خاص محمدی گردانیدم و اتباع تام ترا روزی کردم هر که ترا شناخت مرا شناخت و هر که ترانه شناخت مرا نه شناخت. ترجمہ: نیز فرمایا کہ حکم ہورہا ہے کہ آیت **ثم ان علینا بیانه** تمہارے حق میں ہے اور میں نے تم کو خاص ولایت محمدیہ کا وارث بنایا اور تمہیں اتباع تام عطا کیا ہے جس نے تمہیں پہچانا مجھے پہچانا جس نے تمہیں نہ جانا مجھے نہ جانا۔ جبکہ معلوم ہے کہ مقصود حیات اللہ کو پہنچنا ہے اور اس کو دیکھنا ہے تو اس نقل سے معلوم ہوگا کہ جب مہدی کو ہی نہیں پہچانیں گے تو خدا کو کیا پہچانیں گے۔ اسی لے مقصودِ حیات صرف فرامین امامناؑ کی روشنی میں حاصل ہوگا۔

طلب دیدار کے لئے حضرت مہدی موعودؑ کی نقل ہے کہ ترجمہ: فرماتے ہیں ہر مرد اور

عورت پر خدا کے دیدار کی طلب فرض ہے جب تک چشم سر سے یا چشم دل سے یا خواب میں خدا کو نہ دیکھیں مومن نہیں ہے لیکن طالب صادق جس نے (1) اپنے دل کی توجہ غیر خدا سے اٹھالی ہو (2) اپنے دل کی توجہ خدا کی طرف لگادی ہو (3) رات دن خدا کے دھیان میں لگا رہتا ہو (4) دنیا سے الگ ہوگیا ہو (5) خلق سے علیحدگی رکھتا ہو (6) اپنے سے نکل آنے کی کوشش کرتا ہوایسے شخص پر بھی ایمان کا حکم فرمایا (شرح عقیدہ شریف)

طالب صادق کی جو خصوصیات بیان ہوئی ہیں وہ سب فرائض ولایت کی شکلیں ہیں اور اس فرمان سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ دیدار خدا فرض نہیں فرمایا بلکہ طلب دیدار خدا فرض ہے فرمایا اور اگر طلب رکھ کر کوئی نقل میں بیان کردہ چیزوں پر عمل پیرا ہوتا ہے تو وہ ایمان رکھتا ہے۔ اب انعام کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کی استطاعت جہاں تک ہے اسی کو فرض بتایا گیا ہے

یہاں رسول اکرم ﷺ کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بات ختم کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت نازل فرمائی اتقوا الله حق تقابه (آل عمران:102) یعنی اللہ سے تقویٰ کرو جیسا کہ اس سے تقویٰ کرنے کا حق ہے یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کانپ اٹھے۔ کس کے بس میں ہے کہ اللہ سے تقویٰ کرنے کا حق ادا ہوسکے۔ چنانچہ یہ تشریح فرمائی گئی۔ **فاتقوا الله ما استطعتم** اللہ سے تقویٰ کرو جتنا بس میں ہے۔ نبی کریم ﷺ جب اطاعت و جہاد کی بیعت لیا کرتے تھے تو خاص طور پر بہ حد استطاعت کے الفاظ کا اضافہ ضرور فرمایا کرتے'' (تربیت از خرم مراد)

اور جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لایکلف الله نفسا الا وسعها**

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ بطفیل خاتمین ہم کو اپنے مقصود حیات میں کامیابی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ طالب صادق کے فرائض ادا کرنے کی توفیق فرما اور ہم کو اپنے دیدار سے مشرف فرما۔ آمین ثمہ آمین۔

وآخر داعوانا۔۔۔

☆☆☆

مومن کہلانے کے لائق کون؟

انسان کے لئے زندگی گزارنے کے صرف دو طریقہ ہیں۔ایک وہ اپنے نفس ،اپنی عقل ،اپنے تجربے اور فلسفہ کی بنیاد پر زندگی گزارے یا پھر اللہ تعالیٰ نے مقصد تخلیق کے پیش نظر کامیاب اور بامقصد زندگی گزارنے کے جو طریقہ اپنے کلامِ بلاغت نظام میں ہم کو بتائے ہیں اس پر عمل پیرا ہوکر مومن کہلائے

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے مختلف انسانوں کو مختلف مزاج عطا کیا وہیں ایک دل اور اس دل میں ارادہ کی قوت عطا کی اور اپنے کلام بلیغ میں بتادیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح قرآن پر عمل کیا ہے اُن کا وہ اُسوہ ایک بہترین اُسوہ ہے۔اور تم کو اس کی اطاعت واتباع کرنی ہے اور اپنے دل میں جو ارادے کی قوت دی گئی ہے اس سے اس پر عمل کرو اور ہم سے اس کا اجر پاؤ ورنہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا آخرت میں بہت ہی واضح انداز میں کھول کھول کر بیان کردیا۔ارادے کی قوت سے صحیح عمل کیا ہوگا اس حدیث سے اس کا نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔مشہور حدیث ہے عن امیر المومنین ابی حفص عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم یقول انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی افمن کانت هجرة الی الله و رسوله فهجرته الی الله و رسوله و من کانت هجرته لدنیا یصیبا او امراة ینکحها فجرته الی ما هاجرالیه ترجمہ: حضرت امیر المومنین ابی حفصہ عمر بن خطاب سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کی جزا وسزا کا دارومدار انسان کی نیت پر مبنی ہے اور ہر انسان کے لئے اس کے عمل میں وہ کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے بس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے تو واقعتاً اس کو اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کا ثواب میسر آئے گا اور جس کی ہجرت حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہے تو اس کے حصے میں وہی آئے گا جس کے لئے اس نے وطن چھوڑا۔

اس حدیث کے تعلق سے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک تہائی دین موجود ہے۔نیت کے معنی ہیں کسی کام یا عمل کا ارادہ کرنا اور یہ کس کے لئے کر رہے ہیں وہ طے کرنا نیت ہوگی۔اور اس کا ارادہ کیوں کیا گیا وہ نیت کہلائے گی، بھلے زبان سے کہے یا نہ کہے۔

ہم جب کوئی کام کرتے ہیں تب ہمارے جسم کے حرکات سے اس کام کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ ظاہری اظہار ہوا اور دوسروں کو یہ ظاہری اظہار ہی دکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں دماغ میں کیا ہے کس نیت، کس ارادے سے یہ کام کیا جا رہا ہے جانتا ہے اور اسی حساب سے اس کی جزاء دیتا ہے۔

دل ٹھیک ارادہ کیا تو جسم بھی ٹھیک کام آئے گا۔اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے جو طویل ہے اور اس میں کئی چیزیں بیان ہوتی ہیں اور دل کے تعلق سے بھی ذکر ہے جو واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ دل کس طرح کام کرتا ہے۔صحیح بخاری کی حدیث ہے بعض کتب میں حدیث نمبر 39 اور بعض ناشرین کے کتب میں 49 نمبر ہے۔

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ذکریا نے، انہوں نے عامر سے کہا، میں نے نعمان بن بشیر سے سنا وہ کہتے تھے میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور دونوں کے بیچ میں بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو بادشاہی رمنہ (شکارگاہ یا چراگاہ) کے آس پاس (اپنے جانوروں کو) چرانے اور قریب ہے کہ وہ رمنہ (شکارگاہ یا چراگاہ) کے اندر گھس جائے، سن لو ہر بادشاہ کا ایک رمنہ (شکارگاہ یا چراگاہ) ہوتا ہے، سن لو اللہ کا رمنہ اس کی زمین میں حرام چیزیں ہیں، سن لو بدن میں ایک مچھ (گوشت کا لوتھڑا) ہے جب وہ درست ہوگا سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا سارا بدن بگڑ گیا، سن لو وہ مچھ (گوشت کا لوتھڑا) دل ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ دل کی صفائی کے لئے دل کو درست رکھنے کے لئے دل میں نیک ارادہ کرنے کے لئے انسان کو حرام سے بچنا ضروری ہے۔دل سدھرا ہوا ہے تو ارادے بھی نیک آئیں گے۔آپ کے ارادوں میں اخلاص ہوگا، اخلاص بہت ضروری ہے، ابلیس یا

شیطان بھی یہ جانتا ہے کہ اخلاص سے عبادت کرنے والے اللہ سے مخلص رہنے والے یا اپنے ارادوں میں اخلاص رکھنے والوں کو وہ نہیں بھٹکا سکتا۔ روز ازل ہی اس نے مخلص بندوں کے آگے خود ہتھیار ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے مکالمہ کا ذکر قرآن میں دوجگہ ہے۔ ایک سورہ اعراف آیت نمبر 16 میں جس کا ترجمہ ہے ''بولا جیسا مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر''

یعنی ابلیس کہہ رہا ہے رہزنوں کی طرح انسانوں کے ایمان وعمل پر ڈاکہ ماروں گا ان کا اغوا کروں گا، ان کو بہکاؤں گا تیری سیدھی راہ سے

دوسرا مکالمہ سورۃ الحجر میں آیت نمبر 39 میں ہے **قال رب بما اغویتنی لازینن هم فی الارض ولا غوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین** ترجمہ: (ابلیس) بولا اے رب تو نے مجھ کو راہ سے کھودیا میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا، زمین میں اور راہ سے کھودوں گا ان سب کو، مگر جو تیرے مخلص بندے ہیں''

یہاں بھی وہی بات ابلیس کہہ رہا ہے ، اضافہ یہ ہے کہ **الا عبادک فهم المخلصین** ان کو نہیں گمراہ کروں گا جو تیری عبادت خلوص سے اخلاص سے کرتے ہیں، اس سے دو باتیں واضح طور پر سمجھ میں آجاتی ہیں کہ جو خلوص سے صرف اللہ کے لئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کو وہ گمراہ نہیں کرے گا، دوسرے اس مکالمہ میں ابلیس اللہ کو اپنا رب بھی کہہ رہا ہے اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ اے رب تو نے مجھ کو راہ سے کھودیا۔ پہلی آیت میں بولا ''جیسا مجھے گمراہ کیا'' یعنی گمراہی سے بچنے کے لئے اللہ کی ہدایت بھی بہت ضروری ہے۔ اسی لئے حدیث قدسی میں یہ تعلیم دی گئی کہ اللہ سے ہمیشہ ہدایت طلب کرتے رہو اور دوسری ہدایت ہم کو یہ دی گئی کہ اللہ کا نام لینے سے پہلے **اعوذ بالله من الشیطان الرجیم** پڑھا کرو ورنہ وہ آپ کے نفس میں ہمیشہ بیٹھا آپ کو گمراہ کرتے رہتا ہے۔ ہدایت مانگنے کے تعلق سے ایک طویل حدیث قدسی جو حضرت ابوذر غفاری سے روایت کی گئی ہے یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں باب الاستغفار والتوبہ میں مذکور ہے۔ اس حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے ''تم سب بھوکے ہو بھوکے رہو گے'' سوائے اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں، تم سب بے لباس رہو گے سوائے اس کے جس کو میں کپڑا

پہناؤں، تم سب گمراہ رہو گے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، تم دن رات گناہ کرتے ہو اور مجھ سے معافی مانگتے ہو تو میں معاف کر دیتا ہوں۔ پھر فرمایا تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا، مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا، مجھ سے کپڑا مانگو تمہیں پہناؤں گا، مجھ سے معافی مانگو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔

اس سے میری کوئی غرض نہیں، سارے انسان تمہارے پہلے اور بعد میں آنے والے، جن اور مخلوق سب مل کر انتہائی متقی ہو جائیں تو میری خدائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر سب کے سب مل کر بدترین نافرمان ہو جائیں تب بھی میری خدائی میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور سب کے سب کسی میدان میں جمع ہوں جو مانگنا ہے وہ مانگ لیں جو دل میں آئے مانگ لیں اور میں وہ سب دے دوں تو میرے خزانوں میں اس سے زیادہ کمی نہیں ہوگی کہ سوئی سمندر میں ڈال کر نکال لی جائے۔ اے میرے بندو تم مجھ کو چھوڑ کر کس کے پاس جاتے ہو‘‘

اس طویل حدیث قدسی میں غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اللہ نے سب سے پہلے ہماری حقیقت کو بتلایا، ہم اصل میں بھوکے، ننگے، بے لباس، گمراہ و گناہ گار ہیں اور پھر ہدایت یافتہ بھی نہیں ہیں اور یہ سب اللہ کی مہربانی سے ملتا ہے اور اللہ سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اللہ سے سب چیزیں مانگ لی اور مل بھی گئی اور ہدایت نہ ملی تو جو کھانا ملا اسکو صحیح طور پر کھا بھی نہ سکو گے، کپڑے کو صحیح طور پر پہن بھی نہیں سکتے، علم بھی حاصل ہوگیا اور ہدایت نہ ملی تو علم گمراہ کر دے گا۔ اسی گمراہی میں عبادات سے غفلت، عبادات میں نقص کو بھی علمی بنیاد پر صحیح تصور کرو گے۔ بدعات بھی آپ کی عبادات میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے اللہ سے ہم کو ہدایت مانگنی چاہیئے۔ اور وہ کسی ہدایت یافتہ کے وسیلہ سے مانگیں گے تو صحیح طور پر مانگ سکتے ہیں۔ اللہ سے ہدایت حاصل ہونے کے سلسلہ میں قرآن میں سورۃ الکہف کی آیت 17 میں اللہ نے صاف صاف بتا دیا کہ جب اللہ ہدایت دیتا ہے تو کیسے اس آیت میں فرماتا ہے۔ مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰه فَهُوَ المهتَدِ و من يُّضۡلِ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيّا مُّرۡشِدًا جسے اللہ ہدایت فرمائے سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ اس کے لئے کوئی ولی، مرشد (یعنی راہ دکھانے والا مدد گار) نہیں پائیں گے۔

اس آیت سے یہ واضح ہو جاتا ہے اللہ جس کو ہدایت دیتا ہے یا جس کی مدد کرنا چاہتا ہے اس کو راہ دکھانے والا مدد گار ضرور ملتا ہے یعنی کوئی مرشد اور جس کو گمراہ کر دیتا ہے یا گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اس کو کوئی راہ دکھانے والا یعنی مرشد نہیں ملتا اور وہ شیطان کی چال میں آ جاتا ہے اور مرشدین کے خلاف ہو جاتا ہے۔ اصل میں مرشد جو راہ بتاتا ہے وہ عقیدہ وتصور کی وضاحت کرتا ہے، عقیدہ وتصور پر قرآن سے دلائل پیش کرتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان میں ایمان بالغیب کی وجہ سے جو اشکال پیدا ہوتے ہیں وہ دور کرتا ہے کیونکہ انسان کے پاس کئی ایسے موضوع مسئلہ یا ایشو ہوتے ہیں جس کی وضاحت ضروری ہے اور وہ وضاحت کرنے کا موقع ومحل بھی ضروری ہے جیسا کہ سورہ کہف میں حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ اس کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے۔ ہدایت شک کے دلدل سے نکل جانے میں مدد دیتی ہے اور یقین کی راہ پر ڈالتی ہے اور یقین ایمان بالغیب کو پختہ کرتا ہے اور آپ کی نیت کو ہمیشہ صحیح سمت میں رکھتا ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے آپ کو کوئی ہدایت والا مل جائے جو اپنے نفس کی مار کو مار کر آخرت کا سودا کر بیٹھا ہے۔ نفس کی مار یہ ہے کہ وہ انسان کو حرصِ دنیا میں ڈال دیتی ہے۔ حرصِ دنیا حسد وبغض، عناد وغرور فساد، غیبت کی جنجال میں ہے۔ جب تک انسان اس جنجال سے نہیں نکلتا ترک دنیا نہیں کرتا بالاخرۃ ھم یوقنون میں داخل نہیں ہوسکتا۔ جب وہ اس جنجال سے نکل جاتا ہے حرصِ دنیا کو ختم کر دیتا ہے ھم یوقنون میں داخل ہو جاتا ہے اور آخرت کا سودا کر لیتا ہے تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ زندگی کا رنگ بدل جاتا، ڈھنگ بدل جاتا ہے۔ اس کی ترجیحات بدل جاتی ہیں یعنی وہ سارا کچھ بدل جائے گا اور یہ سب کسی ہدایت یافتہ مرشد کی صحبت سے ہی ہوتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو محسوس ہوگا کہ ہم تو جیسے کے ویسے ہیں، مرشد بھی رکھتے ہیں لیکن ہماری نیت صاف نہیں ہے کیونکہ ہم اللہ سے بھی جھوٹ بولتے ہیں، روز نماز پڑھتے ہیں، نماز میں دعائے قنوت بھی پڑھتے ہیں اور اس میں پڑھتے ہیں نشکرکَ ولا نکفرکَ و نخلعُ و نَترُک مَنْ یَّفْجُرُکَ ترجمہ: ہم تیری شکر گزاری کرتے ہیں اور کفرانِ نعمت نہیں کرتے، تیری ناشکر گزاری نہیں کرتے اور چھوڑ دیتے ہیں اور ہانک دیتے ویسے شخص کو جو تیرا گناہ کرے اور تیری فرمانبرداری نہ کر دے۔

لیکن دوستی اور رشتوں کی بنیاد پر ایسے اشخاص سے ملتے ہیں، بلکہ اکثر ان کی صحبت میں رہتے ہیں، ان کو ہانک نہیں دیتے تو سوچیں کہ آپ نے وتر کی نماز میں اللہ کے آگے کھڑے ہو کر جھوٹ نہیں بولا۔ آج ہم کو، آپ کو بہتر بنانا ہے تو ہم کو اپنا دل صاف رکھنا چاہیئے۔ اللہ سے ہدایت طلب کرتے رہنا چاہیئے جس سے آپ کی نیت بہتر ہوگی، نیت بہتر ہوگی تو اللہ کسی ہدایت یافتہ سے ملاقات کروادے گا یعنی مرشد اور مرشد کی تعلیمات پر عمل کرنے سے دل بھی سدھرا رہے گا جس سے ہماری نیت بھی بہتر ہوگی اور آخرت سدھر جائے گی۔ پھر آپ محسوس کریں گے کہ آپ کتنے بدل گئے اور اللہ کی مقصد تخلیق کی راہ پر گامزن ہوگئے۔ اللہ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں جو طرز زندگی بتائی اس پر عمل پیرا ہوگئے اور اپنے مقصد حیات کو پالیا اور مومن کہلانے کے لئے لائق ہوگئے۔

مومن کہلانے کے لئے صحبت صادقین ضروری ہے۔ اسی لئے حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے سورۃ توبہ کی آیت سے جس میں اللہ فرماتا ہے ''اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کرو اور صادقین کی صحبت اختیار کرو'' صحبت صادقین کو مومنین پر فرض قرار دیا۔

وہیں ہم کو ضرورت ہے کہ مومن کہلانے کے علاوہ خالص مومن ہوجانے کی کوشش کریں، اس کے لئے تعلیمات مہدی موعودؑ پر پوری طرح عمل کرنا ہوگا اور ان تعلیمات کی وجہ سے آپ میں اخلاص پیدا ہوگا اور شیطان کے شر سے، بہکاوے سے محفوظ رہ سکیں گے اور اللہ کی ہدایت ہمیشہ جاری و ساری ہوگی۔ اور اس ہدایت کے طفیل میں آپ کے اعمال کی نیت بھی سیدھی راہ پر ہوگی جس کی وجہ سے آپ ایک خالص مومن بنو گے۔

وآخر دعوانا۔۔۔۔۔۔

☆☆☆